معارفِ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

معارِف شمس تبریز

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مُجدّدِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدِّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام کتاب : مَعارِف شمس تَبریز

مؤلف : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ اشاعت : ۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰ جون ۲۰۱۶ء بروز پیر

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر واشاعت، خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور 92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر واشاعت، خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ

فہرست

مقدمہ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ چھ دفتر مثنوی شریف (ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار) کے علاوہ پچاس ہزار اشعار غزلیات رومی کا مجموعہ، تصوف اور عشقِ حقیقی کے مضامین سے لبریز بنام ''دیوانِ شمس تبریز'' بھی شایع ہوا۔ اور یہ مولانا کا کمالِ فنائیت ہے کہ ان جملہ اشعار کو اپنے پیر و مرشد کے نام سے ظاہر کیا۔ یہ کتاب تقریباً نایاب ہے۔ ایک پرانا نسخہ نہایت بوسیدہ احقر کو دستیاب ہوا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیق سے اس کا جستہ جستہ انتخاب مع ترجمہ و تشریح اس زاویۂ نظر سے کیا گیا کہ سالکین و عاشقین کے قلوب اور ارواح میں حق تعالیٰ کی محبت و معرفت مزید مصاعد حاصل ہو۔ نیز اصل کتاب میں عنوانات نہیں تھے احقر نے مضامین کی مناسبت سے تسہیلِ فہم کے لیے عنوانات قائم کر دیے ہیں۔

ناظرین کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول اور نافع فرمائیں، آمین۔

العارض

محمد اختر عفا اللہ عنہ

۴۔جی۔۱۲/۱، ناظم آباد، کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارف حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ بابا کمال الدین خجندی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ مثنوی سے مولانا رومی کو عظیم شہرت حاصل ہوئی اور مولانا رومی کا جو والہانہ اور عاشقانہ تعلّق حضرت شمس تبریزی سے تھا چوں کہ وہ مثنوی میں جگہ جگہ ظاہر ہوا اس وجہ سے حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا کمالِ فیض بھی روشن ہوا اور یہ شعر تو بہت ہی مشہور ہو چکا ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

مولانا رومی اور حضرت شمس الدین تبریزی کی ملاقات

حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ سوداگروں کی وضع میں سیاحت کیا کرتے تھے۔

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

اخترؔ

سینے میں عشقِ الٰہی کی آگ مثلِ شعلۂ رقصاں دربدر اس سوختہ جاں کو پھرا رہی تھی۔ ایک دن خدائے تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے خدا! مجھے اپنا کوئی بندہ ایسا عطا فرما جو میری آگ کا تحمل کر سکے اور یہ امانت اس کے سینے میں منتقل ہو۔

اے خدا بندہ کوئی ملتا مجھے
جو صحیح معنوں میں لائق ہو ترے

عشق حق سے سینہ اس کا پُر کروں
اور صدف کو اس کے میں پُر دُر کروں

میری آتش کا تحمل جو کرے
کوئی بندہ مجھ کو اب یارب ملے

یہ دعا قبول ہوئی اور الہام ہوا کہ روم جاؤ۔ اسی وقت چل کھڑے ہوئے اور قونیہ پہنچے۔ برنج (چاول) فروشوں کی سرائے میں مقیم ہوئے، سرائے کے دروازے کے سامنے ایک چبوترہ تھا جہاں شہر کے عمائد و معززین آ بیٹھتے تھے،اسی مقام پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اور شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی۔ پھر دونوں بزرگوں کی تنہائیوں میں ملاقاتیں شروع ہوئیں، کئی کئی روز بند کمرہ میں مجلس ہوتی جہاں کسی کو اجازت جانے کی نہ ہوتی۔ مولانا کے سینے میں حضرت شمس نے کیا آگ بھر دی وہ چھ دفتر مثنوی اور غزلیات رومی سے ظاہر ہے۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

حکایت

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ درس و تدریس میں مشغول تھے،شاہ خوارزم کے نواسے تھے، شہر میں ان کے علوم کا غلغلہ بلند تھا۔ حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اچانک آکر مولانا کی تمام کتابیں قریبی حوض میں ڈال دیں۔ مولانا گھبرا گئے اور عرض کیا کہ حضرت میرا قیمتی علمی سرمایہ! حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ نے پھر نکال کر تمام کتابیں حوالہ کر دیں جن پر ذرا بھی پانی نہ لگا تھا، اس کرامت سے مولانا پر بڑا اثر ہوا۔ حضرت شمس پہلے بہت گم نام تھے، قلندرانہ مذاق تھا، عام لوگ دیوانہ سمجھتے تھے، لیکن جب حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ معتقد ہو کر بیعت ہوئے تو حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ کا دور دور شہرہ ہو گیا۔

حکایت

ایک بار حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ اچانک مولانا سے غائب ہوگئے۔ مولانا نہایت بے چین ہوئے، ڈھونڈنے کے لیے سفر کیا، کسی سے معلوم کیا کہ بھائی! تم نے ہمارے حضرت شمس کو دیکھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: ہاں! میں نے انہیں شام میں دیکھا ہے، مولانا پر کیفیت طاری ہوگئی اور ایک آہ کی اور والہانہ فرمایا کہ ہائے اس شام کی صبح کیسی ہوگی جس میں ہمارا شمس رہتا ہے۔

تاریخ میں ہے کہ مولانا رومی کی بے چینی دیکھ کر اور بھی لوگ حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ کو ڈھونڈنے نکل گئے اور حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا کے پاس لے آئے۔

ارشاد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ مولانا رومی حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ پر اس قدر کیوں دیوانے ہوگئے تھے حتّٰی کہ شہر تبریز کے نام پر مولانا کو وجد آگیا اور کئی شعر شہر تبریز کی تعریف میں فرماگئے۔ بات یہ ہے کہ حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ قلیل مدت میں اتنے بلند مقامِ ولایت اور قوی نسبت مع الحق سے مشرف ہوگئے تھے کہ سینکڑوں برس کے مجاہدات سے بھی وہ مقام نہیں ملتا، اسی سبب سے مولانا پر تشکر کا حال طاری ہوجاتا تھا۔

تاریخ میں ہے کہ اصل نام حضرت محمد بن ملک داد تھا اور حضرت شیخ شمس الدین تبریزی آپ کا لقب تھا۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ حضرت شیخ مادر زاد ولی تھے۔ سن ۶۴۵ھ میں آپ کو حاسدین نے شہید کردیا۔

واقعۂ شہادت

حضرت شیخ شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی تفصیل یوں ہے کہ ایک رات مولانا رومی اور حضرت شمس تبریزی ایک حجرے میں مراقب تھے کہ سات آدمی

دروازے پر آئے، آواز دی۔ حضرت کو کشف ہوا اور فرمایا: ”الوداع برائے کشتن خوانند“ جب باہر نکلے، چھری سے حملہ کر دیا۔ حضرت شیخ نے نعرہ مارا، سب بے ہوش ہوگئے اور جب ہوش آیا تو وہاں بجز چند قطرۂ خون کچھ نہ تھا اور قاتلان نہایت خراب حالت میں مرے۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ اس وقت کے سلطان العرفاء تھے۔

اپنی غزلیات کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ملتان میں جو شمس تبریز کی قبر بتائی جاتی ہے بعض لوگ غلطی سے ان ہی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا پیر سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ بات خلافِ حقیقت ہے، عوام کو دھوکا دیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اسی نام کے یہاں بھی کوئی صاحب مدفون ہوں مگر یہ حضرت رومی کے مرشد ہر گز نہیں ہیں اور اس کتاب کا کوئی تعلّق ملتانی تبریز سے نہیں ہے۔ ناظرین حضرات سے دعائے قبولیت کی درخواست ہے۔

العارض احقر طالبِ دعا
محمد اختر عفا اللہ عنہ

تعارفِ کتاب از مؤلف

پہلے دل کی داستانِ دردِ پنہاں دیکھیے
پھر غمِ آفاق دل پر شمس تاباں دیکھیے

شمس تبریزی کے سینے میں جو تھا اک رازِ غم
اس کتابِ عشق میں وہ درد پنہاں دیکھیے

❊ ❊ ❊ ❊

زمین سجدہ پہ اُن کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا مرا خونِ جگر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معارف دیوان شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ اقتباس وانتخاب مع ترجمہ وتشریح دربیانِ مجاہدات

بسوزا نیم سودا و جنوں را
در آشامیم ہر دم موج خوں را

ترجمہ وتشریح: دیوانگی اور جنونِ عشق کو ہم سوز اور وارفتگی عطا کرتے ہیں اور راہِ سلوک میں ہر لمحہ موج خون پیتے ہیں۔

مولانارومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشقِ حق کی روح کو عالمِ غیب سے جو نفحاتِ کرم عطاہوتے ہیں اور محبوبِ حقیقی سے جو خوشبوان کی روح کو عالمِ غیب سے عطاہوتی ہے وہ اس قدر مست و سرشار کرتی ہے کہ خود سودا (دیوانگی) اور جنوں (محبت) جو عام طور پر عشاق کو وارفتہ اور سوختہ کنندہ ہے وہ ان اللہ والوں کے پروانوں کی مضطر جانوں سے سوختہ ہونے لگتا ہے۔ چناں چہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسے دیوانے ہیں کہ خود سودا اور جنوں کو اپنی آتشِ محبت سے جلاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے عشاق اور مجاز پرست تو اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتے ہیں اور عاشقانِ حق اپنی مرضی اور خواہش کو حق تعالیٰ کی مرضی اور خواہش کے تابع رکھنے اور نفس کو خونِ آرزو پلانے میں ہر وقت مجاہدات اور دل پر جو غم برداشت کرتے ہیں اس کے تحمل سے زمین وآسمان بھی کانپتے ہیں اور اس حالت میں ان کی دعا کا مقام نہ پوچھیے۔

اے ٹوٹے ہوئے دل تری فریاد کا عالم
اے ٹوٹے ہوئے دل پہ نگاہ کرم انداز

نشانِ دل بتایا مجھ کو تیرے دردِ پنہاں نے

اخترؔ

مگر مجاہدہ کے اس دریائے خون سے عبور پر ان کے قلب کو انعامِ قرب بھی ایسا ملتا ہے جس کی لذت کے لیے لغت کے الفاظ قاصر اور عاجز ہوتے ہیں۔

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلّی دلِ تباہ میں ہے

بوئے آں دلبر چو پراں می شود
ایں زباں ہا جملہ حیراں می شود

رومیؔ

اس محبوبِ حقیقی کی خوشبو جب اُڑ کر عرشِ اعظم سے عاشقینِ حق کی جانوں تک پہنچتی ہے تو اس وقت اس کی لذت کو بیان کرنے کے لیے تمام زبانیں محوِ حیرت ہو جاتی ہیں۔

جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

اس شرح کی تائید مولانا کے اس مصرعہ سے بھی ہوتی ہے۔

بادہ از ما مست نے کہ ما ازو

بادہ مجھ سے مست ہے نہ کہ میں اس سے۔

اور اس مصرعہ سے بھی۔

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ما ست

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادۂ عشق اپنے جوش و مستی میں میرے جوشِ عشق کی غلام و گدا ہے۔

در بیانِ مرشد

دیدم زوور شمس دیں را
شاہ تبریز فخر دیں را

ترجمہ و تشریح: ہم نے دیکھا اپنے شمس الدین مرشد کو جو شاہ تبریز ہیں اور فخر دین ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے مرشد کو کہیں دور سے دیکھا اور بے تابانہ فرطِ محبت میں یہ اشعار ہوگئے۔ چناں چہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت شمس الدین کو دیکھا اور وہ شاہ تبریز ہیں اور فخر دین ہیں۔ (یہ کلمات محبت و عقیدت سے ناشی ہیں)

آں چشم و چراغ آسماں را
واں زندہ کنندۂ زمیں را

ترجمہ و تشریح: وہ آسمانِ دین کے چشم و چراغ ہیں اور زمین کے زندہ کرنے والے ہیں۔
وہ شریعت و طریقت کے آسمان کے چشم و چراغ ہیں اور زمین کے زندہ کرنے والے ہیں یعنی اللہ والوں کی طاعت کا نور آسمان اور زمین کو منور اور زندہ کرتا ہے اور جب یہ نہ ہوں گے قیامت آجائے گی۔ پس بقائے عالم کے یہ حضرات موقوف علیہ اور اساس وستون ہیں۔ ان اشعار سے شیخ کے ساتھ محبت اور عقیدت کی تعلیم ملتی ہے مگر بقولِ شخصے کہ کسی نے پوچھا: ہلدی کے کیا دام ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ جس قدر چوٹ میں درد ہو۔ پس اللہ والوں کی قدر بھی ان ہی کو ہوتی ہے جن کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی طلب کا درد ہوتا ہے۔

شانِ نسبت مع اللہ

کنارے ندارد بیابانِ ما
قرارے ندارد دل و جانِ ما

ترجمہ و تشریح: ہمارا بیاباں (مراد جولاں گہہ عشق و محبت و معرفت ہے) کنارہ نہیں رکھتا جیسا کہ خواجہ صاحب نے فرمایا۔

عجب کیا گر مجھے عالم بایں وسعت بھی زنداں تھا
میں وحشی بھی تو وہ ہوں لامکاں جس کا بیاباں تھا

اور ہمارے دل و جان طلب اور وصولِ حق میں بے قرار رہتے ہیں اور یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق اپنے آخری وصایا میں فرماتے ہیں "اور خدائے تعالیٰ کے لیے ہر وقت بے چین رہے۔"

احقر اختر عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ یہ بے چینی صرف اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول اور محبوب بندوں کی صحبت و تعلق سے عطا ہوتی ہے۔ جن کے قلوب حق تعالیٰ کے لیے بے چین ہیں ان ہی کے پاس بیٹھنے سے یہ نعمت ہاتھ لگتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر شے کے لیے معدن ہے اور تقویٰ کا معدن عارفین کے قلوب ہیں۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

اور یہ کہنا کہ اب اس زمانے میں ایسے لوگ کہاں، مسلمانی در کتاب اور مسلماناں در گور تو یہ محض شیطانی دھوکا ہے۔ جس دن اللہ والے نہ ہوں گے تو یہ زمین و آسمان بھی نہ ہوں گے۔ قیامت تک اللہ والے پیدا ہوتے رہیں گے۔ ہاں ان کی پہچان سب کو نہیں ہوتی، اپنے ماحول کے نیک بندوں سے معلوم کرنے سے ان کا پتا چل جائے گا۔ جن کی صحبت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، آخرت کی فکر پیدا ہو، دنیا کی محبت کم ہونے لگے اور اخلاق و اعمال کی درستی ہونے لگے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ والا ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کی صحبت میں دس آدمی بیٹھتے ہوں تو ان میں اگر پانچ یا چھ آدمی بھی نیک بن گئے تو سمجھ لو کہ یہ صاحبِ برکت ہے، اللہ والا ہے۔

صلاح حق و دیں نماید ترا
جمال شہنشاہ سلطان ما

ترجمہ و تشریح: حضرت سلطان صلاح الدین زرکوب رحمۃ اللہ علیہ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مخلص اور خاص دوست تھے۔ حضرت صلاح الدین پہلے سونے کا ورق بنایا کرتے تھے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ان کی دوکان سے گزر ہوا، سونے کا ورق کوٹنے کی آواز نے مولانا پر حال طاری کر دیا۔ مولانا کو جب غشی سے افاقہ

ہوا تو حضرت صلاح الدین کے قلب کی دنیا بدل چکی تھی۔ عرض کیا: اب مجھے اپنی ہمراہی میں قبول فرمائیے۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

مجذوبؔ

اب وہ زماں نہ وہ مکاں اب وہ زمیں نہ آسماں
تو نے جہاں بدل دیا آ کے مری نگاہ میں

اصغؔر

کائنات دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر
گرا کے بجلی مرا نشیمن جلا کے اپنا بنالیا ہے

اخترؔ

مولانا کی صحبت سے حضرت صلاح الدین کو وہ فیض ملا کہ اکابر اولیاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اور یہ نعمت تو اہل دل کی صحبت ہی سے ملتی ہے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

امرود سے محبت ہے تو امرود والوں سے ملنا ہی پڑے گا۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

افسوس کہ اس زمانے میں ہم کو بُری صحبت جلد مل جاتی ہے اور اچھی صحبت کے لیے ہم کو تلاش نہیں ہوتی تو یہ دولتِ لازوال کیسے ہاتھ لگے۔

صرصر جو کہے کلیوں سے ہو جاؤ شگفتہ
کیا کھل کے وہ شاخوں کو سجادیں گی چمن میں

ہاں چھیڑ دے گر ان کو کبھی بادِ سحر تو
پھر کِھل کے وہ خوشبو کو لُٹادیں گی چمن میں

اختؔر

جو تعلّق کلی اور بادِ نسیم کا ہے وہی ہماری روح اور صحبتِ خاصّانِ حق کا ہے۔ اللہ والوں پر حق تعالیٰ کی طرف سے وہ ہوائیں آتی ہیں جو ان کو بھی اور ان کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی ہدایت کے نور سے منور کرتی ہیں۔ بدون بادِ نسیم یہ کلیاں باخوشبو ہوتے ہوئے بے خوشبو ہیں کیوں کہ ان کی سیل بادِ نسیم ہی توڑتی ہے۔ اسی طرح ہماری روحوں کی کلیوں میں اللہ کی محبت کی جو خوشبو ہے اس کی سیل صرف اللہ والوں کی صحبت سے ٹوٹتی ہے اور پھر یہ خود بھی خوشبودار ہوجاتا ہے اور دوسروں کو بھی خوشبو دار کرتا ہے۔ ان کی صحبت کی برکت سے دوسرے لوگ بھی اللہ والے بننے شروع ہوجاتے ہیں اور یہ سلسلہ سلف سے خلف تک منتقل ہوتا قیامت تک چلا جارہا ہے۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

بوئے گل سے یہ نسیم سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آ سیر کو چل

جس طرح حجرۂ غنچہ سے نسیم سحری بوئے گل کو لے کر اڑ جاتی ہے اسی طرح ہمارے دل کے گوشوں میں اللہ کی محبت کا جو دردِ پنہاں ہے اللہ والوں کی صحبت اس کو لے کر اڑ جاتی ہے اور وہ دردِ پنہاں ظاہر ہوجاتا ہے اور اگر بغیر نسیم سحری کے کوئی اپنی انگلیوں سے کلی کو کھول دے تو خوشبو اُجاگر نہیں ہوگی۔ اسی طرح اللہ والوں کی صحبت کے بجائے اپنے دل کی سیل کسی غیر فطری طریقہ سے تڑواؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو ظاہر نہ ہوگی اور ہماری جانوں کی کلیاں محبت کی صلاحیتیں اپنے اندر لیے ہوئے فنا ہوجائیں گی۔ اللہ والوں کے پاس زبان نہ بنے کان بنے اور اتباع کرے۔ ان کی صحبت کے تین حقوق ہیں ؎

شیخ کے ہیں تین حق رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتباع و انقیاد

اختؔر

۱) اپنی حالت بیان کرنا۔ ۲) پھر ان کے مشوروں پر عمل کرنا۔ ۳) اور اپنی خود رائی سے باز رہنا۔

راہ بر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا راہرو کا کام ہے
تجھ کو مرشد لے چلے گا دوش پر
یہ ترا راہرو خیال خام ہے

****

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

مجذوبؔ

الغرض حضرت صلاح الدین مولانا رومی کی چند روزہ صحبت میں ایسے بافیض اور ایسی دولتِ باطنی سے مالا مال ہوئے کہ ان کی تعریف میں مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت صلاح الدین اپنی معیت اور صحبت اور ارشادات کے انوار میں ہم کو حق تعالیٰ شانہٗ کا جمال (تجلیاتِ معرفت) دکھا رہے ہیں۔

شانِ کلامِ عارفین

بس کن کہ ہیچ گردد دنیا بر اہل دنیا
گر بشنوند ناگہ ایں گفتگوئے ما

ترجمہ و تشریح: فرماتے ہیں کہ معرفت و محبتِ حق کی گفتگو کو فی الحال اتنا ہی رہنے دو ورنہ اگر اہلِ دنیا یہ ہماری گفتگو سن لیں گے تو ان کو جس دنیا پر فخر و ناز ہے وہ دنیا ان کے اوپر حقیر اور بے قدر ہو جاوے گی۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

مجذوبؔ

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

اصغرؔ

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

میرا کمالِ عشق تو بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

جگرؔ

گرا کے بجلی مرا نشیمن جلا کے اپنا بنالیا ہے
غموں کے پھولوں سے میرے دل کو برائے مسکن سجالیا ہے

جگرؔ

در بیانِ شوقِ سلوک

دہل بزیر گلیم اے پسر نشاید زد
علَم بزن چو دلیراں میانۂ صحرا

ترجمہ و تشریح: اے لڑکے! اپنے کمبل کے اندر اپنی بہادری کا ڈھول نہ پیٹنا چاہیے، جھنڈا اپنی شجاعت کا لہرادے دلیروں کے مانند میدان میں۔ مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے دینی رنگ کو مخفی رکھتے ہیں اور مخلوق سے شرم وخوف کھاتے ہیں حالاں کہ

انہیں اظہارِ حق میں اس طرح رہنا چاہیے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیٔ جاناں چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

مجذوبؔ

لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ...الآیۃ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے خاص بندوں کی یہی نشانی بیان فرمائی ہے کہ وہ نہیں ڈرتے ہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔

اگر در آئی تو در درسِ شمس تبریزی
بود نتیجۂ تحصیل ہر بقات فنا

ترجمہ و تشریح: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم میرے مرشد حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ علم و معرفت و محبت میں شرکت کروگے تو تم کو اس وقت اپنی جن صفات پر ناز و فخر ہے صحیح نورِ علم عطا ہونے کے بعد ان کو مستعارِ حق سمجھ کر ان پر شکر کے ساتھ نیاز و فنائیت و عبدیت اختیار کروگے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے تکبر اور نخوت قلب سے نکل جاتی ہے جس سے دل نورانی ہوجاتا ہے۔ پھر یہ دل اللہ تعالیٰ کے تعلقِ خاص کے قابل ہوجاتا ہے برعکس متکبر شیطان کا خاص قرین ہوتا ہے۔

مقامِ بسط بعد القبض

باز آمد آں مہے کہ ندیدش فلک بخواب
آورد آتشے کہ نمیرد بہ ہیچ آب

ترجمہ و تشریح: رفعِ قبضِ باطنی کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ پھر میرا وہ چاند یعنی محبوبِ حقیقی کا قرب و حضور دل میں عطا ہوا اور یہ لذّتِ قربِ خداوندی ایسی لذت ہے

کہ آسمان نے خواب میں بھی نہیں دیکھی۔ اور حق تعالیٰ نے قلب کو اپنی محبت کی ایسی آگ بخشی ہے جس کو کوئی پانی نہیں بجھا سکتا۔ مولانا نے اپنی مثنوی میں اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

باز آمد آبِ من در جوئے من
باز آمد شاہِ من در کوئے من

میرے دریا میں پھر میرا پانی آگیا اور میری گلی میں پھر میرا شاہ آگیا۔

سالکین کو قبض کے بعد جب بسط عطا ہوتا ہے تو یہی کیفیت اور حالت محسوس ہوتی ہے جس کو شعرِ مذکور میں بیان فرمایا گیا۔ یہاں بھی دریا سے مراد سالک کا دل ہے اور پانی سے مراد حق تعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح گلی سے مراد قلبِ عارف ہے اور شاہ سے مراد ذاتِ حق ہے۔

دربیانِ گریہ وزاری

چوں دیدہ شد ز اشک لبالب ندا رسید
احسنت اے پیالہ و شاباش اے شراب

ترجمہ و تشریح: جب عاشقِ حق کی آنکھیں اشکِ محبت سے لبالب بھر گئیں تو الہام ہوا کہ مبارک ہو اے پیالہ (یعنی اے چشمِ پُر آب) اور مبارک ہو اے شرابِ محبت یعنی اللہ کی محبت میں نکلے ہوئے آنسو، شرابِ محبت سے لبریز آنکھیں تجھے مبارک ہوں۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

مولانا رومیؒ

ترجمہ: کیا ہی مبارک ہیں وہ آنکھیں جو حق تعالیٰ کی یاد میں رونے والی ہیں اور کیا ہی مبارک ہے وہ دل جو حق تعالیٰ کے لیے مضطر اور بے چین ہے۔

اس شعر کی تشریح احقر کے چند اردو اشعار سے ملاحظہ ہو؂

زمین سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا مرا خونِ جگر

بن گئی عرش زمین سجدہ
کس کی آنکھوں سے لہو برسا ہے

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہوکر

چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پر وہی اختر ہوکر

مری مغفرت کا ساماں مری بندگی کی رفعت
مرا نالۂ ندامت ترے سنگ در پہ کرنا

چند قطرے اگر ہوتے تو وہ چھپ بھی جاتے
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

تمام عمر ترے دردِ محبت نے مجھے
کسی سے دل نہ لگانے دیا گلستاں میں

روح را با ذاتِ حق آویختہ
دردِ دل اندر دعا آمیختہ

اخترؔ

عارفین اپنی روح کو حق تعالیٰ کے ساتھ آویزاں رکھے ہوئے اپنے دردِ دل کو دعا میں شامل کیے ہوئے ہیں۔ یہ شعر بروزنِ مثنوی خواب میں موزوں ہوا، جب احقر بیدار ہوا

تولب پر جاری رہا۔ حضرت مخدومی ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت برکاتہم نے اس شعر کی بڑی قدر فرمائی اور دیر تک اس کا لطف لیا اور فرمایا: مصرعۂ اولیٰ نعمت ہے اور مصرعۂ ثانیہ اس کے حصول کا ذریعہ ہے۔

دربیانِ غمِ فراق از شیخِ کامل

شمس کمال مجد بہ مغرب نہفت رو
اندر پیش رواں ز لبسے چشم خون ناب

ترجمہ و تشریح: غالباً اس شعر کا تعلق ایک واقعہ سے ہے وہ یہ کہ جب حضرت شمس تبریزی پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض نادان رفقاء نے یہ اعتراض کیا کہ یہ کیسا قلندر مست فقیر ہے جس نے مولانا پر وجد، سکر اور بے خودی کی کیفیت طاری کر دی۔ چوں کہ یہ نادان لوگ باطنی احوال اور تعلق مع اللہ (معیتِ خاصہ) کے آثار سے بے خبر تھے اس لیے انہوں نے حضرت شمس سے عداوت اور نفرت کا کچھ اظہار کیا۔ جس کے سبب حضرت شمس مولانا کو بدون اطلاع کیے ہوئے اچانک شام کی طرف روپوش ہو گئے۔ جب مولانا کو خبر ہوئی تو عشقِ شیخ نے بے چین کر دیا اور دیوانہ وار دربدر تلاش کرنا شروع کر دیا، ہر ایک راہ گیر سے پوچھتے کہ کہیں ہمارے شمس کو دیکھا ہے۔ ایک دن کسی نے کہا: ہاں میں نے ان کو شام میں دیکھا ہے۔ فرمایا: ہائے اس شام کی صبح کیسی ہوگی جس میں میرا شمس مقیم ہے۔ اس شعر میں اس واقعے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ فرماتے ہیں: میرا مرشد شمس سراپا کمال مغرب میں روپوش ہو گیا، مراد شام ہے کہ وہ غالباً مولانا کے وطن سے مغرب کی طرف ہوگا۔ اور دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شمس کے لغوی مفہوم کی رعایت سے ان کی جدائی کو مغرب میں روپوشی سے تعبیر کیا ہو جیسا کہ آفتاب کے غروب ہونے کے مقام کو مغرب کہتے ہیں۔ اور مولانا فرماتے ہیں: ان کی جدائی کے سبب ان کے مریدین صادقین کی آنکھوں سے بسبب شدتِ غمِ فراق خون کے آنسو رواں ہیں۔ مولانا کے اس شعر سے مولانا کا مقامِ محبت مع الشیخ ظاہر ہوتا ہے۔

عاشقا کمتر ز پروانہ نئ
کے کند پروانہ ز آتش اجتناب

ترجمہ و تشریح: اے عاشق! تو پروانے سے کمتر تو نہیں ہے، پس پروانہ تو آتش سے اجتناب نہیں کرتا تو کیوں مجاہدہ اور افنائے نفس سے خائف ہے۔ یعنی عاشقِ حق اور طالبِ حق کو راہِ حق کی ہر مشکل سے ہمت نہ ہارنا چاہیے۔

عنایاتِ اہل اللہ بر طالبین

شاہ در شہرست و بہر چغد من
می گزارد شہر و می جوید خراب

ترجمہ و تشریح: یہاں شاہ سے مراد مرشد ہے کہ وہ تو اپنے مقامِ قرب کے سبب حضور مع الحق کی نعمت کے شہر میں ہیں مگر ہم جیسے اُلّو خصلت لوگوں کی اصلاح کے لیے وہ اپنے نوافل اور اوراد کو چھوڑ کر اُلّوستان (خراب آباد) میں ہماری تلاش میں مصروف ہیں یعنی اللہ والے ہماری اصلاحِ نفس کے لیے اپنے مقام سے نزول فرما کر ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں کیوں کہ وہ اس کام کے لیے مامور من اللہ بھی ہوتے ہیں۔

حکایت

ایک بزرگ نے سفر کیا اور ایک طالبِ صادق پر توجہ فرمائی انہوں نے ان کے شکریہ میں یہ مصرعہ پڑھا۔

شاہ بازے بہ شکارے مگسے می آید

ایک شاہ باز ایک مکھی کے شکار کے لیے آرہا ہے۔ اللہ والے کو مثل بازِ شاہی قرار دیا اور خود کو تواضع اور خاکساری سے مکھی قرار دیا۔

در بیانِ ادبِ طریق

امت زہد را ادب صفتے است
امت العشق کلھم آداب

ترجمہ و تشریح: زاہدوں کے لیے تو ادب صرف ایک صفت ہے صفاتِ حمیدہ سے اور عاشقوں کے لیے حق تعالیٰ کا راستہ ابتدا تا انتہا ادب ہی ادب ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

اے خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اے خدا! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیوں کہ بے ادب تو رب کے فضل سے محروم ہی ہوا۔

آدابِ راہِ حق سیکھنے کے لیے حسب ذیل کتب کا مطالعہ مفید ہوتا ہے:

۱) قصد السبیل ۲) آدابِ زندگی ۳) بہشتی زیور کا ساتواں حصہ

مقامِ اہل اللہ

مردِ خدا مست بود بے شراب
مردِ خدا نیست ز خاک و ز آب

ترجمہ و تشریح: خاصّانِ حق بے شراب ہی مست رہتے ہیں۔ وہ عالمِ خاکی و آبی میں رہتے ہوئے اپنے دل کو اس سے بے گانہ اور حق کا دیوانہ رکھتے ہیں۔

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
بلا کشانِ محبت کو کوئی کیا جانے

اخترؔ

شانِ عارف

مسبب او ست اسبابِ جہاں را
چہ باشد پیش او سُغراق اسباب

حلِّ لغت: سغراق بضم السین: یہ لفظ ترکی ہے قدح بزرگ (بڑا پیالہ)

ترجمہ و تشریح: دنیا کے تمام اسباب کا پیدا کرنے والا مسبّبِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے۔ پس عبد الاسباب نہ بنو خالقِ اسباب سے رجوع کرو اور اسباب و تدابیر کو بھیک کا پیالہ سمجھ کر اختیار کرلو مگر بھیک ملے گی اسی ذاتِ پاک سے۔ اسباب و تدابیر کے پیالے خواہ کتنے ہی بڑے ہوں مگر حق تعالیٰ کے کرمِ عام اور لطفِ عام کے سامنے وہ بے قدر اور حقیر ہیں۔

فتوح اندر فتوح اندر فتوح است
تو مفتاحی و حق فتاح ابواب

لغت: مفتاح: کنجی۔

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کی محبت و معرفت کے راستے میں غیبی انعامات کے دروازے ہر قدم پر کھلتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اے شمس تبریزی! آپ تو مثل کنجی ہیں اور حق تعالیٰ ان دروازوں کے تالوں کو کھولنے والے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ دنیا عالمِ اسباب ہے پس کنجی تالا کو کھولنے کا ذریعہ تو ہے مگر کنجی جب ہی کھولتی ہے جب وہ کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ پس شیخ و مرشد واسطہ وصول الی الحق تو ہوتا ہے مگر یہ واسطہ جب ہی کام آتا ہے کہ حق تعالیٰ کا فضل بھی شامل ہو اور عادۃ اللہ یہی ہے کہ ان کے مقبولین کا جو ہاتھ پکڑتا ہے اس پر فضل فرما ہی دیتے ہیں اور ہاتھ پکڑنے سے مراد ان کی اتباع ہے دین کے اوامر اور نواہی میں ۔ اور مقبول سے مراد وہ متبعِ شریعت ہے جس کو کسی بزرگ کی طرف سے اجازت و خلافت عطا ہوئی ہو اور محقق اللہ والا اسی کو اجازت دیتا ہے جو شریعت و طریقت کا جامع ہو۔ بابا فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا
دامنِ راہ بر بگیر و پس بیا

اے دل! اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے تو کسی جامعِ شریعت و طریقت اللہ والے کا دامن پکڑ لے اور اس کے پیچھے پیچھے چلا آ۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے

مولانا محمد احمد صاحبؒ

جامعِ شریعت سے مراد یہ ہے کہ بہ قدرِ ضرورت احکامِ شریعت سے واقف ہو۔

حقارت وذلتِ روحِ غیر عارف

آں روح را کہ عشقِ حقیقی شعار نیست
نا بودہ بہ کہ بودنِ او غیر عار نیست

ترجمہ و تشریح: اہل اللہ کی صحبت میں مجاہدات برداشت کر کے جس روح نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد نہ حاصل کیا وہ روح اس قابل نہیں کہ زندہ رہے کیوں کہ ایسی روح خود بے روح ہے اور ایسی جان خود بے جان ہے۔ اس کا وجود صفحۂ زمین اور صفحۂ ہستی پر باعث ننگ و باعثِ شرم ہے۔

آں زجاجے کو ندارد نورِ جاں
بول قارورہ ست قندیلش مخواں

مثنوی رومی

ترجمہ: جس شیشۂ دل میں حق تعالیٰ کا نور نہ ہو وہ قندیل کہنے کے قابل نہیں اس کو قارورہ کہو۔

لغت: بول قارورہ: اضافتِ مقلوبی ہے قارورۂ بول تھا یعنی پیشاب کی شیشی۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بہت مشکل سے بن پاتا ہے دل

جس دل میں حق تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرۂ دردِ دل داخل ہوتا ہے اس کے نور کے سامنے نورِ شمس و قمر شرمسار و سرنگوں ہوتا ہے کیوں کہ اب شمس ساز و قمر ساز کا نور اس کے دل میں ہے۔ ان ہی بندوں کو اہلِ دل بھی کہا جاتا ہے۔

نشانِ دل بتایا مجھ کو تیرے دردِ پنہاں نے
نہیں معلوم تھا پہلے کہ سینہ میں کہاں دل ہے

اخترؔ

عشق است و عاشق ست کہ باقی ست تا ابد
دل باجسد منہ کہ بجز مستعار نیست

ترجمہ و تشریح: عشقِ حق اور عاشقِ حق باقی ہے پس اے مخاطب! دل کو جسم اور صورت پر مت قربان کر یعنی حُسنِ مجاز سے اجتناب کر کہ یہ عارضی اور مستعار اور فانی ہے۔ فانی معشوق پر جو بنیاد پڑے گی وہ ایک دن ڈھا جائے گی اور محبوبِ حقیقی کی ذاتِ پاک سے جو بنیاد وابستہ ہوگی وہ کبھی منہدم نہ ہوگی کیوں کہ وہ ایسے باقی ہیں کہ ان کے عاشق بھی باقی (باللہ) ہو جاتے ہیں اور مجاز کا حال یہ ہے۔

اس کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

اخترؔ

مطلب یہ کہ شعراء اور عشاقِ مجاز اپنے محبوبِ مجازی کے رخسار کو عارض سے جو خطاب کرتے ہیں تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا ایک عنوان ہے کہ حسن و مجاز کا بودہ پن اور اس کا عارضی ہونا ان کے منہ سے نکلے ہوئے لفظ عارض ہی سے ظاہر فرما دیا اور یہ بے چارے بے خبر ہیں کہ اس نقارۂ خلق میں نقارۂ خدا بھی مضمر ہے۔

تا کے کنار گیری تو معشوق مردہ را
جاں را کنار گیر کہ او را کنار نیست

ترجمہ و تشریح: کب تک مرنے والوں پر مرے گا اور مردہ اجسام کو کب تک بغل گیر رکھے گا۔

ارے یہ کیا ظلم کررہاہے کہ مرنے والوں پہ مر رہاہے

روح سے ہم آغوش ہو کہ روح کا کوئی کنارۂ فنا نہیں۔ مطلب یہ کہ جسم کی چمک دمک مت دیکھو، روح کا کمال دیکھو اگر روح عارف باللہ ہے تو اس سے دل لگالو اور اس سے فیض حاصل کرنے میں عار محسوس نہ کرو اگرچہ وہ غلام حبشی کیوں نہ ہو۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحِ پاک پر حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیاہ جسم کے اندر خدا اور رسول پر فدا ہونے والی روح کا مقامِ رفیع (بلند تر) جب منکشف ہو گیا تو آپ شرفائے قریش اور اتنے جلیل القدر اور مقرب بارگاہِ رسالت صحابی ہوتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتوں کو "قَالَ سَيِّدِيْ بِلَالٌ" سے بیان فرماتے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاہ فام حبشی غلام (حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میرے سردار سے خطاب کرنا روحِ عارف سے محبت کرنے اور عشقِ ابدان کے بے قدر اور بے حقیقت ہونے پر ایک اہم سبق دیتاہے، اور اجسام کا منظر اس شعر سے ملاحظہ ہو۔

کئی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا
مشیّن بدن تھا معطّر کفن تھا
جو قبرِ کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

نظیر اکبر آبادی

کھا کے کیڑوں نے خاک کرڈالا۔

دربیانِ مرشد شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

شمس تبریزی بہ نورِ ذوالجلال
در دو عالم مایۂ اقرار ماست

ترجمہ و تشریح: حضرت شمس تبریز حق تعالیٰ کے نور سے منور ہورہے ہیں اور ان کی محبت کے فیضان سے ہمارے قلب میں ایمان و یقین کی دولت عطا ہورہی ہے جو ہمارا دونوں جہاں کا سرمایہ ہے۔ مطلب یہ کہ اہلِ یقین کی صحبت سے دل میں اللہ تعالیٰ کا یقین اترتا ہے اور عارفین ہی کی صحبت سے دل میں حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اترتی ہے۔

لا یجوز و یجوز تا اجل ست
علمِ عشاق را نہایت نیست

ترجمہ و تشریح: جائز و ناجائز کے احکام موت کے بعد ختم ہوجاتے ہیں مگر عاشقانِ حق کے علمِ معرفت و محبت کی انتہا نہیں ہے۔ چوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ پاک غیر محدود اور غیر متناہی ہے اس لیے مراتبِ قرب و معرفت بھی غیر متناہی ہیں۔

کما قال الرومی فی مقام آخر؎

اے برادر بے نہایت در گہے ست
ہرچہ بروے می رسی بروے ما نیست

ترجمہ: اے بھائی! بارگاہِ حق کی کوئی انتہا نہیں پس جس مقامِ قرب پر تو پہنچا ہے اس پر قناعت کرکے ٹھہر مت یعنی ترقی کرتے رہو۔

زہے بحر در افشان خراساں
کہ موجش با یزید و بوسعید است

ترجمہ و تشریح: کیا ہی مبارک ہے خراسان کا بحر در افشاں کہ جس کی موج بایزید و بوسعید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خراسان کی سرزمین سے چوں کہ بہت سے اولیائے کرام پیدا

ہوئے نیز مولانا رومی خود خوارزم شاہ کے حقیقی نواسے ہیں، اور اُس وقت خراسان کی حدود میں فرغانہ، خوارزم، قازستان، سیستان، نیشاپور، مرو، سرخس، فاراب، بخارا، ہرات، بلخ، طوس اور جرجان وغیرہ بلاد شامل تھے اور مختلف دور میں خراسان کے حدود بدلتے رہے۔

ہمہ فانی و خوان وحدت تو
مدام ست و مدام ست و مدام ست

ترجمہ و تشریح: کائنات کی ہر چیز فانی ہے مگر حق تعالیٰ کی شان یکتائی کو دوام ہے۔

غم و شادی مادر پیش تحتت
غلام ست و غلام ست و غلام ست

ترجمہ و تشریح: ہمارے غم اور ہماری خوشی سب حق تعالیٰ کے حکم کے تابع اور غلام ہیں۔

گر او خواہد عینِ غم شادی شود
عینِ بند پائے آزادی شود

مولانا رومیؒ

ترجمہ: اگر حق تعالیٰ چاہیں تو ہمارے عینِ غم کو خوشی بنادیں اور ہمارے پاؤں کی بیڑی اور قید ہی کو آزادی بنادیں۔ اسی غلبۂ قدرت کا نام قدرتِ قاہرہ ہے جو خاص صفت ہے حق تعالیٰ جل شانہٗ کی۔

بے گاہ شد بے گاہ شد خورشید اندر چاہ شد
خورشید جان عاشقاں در حضرت اللہ شد

ترجمہ و تشریح: آفتاب غروب ہوگیا اور رات کی تاریکی میں عاشقانِ خدا کی روحوں کا خورشید (سورج) بارگاہِ حق میں روشن ہوگیا۔ یعنی ظاہری خورشید کے غروب ہونے سے رات کے اندھیرے میں روح کو ذکر کا لطف بڑھ جانے سے باطنی خورشید قربِ حق کے سبب روشن ہوگیا۔ صوفیائے محققین نے لکھا ہے کہ اندھیرے سے روح کو مناسبت زیادہ ہے اور روح کو جمعیت و یکسوئی تاریکی میں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ چناں چہ اسی بنیاد

پر بعض صوفیا بوقتِ ذکر کوئی رومال چہرہ اور سر پر ڈال لیتے ہیں اور بعض صوفیا حجرہ بند کر کے ذکر کا معمول رکھتے ہیں۔

مقامِ غمِ عشق و آہِ دل

خود کیست اندر راہِ دل کو را نباشد آہِ دل
کار آں دلے دارد کہ او غرقابۂ اللہ شد

ترجمہ و تشریح: جس قلب کو آہ کا مقام حاصل نہیں یعنی جس سینے میں دل درد آشنا نہیں اور شدّت درد سے خو گر آہ نہیں وہ دل اس لائق نہیں کہ محبوب اس میں راہ کر سکے، وہ دل اس کام کے لیے لائق ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں غرق ہو جاوے۔

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے
آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر

چوں غرقِ دریا می شوی دریات برسر می نہد
چوں یوسفے چاہے کہ او از چاہ سوئے جاہ شد

ترجمہ و تشریح: جب تو دریا میں غرق ہو جاتا ہے تو دریا تجھے اپنے سر پر رکھتا ہے اور جب سیدنا یوسف علیہ السلام کنویں میں ڈالے گئے تو وہ چاہ (کنواں) ان کی جاہ کا سبب بن گیا۔ مطلب یہ کہ جس فنائیت سے تو ڈرتا ہے وہی تیری بقا کا سبب ہے۔

قال را بگذار مردِ حال شو
پیش مردِ کاملے پامال شو

رومیؔ

ترجمہ: قال یعنی تکبر کو چھوڑدو اور صاحبِ حال بن جاؤ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مرد کامل کے سامنے اپنے کو مٹادو یعنی خودرائی ترک کرکے اس کی رائے پر چند دن عمل کرلو۔

نہ جانے کیا سے کیا ہوجائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

مولانا محمد احمد صاحبؒ

مشاہدۂ انوار در ذکر

بر چرخ سحر گاہ یکے ماہ عیاں شد
و از چرخ بزیر آمد و در ما نگراں شد

حلِّ لغت: سحر گاہ، شبِ آخر۔

ترجمہ و تشریح: نصف شب کے بعد ہم جو ذکر و نوافل میں مشغول ہوئے تو ایک چاند نمودار ہوا مراد اس سے حق تعالیٰ کی تجلّیٔ خاص ہے جو سالکین کو حالتِ ذکر میں کبھی منکشف ہوتی ہے اور وہ تجلّیٔ خاص آسمان سے نزول کرتی ہوئی ہمارے اندر داخل ہوگئی۔ مولانا اپنی کوئی خاص حالت اس شعر میں بیان فرماگئے۔ کبھی کبھی اللہ والے اپنی کسی حالت کو شکرِ نعمت کے طور پر یا غلبۂ حال سے بیان کرجاتے ہیں۔ چناں چہ اسی حالت کے متعلق حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

چوں باز کہ کبکے بر باید بگہے صید

بربود مرا از من وتا چرخ رواں شد

ترجمہ وتشریح: جس طرح کہ باز کبھی بڑے جانور کے شکار سے قطع نظر کرکے کوئی کبک (چھوٹی چڑیا) شکار کرلیوے اسی طرح وہ خاص تجلی نمودار ہوئی اور مجھے شکار کرگئی اور (مجھ سے مجھ کو جدا کرکے) یعنی عالمِ بے خودی میں مجھے آسمان تک لے کر اڑ گئی۔

درجاں چو نظر کردم و جز ماہ ندیدم

تا سرّ تجلّی ازل جملہ بیاں شد

ترجمہ وتشریح: میں نے جان کے اندر غور کیا تو سوائے اس تجلّیٔ خاص حق کے مجھے کچھ نظر نہ آیا یہاں تک کہ میری روح ایسی منور ہوگئی کہ وجودِ باری تعالیٰ کے بہت سے اسرار ظاہر ہوگئے۔

نُہ چرخ فلک جملہ دراں ماہ فروشد

کشتی وجودم ہمہ در بحر نہاں شد

ترجمہ وتشریح: حق تعالیٰ کا ایسا قربِ خاص عطا ہوا کہ اس تجلّیٔ قرب کے اندر سات آسمان اور عرش وکرسی سب منکشف معلوم ہوتے تھے اور اس وقت میرے وجود کی کشتی بحر قرب ومعرفت میں نہاں معلوم ہوئی۔

بارِ دگر آں قاضی حاجات ندا کرد

خیزید کہ آں فاتحِ ابواب در آں شد

ترجمہ وتشریح: قبض کے بعد بسط کی حالت کو بیان فرمایا کہ دوسری بار ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے جو قاضیٔ حاجات ہے آواز آئی یعنی الہام ہوا کہ اٹھو کہ وہ رحمت کے دروازوں کا کھولنے والا آگیا۔ یعنی قربِ خاص رحمتِ حق نے عطا فرمایا۔

اثباتِ قیامت از بہار

آمد بہارِ خرم و وقت نثار شد
سوسن چو ذوالفقار علی آبدار شد

ترجمہ و تشریح: موسم بہار تازہ آیا فدا ہونے کا وقت آیا (رونقِ چمن کے سبب) سوسن کا رخ شمشیرِ عریاں کی طرح آبدار ہوا (یعنی نکھر گیا) یہ شعر ادبِ فارسی کا کمال ظاہر کرتا ہے۔

اجزائے خاکِ حاملہ بودن ز آسماں
نہ مہہ گذشت حاملہ زاں بے قرار شد

ترجمہ و تشریح: موسمِ بہار میں آسمان کی بارش سے زمین حاملہ ہوئی یعنی نرم ہو کر پھول گئی اور ابھر گئی جس طرح زمانۂ حمل میں پیٹ ابھرتا ہے۔ پھر جس طرح نو ماہ پورے ہونے کے بعد حاملہ وضع حمل کے لیے بے قرار ہوتی ہے اسی طرح زمین موسمِ برسات میں پھولنے اور ابھرنے کے بعد اپنے اندر سے نباتات (برگ و گل و سبزہ) بے چین ہو کر اگا دیتی ہے۔

گلزار چرخ چوں کہ گلستانِ ما بدید
در رخ کشید پردہ بہ دل شرمسار شد

ترجمہ و تشریح: گلزارِ آسمان نے جب ہمارا یعنی زمین کے سبزہ و گل اور لہلہاتا چمن دیکھا تو دل میں شرمندہ ہو کر اپنے چہرے پر پردہ ڈال لیا (موسمِ برسات میں بادلوں سے آسمان چھپ جانے کی صورت کو اس لطیف انداز سے بیان فرمایا ہے۔)

آں خارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق
شد مستجاب دعوتا گلعذار شد

ترجمہ و تشریح: مولانا نے عجیب مضمون بیان فرمایا جو گناہ گاروں کے لیے نہایت امید اور تسلی کا ہے۔ فرمایا کہ موسمِ برسات میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ دیکھ کر خار نے بزبانِ حال فریاد کی کہ اے خدائے عیب پوش خلق یعنی اے مخلوق کے عیب چھپانے والے خدا! اور یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور یہ گریہ بھی بزبانِ حال تھا کہ خار مخلوق بے زبان ہے۔ پس خار کا یہ رونا اور فریاد کرنا قبول ہوا اور حق تعالیٰ کے کرم نے خار کی عیب پوشی اس طرح فرمائی کہ اس کے قریب ایسا پھول پیدا فرمادیا جس کی پنکھڑیوں نے خار کو اپنے دامن میں چھپالیا۔ نہایت عمدہ مضمون اس شعر میں ہے۔

زندہ شدند بارِ دگر کشتگانِ دے
تا منکر قیامتے بے اعتبار شد

ترجمہ و تشریح: خزاں کے مارے ہوئے اور قتل کیے ہوئے جو پودے مردہ ہوچکے تھے یعنی خشک ہو کر بے برگ و گل ہوچکے تھے یا زمین پر گرمی سے ایسے جل کر خاک ہوگئے تھے کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا۔ موسمِ بہار میں ابرِ و باراں سے ان کو دوبارہ حیات حق تعالیٰ سے عطا فرما کر منکرینِ قیامت کے قولِ انکار کو سراسر کذب اور نامعتبر قرار دے دیا۔

حقائقِ عشق و معرفت

باز شیرے با شکر آمیختند
عاشقاں باہم دگر آمیختند

ترجمہ و تشریح: شیر و شکر کو پھر ملادیا یعنی عاشقوں کو جو جدا ہوگئے تھے پھر ملادیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ جب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سے اچانک جدا ہو کر دمشق چلے گئے تھے اور پھر مولانا نے ان کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے پالیا اس لذّتِ وصال محبوب شیخ کو مولانا نے بیان فرمایا کہ میں شیر (دودھ) ہوں اور حضرت شمس شکر

ہیں، حق تعالیٰ کی رحمت نے شیر و شکر کو پھر ملادیا۔ دوسرے مصرعہ میں صاف واضح فرمادیا کہ دوعاشقانِ حق کو آپس میں جو جدا ہوگئے تھے دوبارہ حق تعالیٰ کے کرم نے ملا دیا۔

روز و شب را از میاں برداشتند
آفتابے باقمر آمیختند

ترجمہ و تشریح:اس شعر کا تعلّق اوپر کے شعر سے ہے کہ جس طرح زمین کے حائل ہوجانے سے چاند آفتاب کے نور سے محروم ہوکر سیاہ ہوجاتا ہے اور پھر حق تعالیٰ زمین کی حیلولت کو دور فرماکر سورج کے نور سے چاند کو روشن فرمادیتے ہیں تو چاند کے اس استفادۂ نور من الشمس کو وصل و ملاقات سے تشبیہ دے کر مولانا فرماتے ہیں کہ روز وشب سے مراد زمین ہے (یہ تسمیۃ الحال باسم المحل من قبیل مجاز مرسل ہے) آفتاب اور چاند کے درمیان سے زمین کی آڑ بنا کر آفتاب اور قمر کو جس طرح باہم وصال عطا فرماتے ہیں یعنی استفادۂ نور کا موقع عطا فرماتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ کے کرم نے مجھ کو حضرت شمس تبریز سے ملا کر استفادۂ نورِ باطنی کا موقع عطا فرمایا۔

رنگِ معشوقاں و رنگِ عاشقاں
جملہ ہمچوں سیم و زر آمیختند

ترجمہ و تشریح: محبوب کا رنگ مثل چاندی اور عاشق کا رنگ مثل سونے کے ہوتا ہے کیوں کہ عاشق غمِ مجاہدہ سے پیلا ہوتا ہے پس یہ ملاقات میری اور حضرت شمس کی ایسی ہے جیسے کہ سونے اور چاندی کو باہم ملا دیا ہے۔ چوں کہ مولانا کو حضرت شمس کی جدائی سے بہت صدمہ پہنچا تھا اس لیے اپنی زردروئی کو زر سے تشبیہ دی۔

چوں بہارِ سرمدئ حق رسید
شاخِ خشک و شاخِ تر آمیختند

ترجمہ و تشریح:جب حق تعالیٰ کی طرف سے بہارِ سرمدی (دائمی) آپہنچی تو شاخِ خشک

اور شاخِ تر کو آپس میں ملا دیا۔ مولانا نے اپنے غمِ فراق زدہ جسم کو شاخِ خشک سے اور حضرت شمس کو شاخِ تر سے تشبیہ دیا۔

دعائے رومی رحمۃ اللہ علیہ برائے عاشقانِ حق تعالیٰ شانہٗ

دولتِ عشاق او پایندہ باد
نُہ فلک بر عاشقاں را بندہ باد

ترجمہ و تشریح: مولانا عاشقانِ حق کے لیے دعا فرماتے ہیں کہ اے خدا! اپنے دردِ محبت کی جو دولت آپ نے اپنے عاشقوں کو بخشی ہے وہ ہمیشہ باقی رہے۔

جان قربت دیدہ را دوری مدہ

ترجمہ: جس جان نے آپ کے قرب کا مزہ چکھ لیا ہے اس کو دوری کا عذاب نہ دیجیے۔

مرے دوستو سنو غور سے یہ صدائے اخترِ بے نوا
نہ ہو ذکرِ حق نہ ہو فکرِ حق تو یہ جینا جینا حرام ہے

اور نو آسمان یعنی سات آسمان اور دو عرش و کرسی آپ کے عاشقوں کے لیے غلام رہیں۔ اس کی شرح یہ ہے کہ متقی بندے عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ہوں گے جیسا کہ قرآن پاک میں منصوص ہے۔ پس جب وہ حق تعالیٰ کے پاس ہوں گے تو عرش پر ہوں گے اور مکین مکان سے افضل ہوتا ہے لہٰذا متقی بندے یعنی اولیائے کرام عرش سے بھی افضل ہوئے۔ پس دعا در اصل عاشقانِ حق کے تقویٰ کی سلامتی کی ہے تاکہ وہ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ کا مقام حاصل کرسکیں یعنی عرش پر اپنے رب کے ہم قرین ہوں۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ، فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ

بوستانِ عاشقاں سرسبز باد
آفتابِ عاشقاں تابندہ باد

ترجمہ و تشریح: مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! عاشقوں کا باغِ قربِ و معرفت جو ان

کے قلب و روح میں سرسبز و شاداب رہتا ہے ہمیشہ نورِ تقویٰ سے سرسبز رہے اور معاصی کے ظلمات اور نارِ شہوت سے محفوظ رہے اور عاشقانِ خدا کے باطن میں نورِ خدا کا سورج ہمیشہ روشن رہے۔

بلبلِ دل تا ابد سرمست باد
طوطیٔ جاں ہم شکر خایندہ باد

ترجمہ و تشریح:اور اے خدا! آپ کے عاشقوں کا دل جو مثلِ بلبل آپ کے گلہائے باغِ قرب پر شیدا ہے ہمیشہ آپ کا سرمست رہے اور اے خدا! آپ کے عاشقوں کے جان کی طوطی ہمیشہ آپ کے ذکر کی شکر کھانے والی رہے۔

تا قیامت ساقیٔ باقی و عشق
جام برکف سوئے ما آیندہ باد

ترجمہ و تشریح:اور اے خدا! قیامت تک میرا ساقی مئے معرفت یعنی حضرت شمس تبریز باقی رہیں اور ان کی طرف سے ہماری طرف ہمیشہ جامِ عشق آتا رہے۔

ما اگر خشک و نزار و لاغریم
برسرِ ما فضل او بارندہ باد

ترجمہ و تشریح:ہم دین کے اعتبار سے اگر خشک اور کمزور و نحیف ہیں تو ہمارے سر پر حق تعالیٰ کی عنایات کی بارش ہوتی رہے یعنی ہماری باطنی زمین بوجہ خشک ہونے کے عنایاتِ حق کی بارش کی زیادہ محتاج ہے۔

ما اگر بے دست و پائے عاجزیم
رحمتِ او کارِ ما سازندہ باد

ترجمہ و تشریح:ہم اگر بے دست و پا اور عاجز ہیں تو حق تعالیٰ کی رحمت ہمیشہ ہمارا کام بنانے والی رہے۔

شمس تبریزے خرام اندر چمن
کہ چنیں دولت ترا پایندہ باد

ترجمہ و تشریح: اے شمس تبریز! حق تعالیٰ کی معرفت کے چمن میں ٹہلیے اور بہارِ قرب حق کی یہ دولت جو آپ کے باطن میں ہے ہمیشہ باقی رہے۔

حیاتِ سرمدئ جانِ عاشقاں

تا ابد از دوست سبز و تازہ ایم
ایں بہارے نیست کو را دے رسد

ترجمہ و تشریح: قیامت تک حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمتِ لازوال سے ہم سبز و تازہ ہیں۔ یہ بہارِ قربِ حق بہارِ دنیاوی نہیں ہے جس کو خزاں ختم کرسکے۔

باشد ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی محبت کا بازار تو ہر دم گرم تر رہتا ہے برعکس دنیاوی خوباں کا بازار کہ زوالِ حسن سے ان کے عاشقوں کا بازارِ عشق سرد پڑجاتا ہے۔

گیا حسنِ خوباں دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

رنگِ تقویٰ رنگِ طاعت رنگِ دیں
تا ابد باقی بود بر عابدیں

رنگِ شک و رنگِ کفران و نفاق
تا ابد باقی بود برجانِ عاق

ترجمہ: تقویٰ اور طاعت اور دین کا رنگ عاشقانِ حق کی جانوں پر قیامت تک باقی رہے گا اور کفر و شک اور نفاق کی ظلمت کا رنگ نافرمانوں کی جانوں پر ہمیشہ رہے گا۔

من بمردم زیں حیاتِ منقضی
تا حیاتِ باقیم در پے رسد

ترجمہ و تشریح: میں نے اپنے نفس کو مردہ کرلیا ہے یعنی اس حیاتِ فانی کے تقاضائے شہوانیہ کو مغلوب کالعدم کردیا پس میں زندہ رہتے ہوئے بھی گویا مردہ ہوں لیکن یہ افنائے نفس چوں کہ حق تعالیٰ کی مرضی کے لیے ہے جو باقی ذات ہے لہٰذا یہ فنا سبب بقا کا ہوگیا:

مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ

جس نے مَا عِنۡدَكُمۡ کو مَا عِنۡدَ اللّٰهِ پر فدا کردیا وہ اور اس کا فدا کردہ سب باقی ہوگیا۔ وہ ایسے باقی ہیں کہ ان سے تعلّقِ کامل رکھنے والا بھی دولتِ بہارِ لازوال باقیہ سے مالامال ہوجاتا ہے۔

عاشقاں پیدا و دلبر ناپدید
در ہمہ عالم چنیں عشقے کہ دید

ترجمہ و تشریح: عاشقانِ خدا تو ظاہر ہیں اور محبوبِ حقیقی حق تعالیٰ شانہٗ مستور ہیں۔ کائنات میں ایسا عشق کس نے دیکھا ہے یعنی ہمارے اعمال وضو، نماز، روزہ، حج اور جہاد وغیرہ تو ظاہر ہیں اور جن کے لیے ہمارے جان ومال فدا ہوتے ہیں وہ ذاتِ پاک نگاہوں سے مخفی ہے۔ بجز اس عشقِ حقیقی کے دنیا میں ایسے عشق کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ محبوب کو دیکھے بغیر اس پر جان ومال فدا کیے جاتے ہوں۔

آثارِ غمِ محبوبِ حقیقی

نارسیدہ یک لبے بر لعل دوست
صد ہزاراں روح بر لب ہا رسید

ترجمہ و تشریح: محبوبِ حقیقی تک نارسائی کے سبب سو ہزار روحیں شدتِ غمِ فراق سے عاشقوں کے لبوں تک پہنچ گئیں۔

ناگرفتہ در کنار او را یکے
صد ہزاراں جاں ز قالب ہا رسید

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کی ایک ذات ایسی ہے کہ ان سے جدائی میں صد ہزار جانیں اپنے اپنے قالب سے یعنی ابدان سے جدا ہو چکی ہیں۔

ناکشیدہ دامنِ معشوقِ غیب
دل ہزاراں محنت و ضربت کشید

ترجمہ و تشریح: جو محبوبِ حقیقی سے دور ہے اس کے دل پر دنیا کے ہزاروں فکر و غم کی مار پڑتی رہتی ہے، لہٰذا

غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ بن جائے

یعنی صرف حق تعالیٰ کے تعلّق ہی سے قلب کو سکون مل سکتا ہے۔

از وصالش نا چشیدہ شربتے
صد ہزاراں زہر ہر عاشق چشید

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کی راہ میں حصولِ رضا کی خاطر ہر عاشق نے مجاہدات کے سو ہزار زہر چکھے۔ یعنی نفس کی لذّت کو ترک کرنے کا غم برداشت کیا۔

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

مجذوبؔ

ہزار خون تمنا ہزار ہا غم سے
دلِ تباہ میں فرمانروائے عالم ہے

اخترؔ

ناشگفتہ از گلستانش گلے
صد ہزاراں خار در سینہ خلید

ترجمہ و تشریح: جس عاشق کا پھول حق تعالیٰ کے بہارِ گلستاں سے نہ شگفتہ ہوا ہو ہزار کانٹے اس کے سینے میں چبھ گئے۔

خارِ او از جملہ گلہا دست برد
قفل او دلکش ترست از صید کلید

ترجمہ و تشریح: جس خار کو ان کے باغ سے نسبت ہے وہ بوجہ بے نیازی اپنا ہاتھ گلوں سے ہٹالیتا ہے۔ اور محبوبِ حقیقی کا تو قفل بھی سینکڑوں کنجیوں سے زیادہ دلکش ہے۔

دربیانِ مقامِ قربِ حقیقی

ردِ او بہ از قبولِ دیگراں
لعل و مروارید سنگش را مرید

ترجمہ و تشریح: محبوبِ حقیقی کا رد فرمانا دوسروں کے قبول کرنے سے بہتر ہے اور لعل و موتی اس کے سنگِ در کے مرید ہیں۔

ایں سعادت ہائے دنیا ہیچ نیست
آں سعادت جو کہ دارد بوسعید

ترجمہ و تشریح: دنیا کی یہ سعادتیں اور راحتیں کچھ نہیں ہیں وہ سعادت تلاش کرو جو حضرت بوسعید رحمۃ اللہ علیہ (باطن میں) رکھتے ہیں یعنی تعلق مع اللہ کی دولت تلاش کرو۔

قد بالائے کہ عشقش بر فراشت
در گذشت از کرسی و عرشِ مجید

ترجمہ و تشریح: حضرت بوسعید کے عشقِ حقیقی نے جو قد مرتبت اٹھایا تو اس کا سر اعرش و کرسی سے آگے بڑھ گیا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی شان یہ ہوتی ہے ۔

جسمِ عارف بر زمیں چو کوہِ قاف
روحِ او سیمرغ بس عالی طواف

ترجمہ: ان کے جسم تو زمین پر کوہِ قاف ہیں اور ان کی روح حق تعالیٰ کا طواف کرتی ہوتی ہے۔

نظر وہ ہے جو اس کون و مکاں کے پار ہوجائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے بے کار ہوجائے

از مضیق جسم چوں یابی خلاص
بے تجدد عالمے یابی جدید

ترجمہ و تشریح: اس جسم سے جب خلاصی ہوگی تو ایک نیا عالم پاؤگے جو بے کیف و کم ہوگا۔ مراد عالمِ قربِ حق ہے۔

ہے خمش کن عالم السر حاضر ست
نحن اقرب گفت من حبل الورید

ترجمہ و تشریح: اب مولانا فرماتے ہیں ارے خاموش رہو عالم سر تو عالمِ حاضر ہے کیوں کہ حق تعالیٰ نے فرمادیا ہم تم سے تمہاری رگِ جان سے قریب تر ہیں۔ پس یہ عالمِ غیب معناً عالم شہادت بھی ہے۔

کیمیائے کیمیا ساز ست عشق
خاک را گنجِ معانی می کند

ترجمہ و تشریح: عشقِ حقیقی ایسا کیمیا ہے کہ عاشقِ حق کو کیمیا ساز بنادیتا ہے یعنی اس کی صحبت کی برکت سے کتنے رندہ باد خراب تائب ہوکر اولیاء اللہ بن جاتے ہیں اور عشقِ حق انسانِ خاکی کو معرفت کا خزانہ بنادیتا ہے نیز دردِ محبت سے جو مضمون بیان کرتا ہے اس میں اثر ہوتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

وہ دردِ محبت مخفی کرنا چاہے بھی تو اس کی خوشبو عالم میں اڑ کر رہتی ہے۔

کہیں ظاہر نہ کرے آہ مرا دردِ نہاں
عمر گزری ہے مری منتِ اخفاء کرتے

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہوکر

چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پر وہی اختر ہو کر

بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ نے خدائے پاک سے ذرۂ دردِ دل مانگا تھا۔

ذرۂ دردِ دلِ عطار را

ترجمہ: اے خدا! عطار کو اپنی محبت کے درد کا ایک ذرہ عطا فرما۔

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفۂ ارشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں یہی مصرعہ پڑھا تھا یعنی۔

ذرۂ دردِ دلِ عطار را

اس مقام کی مناسبت سے احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہو آزاد فوراً غمِ دوجہاں سے
ترا ذرۂ درد گر ہاتھ آئے

تب دلوں میں چراغ جلتے ہیں
جب کوئی دل سے آہ کرتا ہے

دردِ دل کے سراغ ملتے ہیں
جب کوئی ان سے چاہ کرتا ہے

احقر تقریباً چالیس (۴۰) برس کی عمر تک تقریر پر قدرت نہ پاتا۔ اگر مجبوراً کبھی بیان کرنا ہوا تو زبان خشک ہو جاتی، نہایت صدمہ رہتا تھا، حق تعالیٰ سے دعا کرتا تھا۔ ایک بار میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے مدینہ منوّرہ میں احقر سے فرمایا کہ آج تم کو وعظ کہنا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کے سامنے تو یہ زبان اور بھی گنگ ہو جاوے گی۔ حکم فرمایا کہ نہیں بیان کرو۔ احقر نے توکلاً علی اللہ

صاحبِ خانہ مولانا احمد عبداللہ میمنی کے یہاں کچھ دیر ایک مضمون بیان کیا۔ مولانا موصوف بیمار اور غم زدہ تھے، کچھ اور پریشانیاں بھی تھیں، احقر نے مضمون میں اس کی رعایت رکھی، ناظرینِ کرام کے لیے اس سے صرف ایک بات جو یاد آرہی ہے کچھ اضافہ سے پیش کررہاہوں۔

بعد حمد وخطبہ! ہمارے اوپر جو حالات خیر یا شر، راحت یا تکلیف کے آتے ہیں وہ محض اتفاقی نہیں ہیں جیسا کہ ہم آپس میں کہتے ہیں کہ اتفاق سے یہ ہوگیا، اتفاق سے وہ ہوگیا۔ دراصل یہ حالات حق تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمت کے تحت ہماری تربیتِ جسمانی وروحانی کی مصلحت سے بھیجے جاتے ہیں۔ اور رب العالمین کے بعد اپنی صفت الرحمٰن الرحیم بیان فرماکر یہ بتادیا کہ اپنی پوری زندگی میں میری ربوبیت کی ہر شان کے اندر میری رحمت کا اعتقاد رکھنا اگرچہ صورتاً وہ تکلیف کی صورت میں نمودار ہوں مگر وہ واقعات غم وصدمہ بھی تمہاری تطہیر، عفوِ گناہ اور ترقیٔ درجات کے لیے آتے ہیں۔

که بلائے دوست تطہیر شماست

دوست کی جانب سے بلا ہماری پاکی کے لیے ہوتی ہے۔ اور کبھی

ایں بلا دفع بلا ہائے بزرگ

یہ بلا کسی بڑی بلا کو دفع کرنے کے لیے آتی ہے۔ نیز غمزدہ دل سے جو دعا نکلتی ہے وہ عجیب درد سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی نگاہِ رحمت اس پر خاص ہوتی ہے۔ احقر کا شعر ہے۔

اے ٹوٹے ہوئے دل تری فریاد کا عالم
اے ٹوٹے ہوئے دل پہ نگاہِ کرم انداز

حضرتِ اقدس نے اس وقت سکوت فرمایا مگر اپنے بھائی کو جو کراچی میں مقیم ہیں خط لکھا کہ تم اپنے گھر گاہ گاہ اختر کا وعظ کرایا کرو۔ اس سے احقر کو نہایت خوشی ہوئی کہ حضرتِ شیخ کی پسندیدگی اس خط سے ظاہر ہوئی۔ بہر حال حضرتِ اقدس کی کرامت اور دعا ہے کہ یہ عبدِ بے مایۂ علم وعمل وعظ کہنے لگا لیکن اب بھی اپنے اختیار میں کچھ نہیں حق تعالیٰ کی

توفیق ہی سے وعظ ہوتا ہے۔ بعض اوقات خود چاہتا ہوں کچھ نہیں آتا۔ مٹی کا ڈھیلا کیا بول سکتا ہے۔ فیضِ مرشدِ کامل کو احقر نے اس طرح شعر میں پیش کیا ہے ؎

مجبور تھا ضمیر کے اظہار سے لیکن
مجمع میں تیرے درد نے پہروں بلادیا
ویرانۂ حیات میں درد نہاں کا گنج
اختر کو دے کے درد کا حامل بنادیا
تجھ سے روشن ہیں جہاں درد کے شمس و قمر
اے امام دردِ دل اے راہ بر دردِ جگر

اخترؔ

گہہ چو روح اللہ فہی بے می شود
گہہ خلیلے میزبانی می کند

ترجمہ و تشریح: عشق عاشقانِ حق کے لیے کبھی تو طبیب بن جاتا ہے اور کبھی میزبان بن کر غذائے روحانی دیتا ہے۔

شوق چو موسیٰ نمی گردد خمش
گر سماعِ لن ترانی می کند

عشق کی خاصیت یہ بھی ہے کہ عاشقوں کو آوازِ لن ترانی سننے کے باوجود شوق کم نہیں ہوتا۔

دربیانِ ثمرۂ مجاہدات وعطائے حق

اندریں طوفاں کہ خون ست آبِ او
لطف خود را نوحِ ثانی می کند

ترجمہ و تشریح: جب عاشقوں کا خون پانی ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے اشک کی صورت

میں مثل طوفان بہہ پڑتا ہے تو عشق اپنے لطف کو نوحِ ثانی بنا کر عاشق کو کشتیٔ امن عطا کرتا ہے۔

اشک خون است و بہ غم آبے شدست

مثنوی میں مولانا نے فرمایا ہے کہ آنسو دراصل خون ہوتا ہے مگر غم سے پانی ہو جاتا ہے۔

روز و شب شوریدگانِ عشق را
چوں محمد پاسبانی می کند

ترجمہ و تشریح: اور روز و شب اپنے شوریدگانِ عشق کی پاسبانی کرتا ہے۔

بانگ انا نستعین ما شنود
کرد اجابت مستعانی می کند

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ نے ہم سے انا نستعین (اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ) سنا اور قبول فرما کر ہماری استعانت فرماتے رہتے ہیں۔

ہر کسے را حصہ دادی عجب
خار با گل ہمعنانی می کند

ترجمہ و تشریح: ہر شخص کو حق تعالیٰ نے اپنی رحمت و قرب و محبت و معرفت سے حصہ دیا ہے اور خار و گل کو ہمعنان (ہم جلیس و ہم سفر) بنا رکھا ہے۔ یعنی اہل اللہ کو اور ان کے طالبین کو ایک ساتھ رکھا ہوا ہے حالاں کہ طالبین میں بعض بہت ناقص مثل خار ہوتے ہیں۔

آثارِ اسرارِ عشق

ہر کرا اسرارِ عشق اظہار شد
رفت یارے از بقا بے زار شد

ترجمہ و تشریح: جس بندے پر حق تعالیٰ اپنی محبت کا راز ظاہر فرماتے ہیں وہ حق تعالیٰ ہی

کے ذکر و فکر کو عزیز سمجھتا ہے اور اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو مرضیاتِ الٰہیہ کے تابع کر کے مقامِ فنائیت حاصل کرلیتا ہے اور یہی بقا سے بے زاری ہے کہ۔

تو مباش اصلًا کمال ایں ست و بس
رود رو گم شو وصال ایں ست و بس

ترجمہ: تو اپنے کو مٹادے اور کچھ باقی نہ رہے بس یہی تیرا کمال ہے، جا اور ان کے اندر گم ہوجا یہی تیرا وصال ہے۔

شمع افزوں را بروزِ آفتاب
بنگرش چوں باطل الآثار شد

ترجمہ و تشریح: جب حق تعالیٰ کا نور قلب میں پیدا ہوجاتا ہے (ذکر و فکر اور صحبتِ شیخ کے فیضان سے) تو جس طرح آفتاب کے سامنے چراغ بے نور معلوم ہوتا ہے اسی طرح تمام کائنات اور موجودات عارف باللہ کی نگاہوں سے کالعدم ہوجاتی ہے۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

مجذوبؔ

اس مقام کے مناسب احقر کے دو اشعار فارسی ملاحظہ ہوں۔

درونِ قلب چو بے پردہ یار مہرباں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید
چو دردِ عشق یار ما گہے اندر بیاں آید
ز لبہائے ہمہ عالم ز دردِ ما فغاں آید

ترجمہ: جب حق تعالیٰ کا خاص قربِ قلب محسوس کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی اور جب دردِ محبت سے حق تعالیٰ کی محبت کو بیان کرتا ہوں تو کائنات والوں کے لبوں سے نالہ و فریاد جاری ہوتا ہے۔

چو بگریم خلقہا گریاں شود
چو بنالم خلقہا نالاں شود

از مثنوی اختؔر

ترجمہ: جب میں روتا ہوں تو ایک مخلوق میرے ساتھ شریکِ گریہ ہوتی ہے اور جب میں نالہ کرتا ہوں تو ایک مخلوق میرے ساتھ ہم شریکِ نالہ ہوتی ہے۔

جوئے جویاں ست و پویاں سوئے بحر
عاقبت زاں غرق دریا بار شد

حلِّ لغات: دریابار: بڑے دریا کو کہتے ہیں۔ بحر: فارسی میں دریا کو کہتے ہیں۔

ترجمہ و تشریح: نہر ڈھونڈنے والی ہے اور دریا کی طرف دوڑنے والی ہے اور اس سعی مسلسل کا ثمرہ یہ ملتا ہے کہ انجام کار وہ نہر بڑے دریا سے جاملتی ہے۔ اس شعر میں وصول الی اللہ کو اس مثال سے سمجھایا ہے کہ اگر تم مسلسل طریق طے کرتے رہو گے تو ایک دن ضرور واصل ہو جاؤ گے۔

گر ز چاہے می کنی ہر روز خاک
عاقبت اندر رسی در آب پاک

مثنوی رومؔی

ترجمہ: اگر ہر روز کسی کنویں سے مٹی نکالتے رہو گے تو ایک دن ضرور پانی تک رسائی نصیب ہو جائے گی۔ مطلب یہ کہ لگن اور دھن سے ذکر اور فکر میں لگے رہو تو کام ضرور بن جائے گا۔

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

حضرت سرمد فرماتے ہیں۔

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد

یا تن برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد

ترجمہ: اے سرمد! شکوہ وگلہ کو مختصر کرنا چاہیے اور ایک کام ان دو کاموں سے کر ہی لینا چاہیے یا تو تن کو رضائے دوست میں مجاہدہ وریاضت سے فدا کردینا چاہیے یا پھر یار کی محبت کے دعویٰ سے دستبردار ہوجانا چاہیے۔

در بدو مقصود گل بنمود روئے
جملہ گلہا بر در او خار شد

ترجمہ وتشریح: اگر وہ محبوبِ حقیقی کسی قلب وروح میں تجلّیٔ قرب دکھائے تو جملہ عالم نگاہوں میں بے قدر معلوم ہوگا یعنی اس گل کے سامنے تمام گلہائے کائنات خار معلوم ہوں گے۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

بلکہ اللہ والے اپنی باطنی بہار کی رونق سے جہاں پہنچتے ہیں ساری محفل پہ چھا جاتے ہیں اور ان کا دردِ محبت سب کو محوِ حیرت کرتا ہے۔

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

ترغیبِ مجالستِ مرشد شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

ہمچو من شو در ہوائے شمس دیں
آں صبا کز وے دلم گلزار شد

ترجمہ و تشریح: حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری طرح اے مخاطب! تو بھی منارۂ عشق و معرفت میرے مرشدِ شمس الدین تبریزی کا عاشق ہو جا کیوں کہ میرا مرشد مثل صبا کے ہے کہ جس کے فیض سے میرا دل گلزار ہو رہا ہے یعنی جس طرح بادِ نسیم کی چھیڑ سے کلیاں چمن میں چٹک کر اپنی خوشبو کی سیل توڑ کر فضائے چمن کو معطر کرتی ہیں اسی طرح مرشد کامل کا فیض مثل نسیم سحر ہمارے قلب وروح کی اس سربستہ دردِ محبت ازلی کی سربہ مہر خوشبو کی سیل توڑ دیتا ہے جو ساقئِ ازل نے عالمِ ازل میں ودیعت فرمائی تھی۔

کہیں کون و مکاں میں جو نہ رکھی جاسکی اے دل
غضب دیکھا وہ چنگاری مری مٹی میں شامل کی

اس مقام کی شرح کے لیے احقر کی فارسی مثنوی اختر کے تین اشعار ملاحظہ ہوں۔

عمر تو گر بے رفیقے شد تمام
ایں ہلال تو نہ شد ماہِ تمام

بوئے خوش از غنچہ کے آمد بروں
تا نہ شد پیشِ نسیمے سرنگوں

غنچہ را ایں کرّ و فر در انجمن
ہست از فیضِ نسیمے در چمن

ترجمہ: اگر بغیر مرشد عمر گزارے گا تو تیرا ہلال بدرِ کامل نہ بن سکے گا یعنی تیری ناقص حالت کامل نہ ہوسکے گی۔ خوشبو غنچہ سے کب باہر نکلتی ہے جب تک کہ نسیمِ سحر کے

سامنے زانوئے ادب نہ تہہ کرے۔ غنچہ کو یہ شان و شوکت محفلوں میں جو حاصل ہو رہی ہے (کہ بڑے بڑے معزز لوگوں کی گردنوں میں پھولوں کے ہار پڑے ہوئے ہیں) یہ نسیم سحر کے فیضان ہی کا اثر ہے جس نے چمن میں کلیوں کو شگفتہ کیا۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اس مقام کے خوب مناسب حال ہے۔

بوئے گل سے یہ نسیم سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آ سیر کو چل

شبلی نعمانی

در فوائدِ تاخیرِ کامیابی و کلفتِ انتظار

ہر کہ بہر تو انتظار کند
بخت اقبال را شکار کند

ترجمہ و تشریح: جو شخص کہ طریق میں تعجیل نہ کرے اور خدائے پاک کے فضل و رحمت کا امیدوار و منتظر رہتے ہوئے ذکر و فکر میں لگا رہے تو دراصل اس شخص کا نصیبہ اقبال مندی کا شکار کرتا ہے۔

بہر باراں چو دشت منتظر ست
سنگ را لعل آبدار کند

ترجمہ و تشریح: وادی دشت و کوہ جب بارش کا انتظار کرتی ہے تو فیضانِ رحمتِ باراں سنگ کو لعل آبدار کر دیتا ہے۔ پس سالک کو بھی انتظارِ رحمت و فضل کرنا چاہیے تاخیرِ عطا سے جلد شکستہ و آزردہ نہ ہونا چاہیے۔ بس کام میں لگا رہے ثمرہ کی طرف توجہ ہی نہ کرے کہ اس راہ میں توفیقِ ذکر خود ثمرۂ عظمیٰ ہے۔ کیا یہ معمولی انعام ہے کہ ہماری زبان سے ان کا نام پاک جاری ہو اور جب کہ ہر اللہ کہنے کے اندر حق تعالیٰ کی طرف سے اسی میں بہت سے لبیک بھی پوشیدہ ہیں۔

زیر ہر اللہ تو لبیک ہاست
ایں نیاز و سوز و دردت پیکِ ماست

مثنوی رومی

ترجمہ: اے ذاکرِ حق! جب تو اللہ کا نام لیتا ہے تو اس کے اندر حق تعالیٰ کی طرف سے بہت سے لبیک موجود ہیں کیوں کہ تیرا اللہ کہنا قبول نہ ہوتا تو دوسری مرتبہ تجھے اللہ کہنے کی توفیق نہ ہوتی۔ پس اللہ اللہ کا ذکر کرنا ہی دلیل ہے کہ ہر اللہ کہنا تیرا قبول ہو رہا ہے۔

حکایت

ایک بزرگ نے اپنے مرید سے فرمایا کہ: ہم کو معلوم ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ ہم کو یاد فرماتے ہیں۔ مرید نے کہا: یہ کس طرح؟

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں بھی اسے یاد کرتا ہوں، اگر تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اکیلے یاد کرتا ہوں، اگر کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر فرشتوں کی مجلس میں کرتا ہوں۔ پھر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب مجھے ذکر کی توفیق ہوتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس وقت حق تعالیٰ مجھے یاد فرما رہے ہیں۔

ز انتظار جنین درون رحم
نطفہ را شاہ گلعذار کند

ترجمہ و تشریح: یہ انتظار ہی کی برکت ہے کہ رحمِ مادر میں نو ماہ جنین انتظار کرتا ہے اور یہ انتظار اس نطفہ کو شاہ گلعذار کرتا ہے۔

کہ کردست بر آب صورت گری
دہد نطفہ را صورتے چوں پری

ترجمہ: کون ہے وہ جس نے پانی پر صورت گری کی ہے اور نطفہ کو پری جیسی صورت عطا کرتا ہے۔

انتظارِ حبوب زیر زمیں
ہر یکے دانۂ ہزار کند

ترجمہ و تشریح: زمین کے نیچے دانہ انتظار کرتا ہے اور یہ انتظار اسی ایک دانہ کو ہزار دانہ کرتا ہے۔ ان تمام اشعار کی تشریح پیچھے گزر چکی ہے۔

بے کران ست فضل منتظرش
راندہ را لائقِ کنار کند

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کا فضل منتظر بے پایاں و لامتناہی ہے جو راندۂ دربار کو درباری اور مقبول کرتا ہے۔ چناں چہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جن کے ابتدائی حالات خراب تھے اور پھر حق تعالیٰ کی رحمت سے ان کو توفیقِ توبہ ہوئی اور وہ مقبولِ بارگاہ ہوگئے اور بعضے پیشوائے راہ بھی ہوگئے۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخر اولیا

انتظارِ صبی سوئے استاد
مکسبِ علم بے شمار کند

ترجمہ و تشریح: بچے کا استاد کی طرف انتظار علم بے شمار اس کو عطا کرتا ہے۔ یہاں بھی مفہوم وہی ہے جو پچھلے ایک شعر میں گزر چکا ہے یعنی استاد کے مشورہ سے تعلیم کی محنت جاری رکھے اور عجلت نہ کرے ایک دن علم بے شمار حاصل ہوگا۔ مولانا کا ہر شعر میں نئی نئی مثالوں کا مقصد طالب علم کی ہمت بڑھانا ہے اور تعلیمِ استقامت دینا ہے کیوں کہ اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ استقامت کرامت سے افضل ہے۔

ز انتظاراتِ شمس تبریزی
تیر و ناہید و مہہ دوار کند

حل لغات: تیر: ستارہ عطارد۔ ناہید: ستارہ زہرہ کہ تیسرے آسمان پر روشن ہے۔

دوار: بہت گردش کرنے والا۔

ترجمہ وتشریح: اب مولانا اپنے مرشد حضرت شمس تبریزی کی تعلیم وتربیت وفیضِ باطنی کو بیان فرماتے ہیں کہ شمس الدین تبریزی کے ساتھ رہنا اور مجاہدات برداشت کرنا اور الطاف وعنایاتِ غیبیہ کا منتظر رہنا ستارہ عطارد وزہرہ اور چاند کی طرح گردش کرنے والا کرتا ہے یعنی ایسی قوی نسبت عطا ہوتی ہے کہ کائنات میں خلقِ کثیر اس سے استفادۂ باطنی کرتی ہے۔

انتظار: لغت میں چیزے را چشم داشتن یعنی کسی چیز پر امید رکھنے کو کہتے ہیں۔

انتظار سے متعلق جس قدر اشعار ہیں ان سے یہ تعلیم دینا ہے کہ سالک کو حق تعالیٰ کے فضل کی امید پر کام میں لگے رہنا چاہیے کیوں کہ بہت سے نادان سالکین کچھ دن راستے پر چلے اور پھر مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ مولانا نے اس حماقت وجہل پر تنبیہ فرمائی ہے۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

دربیانِ لذتِ ذکر اللہ کہ از ہمہ لذّاتِ دوجہاں اشد والذ باشد

اے دوست شکر خوشتر یا آں کہ شکر سازد
خوبی قمر بہتر یا آں کہ قمر سازد

ترجمہ وتشریح: اے دوست! شکر زیادہ بہتر ہے یا وہ جو شکر ساز ہے یعنی شکر کا خالق زیادہ بہتر ہے یا شکر؟ اور قمر کا حسن زیادہ بہتر ہے یا وہ جو قمر ساز ہے یعنی جو قمر کا خالق ہے وہ زیادہ حسین ہے یا قمر؟

اس شعر میں تعلیم ہے کہ نعمت کو منعم سے افضل مت سمجھو اور کفار

ومشرکین کی طرح نعمتوں میں مشغول ہو کر نعمت دینے والے کو مت بھولو۔ بقول اکبر الہ آبادی ؎

آسمان پر جھولو مگر خدا کو مت بھولو
بھول بیٹھے اہلِ یورپ آسمانی باپ کو
اور سمجھے باپ اپنا برق کو اور بھاپ کو

حکایت

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی انگریز نے کہا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خاص بندے تفکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں۔ تو مولانا! آپ لوگ کہاں اس پر عمل کرتے ہیں اور کرتے بھی ہیں تو بس سرسری اور اجمالی طور پر اور ہم لوگ رات دن تحقیقات میں کروڑوں روپیہ خرچ کرتے ہیں اور چاند پر پہنچنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

مولانا نے جواب دیا کہ شاہی محل میں دو طرح کا داخلہ ہوتا ہے۔ ایک تو شاہی مہمان داخل ہوتا ہے تو وہ اپنا مقصود شاہ کی ملاقات کو سمجھتا ہے اور شاہی محل کے نقش و نگار اور وہاں کی آرائش کے تمام متاع و اسباب کو اجمالی اور سرسری نظر سے دیکھتا گزرتا ہوا شاہ تک پہنچ کر شاہ کا ہم نشین ہو کر شاہ سے مصافحہ اور ملاقات کا شرف اور اعزاز حاصل کرتا ہے۔ اور ایک داخلہ چور کا ہوتا ہے۔ چور جب داخل ہوتا ہے تو اس کا مقصد شاہ سے ملنا نہیں ہوتا بلکہ شاہ کے مال و متاع کو چُرانا مقصود ہوتا ہے اور اسی مقصد کے پیشِ نظر وہ شاہی محل کے ہر کمرے میں گھستا ہے اور ہر چیز کو غور سے دیکھتا ہے۔ پس مسلمان کا مقصد کائنات میں خالقِ کائنات کی رضا حاصل کرنا ہے اس لیے وہ اجمالی نظر سے دیکھ کر عظمتِ الٰہیہ پر استدلال کرتا ہوا اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اور کفارِ یورپ کا دائرۂ فکر صرف مخلوقات تک ہے۔ خالقِ کائنات سے ان کا رشتہ کٹا ہوا ہے اور اللہ والے تمام کائنات سے صرفِ نظر کر کے اپنے رب کی طرف متوجہ ہیں۔

بذکر حق از خلق بگریختہ
چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں ہم نے
تب کہیں جا کے دکھایا رخِ زیبا تو نے

چاند سورج جیسے چہروں سے آنکھیں پھیری جاتی ہیں پھر نور تقویٰ سے دل میں حق تعالیٰ کا قرب محسوس ہوتا ہے اور عارفین سے اس قرب کی لذت کو پوچھیے۔

اے عقل تو بہہ باشی در دانش در بینش
یا آں کہ بہر لحظہ صد عقل و نظر سازد

ترجمہ و تشریح: اے عقل! تو بہتر ہوگی فہم و نظر کے اعتبار سے یا ہر لحظہ صد عقل و نظر ساز ہے یعنی سینکڑوں عقل و نظر کا خالق ہے۔ اس شعر میں تعلیم ہے کہ حق تعالیٰ کے احکام کی اطاعت ہم پر واجب ہے خواہ ان کے احکام کی حکمت ہماری ناقص عقل میں نہ آئے کیوں کہ ہماری عقل مخلوق اور حق تعالیٰ ہماری عقل کے خالق ہیں تو عقل کو عقل ساز کے سامنے سرنگوں ہونا ہی عین تقاضائے عقل ہو گا بشرطیکہ وہ عقل عقلِ سلیم ہو اور کسی عقل کا خود عقل ساز ہی کے احکام پر تمسخر اور اعتراض انتہائی بے عقلی اور فتورِ عقلی کی دلیل ہے بلکہ یہ عقل بدذات ہے یعنی اس کی ذات میں کوئی خرابی ہے جیسا کہ شیطان بدذات نے امرِ الٰہی میں چوں و چرا کیا اور مردود ہوا۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ عقلاء جو قوانینِ اسلام پر اپنی عقل کی بالادستی کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنے گندے ذہن سے یہ گندگی نکال بیٹھتے ہیں کہ صاحب! یہ قانون تو اللہ میاں کا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن یہی لوگ جب اپنے لیے ملازم رکھتے ہیں اور ملازم سے کہتے ہیں کہ یہ پیالی الماری کے اوپر کے خانے میں رکھ دے اور وہ یہ کہے کہ کیوں اوپر کے خانے میں رکھوں نیچے والے خانے میں رکھ دینے میں کیا حرج ہے تو فوراً جوتا اتار کر اس کی کھوپڑی گنجی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور شعلہ غضب آنکھوں سے چھینکتے ہوئے چیخنا شروع کرتے ہیں کہ ارے نمک حرام! ہمارا نمک کھاتا ہے، تنخواہ لیتا ہے اور ہمارے حکم میں چوں وچرا کرتا ہے۔

اختر مدعیانِ عقل سے یہ مؤدبانہ سوال کرتا ہے کہ وہ اپنے ماتحت ملازم سے چند احسانات کے بدلے جو توقع جذبۂ اطاعت و فرماں برداری کی رکھتے ہیں کیا حق تعالیٰ کے بے شمار احسانات ہم کو بنامِ شرافت و غیرت اطاعتِ بے چوں و چرا پر مجبور نہیں کرتے۔ کیا قانونِ الٰہی پر چوں وچرا کرنے کے بعد کھوپڑی کے چاند کا گنجا ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ امید ہے کہ اس عبارت کو دیکھ کر ان شاء اللہ تعالیٰ عقلِ بیمار عقلِ سلیم سے تبدیل ہو جاوے گی اور ہدایت صرف حق تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو ہدایت اور ہدایت پر استقامت عطا فرمائیں، آمین۔

اے باغ توئی خوشتر یا گلشن و گل در تو
یا آں کہ ببارد گل صد نرگس تر سازد

ترجمہ و تشریح: اے باغ! تو بہتر ہے یا تیرے اندر جو پھول و چمن ہے وہ بہتر ہے یا وہ جو گل برساتا ہے اور سینکڑوں نرگس تر پیدا کرتا ہے۔ اس شعر میں بھی دنیا کے باغ و بہار سے نظر ہٹا کر حق تعالیٰ کی بہارِ قرب کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیرہن

شمس الحق تبریزی صد گونہ کند دل را
گاہیش کند تیغے گاہیش سپر سازد

ترجمہ و تشریح: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضِ روحانی میرا دل سو قسم کا کرتا ہے، کبھی تلوار کرتا ہے یعنی میرے قلب سے دوسرے زخمی ہوتے ہیں۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

اور کبھی میرا دل سپر بنتا ہے اور اس پر دوسروں کے تیر لگتے ہیں۔ مصرعۂ اولیٰ میں مولانا نے اپنا کمال فیضِ باطنی فرمایا ہے کہ فیض شمس سے میرا قلب اب دوسروں کو صاحبِ نسبت بنارہا ہے اور مصرعۂ ثانیہ میں مولانا نے اپنا صبر و تحمل ملامت خلق کے مقابلے میں بیان فرمایا ہے کہ تیر طعن خلائق کے سامنے میرا قلب سپر بھی بنا ہوا ہے۔

آنجا کہ عشق آمد جان را چہ محل باشد
ہر عقل کجا پرد آنجا کہ جنوں باشد

ترجمہ و تشریح: جب عشق اپنا اثرِ کامل کسی دل پر کرلیتا ہے تو پھر جان کی محبت باقی نہیں رہتی جیسا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بے دریغ، بے جگری سے جنگ لڑ کر شہید ہوتے تھے اور روایت میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے تیر لگا تو حالت وجد میں فرمایا: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا اور ہر عقل کہاں اڑتی ہے لیکن جب دیوانگی اپنا اثر دکھاتی ہے۔

منڈلائے ہوئے جب ہر جانب طوفاں ہی طوفاں ہوتے ہیں
دیوانے کچھ آگے بڑھتے ہیں اور دست و گریباں ہوتے ہیں

سیمرغ دلِ عاشق در دام کجا گنجد
پرواز چنیں مرغے از کون بروں باشد

ترجمہ و تشریح: عاشقِ حق کا دل مثل سیمرغ کے کسی جال میں پھنس نہیں سکتا۔ جالوں میں چھوٹی چڑیاں پھنسا کرتی ہیں سیمرغ تو جال ہی کو پھاڑ ڈالے گا۔ اسی طرح جو لوگ اللہ والوں کو جال میں پھنسانا چاہتے ہیں ان کا جال ہی پھٹ جاتا ہے۔

حکایت

دامنِ کوہ کا ایک ذرّہ ازراہ تکبر بولا کہ اے پہاڑ! میں تجھے اپنی ترازو میں آزمانا چاہتا ہوں۔ پہاڑ نے کہا کہ اے ذرۂ بے وقوف! اگر تو مجھے ترازو میں رکھے گا تو تیری ترازو پھٹ جائے گی۔

برنہ تابہ کوہ را یک برگ کاہ

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ

ترجمہ: آرزو تو کرو مگر اندازے کے مطابق کیوں کہ ایک تنکا پہاڑ کو نہیں اٹھا سکتا۔

مولانا رومی حضرت شمس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ؎

من غلامِ آں کہ نفر و شد وجود

جز بہ آں سلطان با افضال وجود

ترجمہ و تشریح: میں غلام اس ذاتِ گرامی شمس تبریزی کا ہوں جو اپنا وجود کسی دنیاوی طمع سے فروخت نہیں کر سکتا، ہاں لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت میں وہ اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔

حکایت

ایک بزرگ نے آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کیا کہ اے خدا ! کس قربانی اور قیمت پر آپ ملتے ہیں۔ الہام ہوا کہ دونوں جہاں مجھ پر فدا کر دے۔ عرض کیا ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتیٔ

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ: اے خدا! اپنی قیمت آپ نے دونوں جہاں فرمائی ہے ہمیں تو آپ دونوں جہاں سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتے ہیں اپنی قیمت اور بالا فرمایئے کہ ابھی تو ارزاں معلوم ہوتی ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی ارواح ایسی چڑیاں ہیں کہ ان کی پرواز کون و مکاں سے بھی باہر ہے ؎

عجب کیا گر مجھے عالم بایں وسعت بھی زنداں ہے

میں وحشی بھی تو وہ ہوں لامکاں جس کا بیاباں ہے

نظر وہ ہے جو اس کون و مکاں کے پار ہوجائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے بے کار ہوجائے

جامِ مئے موسیٰ کش مخدوم ضیاء الحق
تا آب شود پیشت ہر بحر کہ خوں باشد

ترجمہ و تشریح: اے مخدوم ضیاء الحق! آپ توحیدِ موسوی کا جام پی لیجیے تاکہ آپ کے لیے بحرِ خون بحرِ آب بن جاوے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام جس طرح عافیت و سلامتی سے دریائے نیل کو عبور کرگئے حالاں کہ وہ طوفان خیز دریائے نیل ہلاکت خیزی کے اعتبار سے دریائے خون ہورہا تھا مگر حق تعالیٰ کا فضل بھی عجب شان رکھتا ہے۔

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی
گر چہ جوئے خوں بود نیلش کنی

ترجمہ: اے خدا! آپ کا فضل عجیب کیمیا رکھتا ہے کہ دریائے خون کو اپنے کرم سے دریائے نیل کردیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اے ضیاء الحق! تم حضرت شمس تبریزی کی صحبت و خدمت سے جامِ معرفت و محبت پی کر تو دیکھو پھر یہ کائنات اور اس کے تمام فتنے اور یہ صورتیں اور صورتوں کی دلبری کے ہنگامے سب تمہاری قوت ایمانی کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور بہ سلامت طریق کو طے کرلو گے۔

دربیانِ مقامِ عاشقانِ حق

اے عشق از تو جملہ شادند
و از نورِ تو عاشقاں بزادند

ترجمہ و تشریح: اے عشقِ حقیقی (محبت باخدا) تجھ سے جملہ عاشقانِ خدا مسرور و فائز المرام

ہیں اور اے عشق (حقیقی) تیرے ہی نور سے عشاق پیدا ہوتے ہیں یعنی عاشقانِ حق کی تمام ترقیاتِ باطنی اور قوت پرواز سوئے خدا تیرے ہی دم سے ہے۔

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

ترجمہ: زاہدِ خشک ایک ماہ میں صرف ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے اور عاشقِ حق ہر وقت فیضانِ دردِ محبت وجذب سے عشقِ محبوبِ حقیقی کے تخت یعنی عرشِ اعظم تک پہنچتا ہے۔

خامش اند و نعرۂ تکرار شاں
می رود تا یار و تخت یار شاں

رومیؒ

ترجمہ: جب اللہ والے خاموش بھی ہوتے ہیں تب بھی ان کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت کے نعرہ ہائے دردِ محبوبِ حقیقی تک اور عرش اعظم تک پہنچتے رہتے ہیں۔

اب وہ زماں نہ وہ مکاں اب وہ زمیں نہ آسماں
تم نے جہاں بدل دیا آ کے مری نگاہ میں

ہر کس کہ سر او دیدۂ داشت
دیدند ترا و سر نہادند

ترجمہ: جس شخص کے سر میں دیدۂ حق بیں ہے اس نے اے عشق! تجھے دیکھا اور دیکھتے ہی تیرے جلوؤں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح وبیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

ترجمہ: اے عشق! تو ہمارے امراضِ باطنی کے لیے افلاطون وجالینوس ہے۔ تیری

برکت سے ہمارا نخوت و تکبر اور ناموس وحُبِّ جاہ خاک آلود ہوگیا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ عاشقوں میں تکبر نہیں ہوتا کیوں کہ عشق کی شان یہ ہے۔

عشق ساید کوہ را مانند ریگ
عشق جوشد بحر را مانند دیگ

عشق پہاڑ جیسے متکبرانہ دماغ کو پیس کر بالو بناڈالتا ہے اور عشق سمندر کو دیگ کے مانند جوش دیتا ہے۔ عشق سے مراد عشقِ خدا ہے مجازی محبت تو روسیاہی، رسوائی اور نافرمانی اور عذابِ الٰہی ہے۔ اہلِ مجاز اس کا نام بھی عشق رکھتے ہیں مگر در حقیقت وہ فسق ہوتا ہے۔

گفت مولانائے اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
عشقِ فانی را عذابِ سرمدی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ شیطان سالک تھا مگر عاشق اور عارف نہ تھا (عشق اور معرفت لازم اور ملزوم ہیں پس ہر عاشق عارف ہوتا ہے) ابلیس اگر عاشق حق ہوتا تو بے چوں وچرا امرِ الٰہی کے سامنے سر جھکا دیتا۔

چوں از در تو مدد نیابند
گر حمزہ و حیدر اند بادند

ترجمہ و تشریح: اے عشق! اگر تیرا فیض عشاق کو نہ پہنچے یعنی حق تعالیٰ اپنے کرم سے سالکین کی ارواح کو جذب نہ فرمائیں تو بڑے بڑے شیر انِ طریق بھی روباہ ہو جائیں اور ان کا پتا بھی نہ چلے، جس طرح ہوا آئی اور چلی گئی۔ پس جو بھی واصل ہوا جذبِ حق سے واصل ہوا، اپنی سعی و طاقت اور ریاضت و مجاہدہ کو صرف بہانۂ رحمت سمجھے۔ جس طرح چھوٹے بچے کو جو چل نہ سکتا ہو ماں باپ چلاتے ہیں مگر جب گرنے لگتا ہے تو دوڑ کر گود میں لے لیتے ہیں اسی طرح بندہ اپنی طرف سے جب سلوک طے کرتا ہے تو مولائے قدوس اپنے کرم سے اسے آغوشِ رحمت میں لے لیتے ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطورِ استعارۂ شجاعت کے استعمال کیا ہے، ان کے مسمّٰی مراد نہیں ہیں۔

ہاں اے دلِ بستہ سینہ بکشائے
کاں گم شدہ در کنار آمد

ترجمہ و تشریح:ہاں اے دلِ افسردہ! غم فراقِ یار سے (قبضِ باطنی سے) اپنے سینے کو کشادہ کر یعنی خوش ہو جا کیوں کہ وہ گم شدہ محبوب پھر جلوہ فرما ہے۔

سالک کی دو حالت ہوتی ہے یا قبض یا بسط، قبض میں تجلی مستتر ہوتی ہے جس سے افسردگی اور بے کیفی ہوتی ہے اور یہ حال سالک کے علاجِ عجب و کبر کے لیے اکسیر ہے پھر حق تعالیٰ اپنی حکمت اور علم کے پیشِ نظر حالتِ بسط عطا فرماتے ہیں جس میں تجلیٔ قرب کا احساس اور انکشاف ہوتا ہے جس سے سالک پر کیف و سرور اور فرح طاری رہتا ہے۔

گفتی کہ بہ شہ چہ عذر گویم
خود شاہ بہ اعتذار آمد

ترجمہ و تشریح:اے مخاطب!تو نے کہا کہ میں اپنے گناہوں کے متعلق کیا عذر احکم الحاکمین کے روبرو پیش کروں گا مگر وہ سلطانِ کرم و عفو خود سازندۂ عذر ہو کر جلوہ فرما ہے یعنی تو استتار تجلی کا سبب کوتاہی و قصور سمجھ کر عذر خواہی کا عنوان سوچ رہا تھا کہ وہ شاہِ کرم تیرے قلب پر خود ہی مضمونِ معذرت تلقین فرما کر مائل بہ کرم جلوہ فرما ہے۔ مانگنے کا ڈھنگ بھی بتلا دیا۔

حکایت

ایک بزرگ کے اخلاقِ کریمانہ کا حال ایک صاحب نے بیان کیا کہ کوتاہی مجھ سے ہوئی تو ان پر بوجہ کرم مجھ سے زیادہ ندامت طاری تھی اس خیال سے کہ اس کو شرمندگی ہوئی پھر اس عاشق نے یہ شعر ان بزرگ کی شان میں پڑھا۔

خطا مجھ سے ہوئی سرزد ندامت تیرے چہرے پر
مجھے یہ احترامِ آدمیت کم نظر آیا

واں دل کہ ز دامِ عشق دور است
بازے باشد کہ پر ندارد

جو دل کہ محبتِ حق کے دام سے دور ہے وہ اس باز کے مانند ہے جس کے پر نہ ہوں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اعمالِ صالحہ کرنے اور گناہوں سے بچنے کی ہمت حق تعالیٰ کی محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ پس محبت ایک انجن ہے جو اعمال کے ڈبوں کو لے کر تیز چلتا ہے اور محبت نہ ہو تو اس کی مثال اس موٹر کی ہے جس میں پیٹرول نہ ہو۔

اوّل نظر ار چہ سرسری بود
سرمایۂ ناز دلبری بود

ترجمہ و تشریح: پہلی نظر اگرچہ سرسری بھی کسی حسین پر پڑ جاوے لیکن وہ نظر ناز دلبری کا سرمایہ ہوتی ہے۔ پس سرسری نظر سے بھی بد نگاہی تباہ کر دیتی ہے اور سینے سے دل کو غائب کر دیتی ہے اور سینہ بے دل بے چین و سکون ہوتا ہے۔ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خواہی کہ بکس دل نہ دہی دیدہ بہ بند

ترجمہ: اگر تو چاہتا ہے کہ اپنا دل کسی کو نہ دے اور بچا کے رکھے تو آنکھ حسینوں سے بند کر لے۔

دربیانِ سوزِ غمِ عاشقاں

آہ کہ بارِ دگر آتشے درمن فتاد
ویں دل بیخود شدہ روئے بصحرا نہاد

ترجمہ و تشریح: آہ کہ پھر آتشِ عشقِ حقیقی نے دل کو شوقِ وصال سے مضطر کیا اور یہ دل بے خود ہو کر صحرا کی طرف رخ کر گیا۔ مراد وہ کیفیات و حالاتِ خاصہ ہیں جو سالکین کے قلوب پر حق تعالیٰ کی رحمت سے وارد کیے جاتے ہیں اور اس جذبِ حق سے حق تعالیٰ کا راستہ طے ہوتا ہے۔

آہ کہ دریائے عشق بارِ دگر موج زد
از جگرم ہر طرف چشمۂ خوں برکشاد

ترجمہ و تشریح: آہ کہ دریائے عشق دوسری بار پھر لہریں لے رہا ہے جس کے نتیجے میں میرے جگر سے ہر طرف خون کے چشمے اُبل پڑے۔

برسائیں گے جب خونِ دل و خونِ جگر ہم
دیکھیں گے جبھی نخلِ محبت میں ثمر ہم

مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت میں گریہ وزاری کی توفیق زیادہ ہوئی اور گریۂ محبت کا آنسو دراصل جگر کا خون ہوتا ہے جو غم سے پانی ہو جاتا ہے۔

اشک خوں است وز غم آبے شدست

مثنوی رومیؒ

ترجمہ: آنسو خون ہے مگر غم سے پانی ہو گیا۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا خوب آئے تو اس کا نام جانتے ہو کیا ہے؟ پھر خود ہی فرماتے: اس کا نام گرم بازاریٔ عشق ہے۔

آتشِ دل سہل نیست ہیچ ملامت مکن
یارب فریاد رس ز آتشِ دل داد داد

ترجمہ و تشریح: دل کی آگ آسان نہیں اہلِ عشق پر ملامت و اعتراض مت کرو۔ اے میرے رب! میں آتشِ دل سے آپ کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہوں۔ یعنی یہ راہِ عشق آپ کا فضل ہی طے کرا سکے گا۔

دربیانِ مقامِ مرشد

دستِ تو دستِ خدا چشمِ تو مستِ خدا
برہمہ افتادہ باد سایۂ ربّ العباد

ترجمہ و تشریح: اے شیخ و مرشد حضرت شمس تبریزی! آپ کی عنایت دراصل عنایتِ حق ہی کا ظل و عکس ہے اور آپ کی آنکھیں مستِ خدا ہیں۔ جملہ طالبین پر مقبولانِ الٰہی کا سایۂ عنایت کہ وہ دراصل عکس سایۂ ربّ العباد ہے قائم رہے۔ مراد یہ کہ اللہ والوں کی عنایات اور ان کی مجالس و مصاحبت و محبت و مشاورت و اطلاعِ حال و اتباعِ تجویز کو مغتنم اور دولتِ عظمٰی سمجھنا چاہیے کہ یہ مقبولانِ الٰہی خدا تو نہیں ہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ کے محبوب و مقبول ہونے کے سبب ان کی صحبت میں کیمیا جیسی تاثیر ہے۔

آہن کہ بہ پارس آشنا شد
فی الفور بہ صورت طلا شد

دربیانِ فوائدِ عشقِ حق

ہر روانے کہ می رود بے عشق
پیشِ حق شرمسار خواہد بود

ترجمہ و تشریح: ہر وہ شخص جو حق تعالیٰ کا راستہ بدون عشق و محبت کے طے کرتا ہے یعنی زہدِ خشک اختیار کرتا ہے وہ حق تعالیٰ کے سامنے شرمسار ہوگا کیوں کہ بارگاہِ کبریا میں اہلِ محبت ہی محبوب و مقبول ہوتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ محبت سے فنائیت پیدا ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کو فنائیت و عبدیت ہی محبوب ہے۔

در ایں راہ حق عجز و مسکینیت
بہ از طاعت خویشتن بنیست

حق تعالیٰ کی راہ میں عاجزی اور مسکینیت بہتر ہے اس عبادت سے جو بڑائی اور خود بینی پیدا کردے اور زاہدِ خشک کے اندر بوجہ قلّتِ محبت و فنائیت کے بجائے ناز اور خود بینی اور بڑائی ہے جو اس راہ میں زہرِ قاتل اور باعثِ نامقبولیت ہے۔

تلخی صبر اگر گلوگیر است
عاقبت خوشگوار خواہد بود

ترجمہ و تشریح: صبر کی تلخی اگر گلوگیر ہے یعنی صبر کرنا اگرچہ مشکل ہوتا ہے لیکن اگر رضائے الٰہی کے لیے صبر کا مجاہدہ برداشت کرلے تو انجام صبر کا نہایت ہی خوشگوار ہوتا ہے۔ چناں چہ نفس کو گناہوں سے روکنے کی تکلیف برداشت کرنے کا انعام جنت ہے۔

دامنِ جدوجہد را بکشا
کز فلک در نثار خواہد بود

ترجمہ و تشریح: جدوجہد یعنی کوشش و مجاہدات کے دامن کو وسیع کر کہ آسمان تجھ پر در نثار ہوگا یعنی خالقِ آسمان سے رحمت کا نزول ہوگا۔ وعدہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا...الخ کی طرف اشارہ ہے۔

ہر کہ تن را نہ کرد خوار امروز
ہمچو فرعون خوار خواہد بود

ترجمہ و تشریح: جو شخص کہ اپنے اعضاء کو احکامِ الٰہیہ کے آج تابع نہ کرے گا وہ مثلِ فرعون کے دنیا اور آخرت میں ذلیل ہوگا۔

دیدہ خوں گشت و خوں نمی خسپد
ایں ولم از جنوں می خسپد

ترجمہ و تشریح: آنکھ از انتظار خون ہوگئی یعنی خونریز ہوگئی۔

بس خوں ٹپک پڑا نگاہِ انتظار سے

یہ میرا دل کیف و سرور دیوانگی سے سوتا ہے یعنی قرب و حضور مع الحق کے بغیر مجھے نیند نہیں آتی ہے۔

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
تیرے کرم نے گود میں لے کر سلادیا

اختؔر

ہر کہ در ذوقِ عشق دنگ آمد
سخت فارغ ز نام و ننگ آمد

ترجمہ و تشریح: جو شخص کہ ذوقِ عاشقی سے دیوانہ و حیران ہوا یعنی خیالِ محبوب میں غرق ہوا وہ نام اور ننگ و ناموس کی فکر و کاوش سے آزاد ہوا۔

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ محبت وہ نعمت ہے جو حُبِّ جاہ کو فنا کر دیتی ہے جب کہ ہزاروں مجاہدات سے بھی یہ بیماری بہ مشکل جاتی ہے۔اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت و عشق حقیقی کو افلاطون اور جالینوس کا لقب دیا ہے اور اس کو نخوت و ناموس کی بہترین دوا بتایا ہے۔

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

اور محبتِ حقیقی حق تعالیٰ کی محبت کا نام ہے بر عکس محبتِ مجازی جو رنگ و روپ سے تعلق رکھتی ہے وہ زوالِ رنگ سے فنا ہو جاتی ہے اور مجاز کے لغوی معنیٰ خلافِ حقیقت کے ہیں۔ احقر کا شعر ہے۔

اس کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

حضرت حکیم الامّت مجددالملّت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے تین عمل نہایت مفید ہیں:

۱) حق تعالیٰ کے احسانات کو ہر روز تھوڑی دیر سوچنا۔

۲) کسی اللہ والے سے مشورہ کرکے دس پندرہ منٹ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہر روز حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو دن رات میں چوبیس گھنٹے کی زندگی عطا فرماتے ہیں اور چوبیس گھنٹے کے ۱۴۴۰ منٹ بنتے ہیں تو ۱۴۴۰ منٹ میں سے صرف ۴۰ منٹ بھی زندگی بخشنے والے کی یاد میں مشغول ہونا زندگی کو زندگی عطا کرتا ہے اور ہر روز ۱۴۴۰ منٹ زندگی بخشنے والے کی یاد میں ۴۰ منٹ بھی نہ دینا کس درجہ ناشکری ہوگی۔ اور زندگی بدون ذکر و فکر کے زندگی سے محروم ہوتی ہے یعنی صورتاً زندگی اور حقیقتاً مردگی ہوتی ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے ؎

تراذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

احقر کو اپنا شعر یاد آیا ؎

مرے دوستو سنو غور سے یہ صدائے اختر بے نوا

نہ ہو ذکرِ حق نہ ہو فکرِ حق تو یہ جینا جینا حرام ہے

۳) تیسرا نسخہ جو اوپر کی دونوں تدبیروں کی روح ہے وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی خدائے پاک کے عاشقوں کی صحبت میں حاضری دینا۔

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی

چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

رومیؔ

ترجمہ: اگر تو پتھر جیسا سخت دل ہے لیکن اگر کسی اللہ والے (اہلِ دل) کی صحبت میں بیٹھتا رہے گا تو موتی ہو جائے گا لیکن لعل ایک دن میں لعل نہیں بنتا۔ ایک طویل مدت تک آفتاب کی شعاع حکمِ الٰہی اور ارادۂ الٰہی سے اس پتھر کے ذرات پر اثرانداز ہوتی ہے پھر وہ لعل بن جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کے دل کا آفتاب (ہدایت) اپنے مصاحبین اور رفقائے مخلصین کے دلوں پر آہستہ آہستہ اثرانداز ہوتا رہتا ہے اور حق تعالیٰ کی مشیت و فضل سے وہ لعل بن جاتے ہیں۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

ایک مثال عرض ہے کہ ایک تالاب مچھلیوں سے خالی ہو وہ اگر مچھلی بھرے تالاب سے متصل ہو جائے تو وہ مچھلیاں اس کے اندر بھی آجاتی ہیں ۔ اسی طرح خالی خولی دل جب کسی اللہ والے کے دل سے مل جاتا ہے تو اس کا دردِ محبت اور نورِ یقین اس کے دل میں بھی اتر جاتا ہے۔

ساری دنیا تری چوکھٹ پہ چلی سر رکھنے
ہائے کیا بات مرے سجدۂ غماز میں ہے

احسن

عشق لا محدود جب تک رہنما ہوتا نہیں
زندگی سے زندگی کا حق ادا ہوتا نہیں

عشقِ حق ہی عاشقانِ حق کو غیرِ حق سے پاک کرتا ہے۔

نکھرتا آرہا ہے رنگِ گلشن
خس و خاشاک جلتے جارہے ہیں

پیامِ استغنائے مقامِ عشق

شیشۂ عشق را فراغت ہاست
گر برو صد ہزار سنگ آمد

ترجمہ و تشریح: اللہ والوں کے نورِ قلب کو حاسدین اپنے اعتراض کی ہوا سے بجھانا چاہتے ہیں مگر ہزاروں پتھروں کی بوچھاڑ کے باوجود ان کے شیشۂ قلب کو حفاظتِ خداوندی حاصل ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

ترجمہ: اگر کائنات تمام تر آندھی سے بھر جاوے پھر بھی مقبولانِ حق کا چراغ نہیں بجھ سکتا۔

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

اللہ والوں کے دلوں میں دردِ محبت کا جو ذرہ ہوتا ہے وہ آفتاب اور ماہتاب سے زیادہ روشن ہوتا ہے کیوں کہ ہزاروں مجاہدات سے یہ ذرۂ درد عطا ہوتا ہے۔ ہزاروں آرزوؤں اور تمناؤں کے خون کے شفق سے آسمان دل پر حق تعالیٰ شانہٗ کے قرب کا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ اسے حاسدین اور متکبرین بجھا نہیں سکتے۔ احقر کا شعر ہے۔

ایک قطرہ اگر ہوتا تو وہ چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

صد ہزاراں چو آسمان و زمیں
پیش جولان عشق تنگ آمد

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کی محبت کے درد کی وسعت کے سامنے لاکھوں آسمان و زمین کی وسعت تنگ معلوم ہوتی ہے۔

عجب کیا گر مجھے عالم بایں وسعت بھی زنداں تھا
میں وحشی بھی تو وہ ہوں لا مکاں جس کا بیاباں تھا

عاشقانِ حق کی فریاد اور آہ عرش تک جاتی ہے اور ہر وقت ان کی ارواح کا رابطہ ذاتِ حق سے قائم رہتا ہے اس وجہ سے اس ذاتِ پاک غیر محدود اور غیر متناہی کے جمال و تجلی کے سامنے تمام کائنات محدود ان کی نگاہوں سے کالعدم ہو جاتی ہے۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

مجذوب

اللہ والوں کے اس ربطِ پیہم کو احقر نے اس شعر میں عرض کیا ہے ؎

میرا پیام کہہ دیا جاکے مکاں سے لامکاں
اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کردیا

اپنا ایک شعر اور یاد آیا ؎

مبارک تجھے اے مری آہِ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لارہی ہے

دربیانِ عشقِ مرشد

شمس تبریز ہر کہ بے تو بزیست
عذرِ او پیش خلق لنگ آمد

ترجمہ و تشریح: اے شمس تبریز! آپ کی صحبت اور محبت کے بغیر جو زندگی گزارتا ہے وہ کتنا ہی عذر پیش کرے عدیم الفرصتی کا مگر مخلوق میں آپ کی ایسی مقبولیت ہے کہ مخلوق اس کے ہر عذر کو عذرِ نامعتبر قرار دے دے گی۔ اس شعر میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان جذباتِ محبت کا اور اس تعلّق کا اظہار کیا ہے جو ان کو اپنے مرشد حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ تھا ؎

شمس و قمر کی روشنی دہر میں ہے ہوا کرے
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ دو شعر اس وقت یاد آرہے ہیں نعت کے۔ عجیب والہانہ مضامین سے پُر ہیں اور بہت مشہور ہیں ؎

لَنَا شَمْسٌ وَّلِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ
وَشَمْسِیْ خَیْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَآءِ

فَاِنَّ الشَّمۡسَ تَطۡلُعُ بَعۡدَ فَجۡرٍ
وَشَمۡسِیۡ طَالِعٌ بَعۡدَ الۡعِشَآءِ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتِ والہانہ کو اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ ہمارا ایک سورج ہے اور کائنات کا بھی ایک سورج ہے اور میرا سورج (حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان کے سورج سے افضل و بہتر ہے۔ پس تحقیق کہ آسمان کا سورج تو طلوع ہوتا ہے فجر کے بعد اور میرا سورج بعد نماز عشا طلوع ہوتا ہے۔ ازواجِ مطہرات کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور جلوہ فرمائی کا تذکرہ اس طرح فرمایا۔

مشائخ کا قول ہے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ اپنا بنانا چاہتے ہیں اس کے قلب میں اپنے کسی مقبول ولی بندے کی محبت ڈال دیتے ہیں پھر وہ اس متبعِ سنت بندے کی صحبت وخدمت واتباع سے متبعِ سنت ہو کر خدا کا ولی بن جاتا ہے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

ایک حدیث شریف میں اللہ والوں کی محبت کو خدائے پاک سے مانگنا سکھایا گیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اے خدا! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور ان کی محبت بھی مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت رکھنے والے ہیں۔ حدیثِ پاک کی عربی عبارت یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنۡ یُّحِبُّکَ[۱]

اللہ والوں ہی کی صحبت سے خدائے پاک کی محبت اور دعا کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

---

[۱] جامع الترمذی: ۱۸۷/۳، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدۃ التسبیح بالید، ایچ ایم سعید

پر و بال از جمالِ حق روبند
قفس و مرغ بیضہ پراں شد

ترجمہ و تشریح:اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی ترقیات بندوں کی ترقیاتِ باطنی اور پروازِ روحانی حق تعالیٰ کے مشاہدۂ جمال اور حلاوتِ ذکر سے ہوتی ہے جس کو پر و بال سے تشبیہ دی ہے اور یہی وہ لذّتِ قرب ہے جو ان کو تمام کائنات سے بے نیاز رکھتی ہے۔

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
بلا کشانِ محبت کو کوئی کیا جانے

حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے جذب کا جو فیضان اولیائے حق کی ارواح پر ہوتا رہتا ہے مولانا اس کی قوتِ پرواز کو بیان فرماتے ہیں کہ یہ اسیرانِ محبت جوششِ عشق سے مع قفس کے اڑتے ہیں یعنی مرغِ روح کے لیے تن کا قفس مانع نہیں ہوتا۔ مراد یہ ہے کہ عناصر کے تقاضائے شہوانیہ مغلوب کالعدم ہو کر اولیاء کے ابدان بھی ان کی ارواح طیبہ کے ساتھ مصروف اطاعتِ حق اور تابعدار فرمانِ حق رہتے ہیں۔

رنج تھا اسیروں کو بال و پر کے جانے سے
اڑ چلے قفس لے کر بوئے گل کے آنے سے

شمس تبریز نرد بانے ساخت
نام گردوں بر آکہ آساں شد

ترجمہ و تشریح:مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے سیڑھی بنادی ہے اب آسمان پر سفر آسان ہے۔مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ پیر کے ذریعے بہ آسانی طے ہو جاتا ہے جیسا کہ مولانا نے مثنوی میں بھی اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ۔

پیر باشد نردبانے آسماں
تیر پراں از کہ باشد از کماں

ترجمہ: پیر آسمان تک یعنی خالقِ افلاک تک رسائی کی سیڑھی ہے اور تیر کس سے اُڑتا ہے؟ کمان سے۔ پس طالب و مرید کے لیے مرشد (متبعِ سنت) سیڑھی بھی ہے اور کمان بھی ہے۔

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا
دامنِ راہ بر بگیر و پس بیا

ترجمہ: اے دل! اگر خدا کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے تو مرشد کا دامن پکڑ لے اور پیچھے پیچھے چلا آ۔ ایک بزرگ کا اردو شعر ہے۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے

مگر مرشدِ کامل وہی ہے جو جامع شریعت و طریقت ہو یعنی شریعت کا پابند ہو۔ ورنہ خلافِ شریعت چلنے والا خواہ ہوا پر اڑ کر شعبدہ دکھائے وہ گمراہ ہے۔

گر ہوا پہ اڑتا ہو وہ رات دن
ترکِ سنت جو کرے شیطان گن

خواریٔ غافلاں و اعزازِ عاشقاں

عارفاں جانب نعیم روند
غافلاں خوار بے خبر میرند

ترجمہ و تشریح: عارفینِ حق جنت کی طرف منزل طے کر رہے ہیں اور خدا سے غافل لوگ خدا سے بے خبری کے سبب ذلّت کی موت مر رہے ہیں۔

وانکہ اینجا علف پرست برند
گاو بودند و ہمچو خر میرند

ترجمہ و تشریح: اور وہ لوگ جو یہاں دنیا میں خدا کے خوف سے بے پروا اور آخرت سے غافل ہو کر مثل جانور دنیا کے گھاس و بھوسے پر فدا ہیں ان کی زندگی گائے بیل کے مانند اور موت گدھے کے مانند ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کفار کو فرمایا ہے کہ یہ مثل جانور ہیں بلکہ جانوروں سے زیادہ اضل ہیں۔

بادہ فراواں و خم و جام مے
بوسہ بے اندازہ و لب ناپدید

ترجمہ و تشریح: بادہ کثیر اور خم اور جام مے ہے اور بوسہ بے اندازو بے شمار ہے اور لب پردۂ غیب میں پوشیدہ ہیں۔ مراد یہ کہ پیہم الطاف و عنایاتِ حق مخلوق پر ہو رہے ہیں اور حق تعالیٰ اپنی محبت اور جذبِ پنہاں کے انعاماتِ بصورتِ توفیقاتِ اعمالِ صالحہ اپنے اولیاء کو عطا فرما رہے ہیں اور اعمالِ صالحہ میں حلاوت و لذّت عطا فرما کر عبادت کو اس درجہ پُر کیف و پُر سرور بنا رہے ہیں کہ ان کے اولیاء کو بے ساختہ کہنا پڑا کہ۔

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست

یعنی عاشقانِ حق کو عبادت سے وہ ٹھنڈک آنکھوں کو عطا ہوئی اور وہ سرور روح کو عطا ہوا کہ وہ فانی مستی بادہ کو اپنی سرمدی مستی کا غلام و گدا سمجھنے لگے۔

گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

حق تعالیٰ کے کرمِ پنہاں اور جذبِ پنہاں پر اشعارِ ذیل سے لطف لیجیے۔

شعاعِ مہر خود بے تاب ہے جذبِ محبت سے
حقیقت ورنہ سب معلوم ہے پرواز شبنم کی

ہمہ تن ہستیٔ خوابیدہ مری جاگ اٹھی
ہر بُنِ مو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو

میں سمجھتا تھا مجھے ان کی طلب ہے اصغر
کیا خبر تھی وہی لے لیں گے سراپا مجھ کو

مری بے تابیٔ دل میں ان ہی کا جذب پنہاں ہے
مرا نالہ ان ہی کے لطف کا ممنون احساں ہے

ترغیبِ صحبتِ اہلِ دل

ہر کہ ز عشاق گریزاں شود
عاقبت الامر پریشاں شود

ترجمہ و تشریح: جو شخص کہ عاشقانِ حق سے بھاگتا ہے بالآخر اسے پریشانی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مراد یہ کہ اہل اللہ کی صحبت سے فرار مضر ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

دل کہ سوئے عشق کشد عاقبت
در حرمِ عصمتِ سلطاں شود

ترجمہ و تشریح: جو دل اللہ تعالیٰ کی محبت عاشقانِ خدا کی صحبت اور خدمت سے حاصل کرتا ہے انجام کار وہ حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے اور خصوصی حفاظت حق تعالیٰ کی اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے۔

روبہ دل اہل دلے جائے گیر
قطرۂ یم لوء لوء مرجاں شود

ترجمہ و تشریح: جاؤ کسی اہلِ دل کی صحبت میں خلوص دل سے کچھ مدت رہو کیوں کہ ان کی صحبتِ کیمیا تاثیر سے جس طرح پانی کا قطرہ صدف کے اندر موتی بن جاتا ہے تم بھی موتی بن جاؤ گے اور جس طرح وہ پانی کا قطرہ صدف کے باہر موتی نہیں بن سکتا اسی طرح تم بھی صحبت اہل اللہ کے بغیر انسان کامل نہیں بن سکتے۔

جذبِ پنہانیِ ربانی

بیا دلہا و جانہا را شہنشہ باز می خواند

بیا کہ گلّہ را چوپاں بسوئے دشت می راند

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! آ کہ دلوں اور جانوں کو شہنشاہِ حقیقی پھر اپنی محبت سے جذب فرمارہے ہیں یعنی اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھ کو ذوقِ عریانی

کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

اے مخاطب! آ کہ چوپاں (چرواہا) جانوروں کے ریوڑ کو سیر کرانے اور کھلانے پلانے کے لیے جنگل کی طرف ہانک رہا ہے یعنی ہماری ارواح کو حق تعالیٰ ذکر و فکر کی توفیق دے کر کبھی مساجد اور اہل اللہ کی مجالس کی طرف کھینچ رہے ہیں اور کبھی دامنِ کوہ و بیاباں اور صحرا نوردی کی طرف نعرۂ عشق و دیوانگی اور گریۂ محبت کے لیے کھینچ رہے ہیں۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر

تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

احقر کے تین اشعار ملاحظہ ہوں۔

گرچہ میں دور ہوگیا لذّتِ کائنات سے

حاصلِ کائنات کو دل میں لیے ہوئے ہوں میں

لذّتِ دو جہاں ملی اس کے کلام سے مجھے

اس کے قرین بیٹھ کر راحتِ دو جہاں ملی

دل کی گہرائی سے ان کا نام جب لیتا ہوں میں

چومتی ہے میرے قدموں کو بہارِ کائنات

ان اشعار میں احقر نے اللہ والوں کی روحانی لذت کو بیان کیا ہے جو ان کو حق تعالیٰ کے

ذکر و فکر و تلاوت سے محسوس ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو بھی عطا فرمائیں، آمین۔

کوئی کہے کہ ہم تو اللہ والوں کو بنگلوں اور کاروں میں نہیں دیکھتے اور نافرمانوں کو خوب عیش میں دیکھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نافرمانوں کو ظاہری عیش ہے ان کے دل میں سکون نہیں ہوتا جیسے کسی کافر کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائی جاوے اور قمقمے اور جھاڑ فانوس سے مزین کیا جاوے اور اندر خدا کا قہر ہو رہا ہو۔

اور اللہ والوں کے پاس اگرچہ ظاہری عیش نہ ہو لیکن ان کے دلوں میں چین اور آرام اور اطمینان کی وہ دولت ہوتی ہے جو دنیا دار سلاطین کو خواب میں بھی میسر نہیں ہوتی۔ سکون اور عیش دراصل دل کا ہوتا ہے۔ جب دل میں غم ہے تو سارا جہاں اس کے لیے غم ہے۔

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

مگر مخلوق صرف ظاہر کو دیکھ سکتی ہے دل کے اندر کیا ہے اسے کچھ نہیں معلوم۔ اسی سبب سے اللہ والوں کو مخلوق حقیر دیکھتی ہے مگر اللہ والوں کی شان کو احقر کے اس شعر میں ملاحظہ کیجیے۔

قطرہ کا بھی محتاج سمجھتی ہے انہیں خلق
دل میں ہیں مگر عیش کا دریا لیے ہوئے
دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

در بیانِ احوالِ خاصّانِ خدا

منم مست و مرا اصل از مئے عشق
بگو از من بجز مستی چہ آید

ترجمہ و تشریح: میں مست ہوں اور میرا وجود ہی مئے عشقِ حقیقی سے ہے۔

عشق خود در جانِ ما کاریدہ اند
نافِ ما بر مہرِ خود ببریدہ اند

مثنوی میں مولانا فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنا عشق ہماری جان میں رکھ کر ہم کو دنیا میں بھیجا ہے اور ہمارا وجود ہم کو اپنی محبت کے شرط پر بخشا ہے پس معترض سے کہہ دو کہ جب ہمارے اصل خمیر ہی میں عشق کی چنگاری رکھی ہوئی ہے تو ہم مولائے حقیقی کے عشق سے بخوفِ ملامت و اعتراض کس طرح دستبردار ہو سکتے ہیں۔

انتباہ: جہاں جہاں اشعار میں عشق کا لفظ اہل اللہ استعمال کرتے ہیں وہاں مراد حق تعالیٰ کا عشق ہے کیوں کہ عورتوں اور حسین لڑکوں سے عشق تو درحقیقت فسق اور دونوں جہاں میں عذاب و رسوائی ہے۔ مجازی حسینوں کے عاشقوں کو ایک پل کو چین حاصل نہیں، ان کی دوزخ دنیا ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ ہر وقت دل جلتا رہتا ہے اور حسنِ فانی کے زوال کے بعد ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

حکایت

ایک آدمی ایک لڑکے پر عاشق ہوا، جب اس کے داڑھی مونچھ نکل آئی تو دیکھ کر منہ پھیر لیتا اور یہ شعر پڑھتا۔

گیا حسنِ خوباں دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

کودکے از حسن شد مولائے خلق
بعد پیری شد خرف رسوائے خلق

ترجمہ: جو حسین لڑکا مخلوق میں سردار بنا پھرتا ہے جب بوڑھا ہوتا ہے تو وہی مخلوق میں رسوا پھرتا ہے۔

چوں بہ بدنامی بر آید ریشِ او
ننگ آید دیو از تفتیشِ او

ترجمہ: جب بدنامی کے ساتھ اسی حسین لڑکے کے چہرہ پر داڑھی آجاتی ہے تو شیطان بھی اس کی مزاج پرسی سے شرم کرتا ہے۔

حسنِ مجازی اور عشقِ مجازی کے عذاب اور فتنے سے نجات کے لیے حق تعالیٰ نے آنکھوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے یعنی بدنگاہی سے سخت احتیاط کرے اور اس کے لیے لوگ وظیفہ پوچھتے ہیں مگر وظیفوں سے یہ عادت نہیں جاتی، یہ بُری عادت تو دعاو ہمّت اور ارادے سے جاتی ہے۔ جب تک ہمّت اور ارادہ ترکِ گناہ کا نہ کرے گا زندگی بھر پریشان رہے گا اور آخرت کا عذاب الگ بھگتنا پڑے گا۔ بس ارادہ کرلے کہ اگر جان بھی جائے گی پھر بھی نہ دیکھوں گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات حاصل ہوگی۔ اور ہر بدنگاہی پر کم از کم چار رکعات نوافل جرمانہ بھی اپنے نفس پر کرے اور گڑگڑا کر استغفار بھی کرے۔

پس حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب شیطان دیکھے گا کہ یہ ہر ہر گناہ کو استغفار سے معاف کرالیتا ہے اور نوافل کا ثواب الگ جمع کرلیتا ہے تو وہ بھی اپنی تجارت میں ایسا زبردست خسارہ دیکھ کر مایوس ہوکر تمہارا پیچھا چھوڑ کر دوسرا شکار تلاش کرے گا۔ واقعی اللہ والوں کی نظر کس قدر وسیع ہوتی ہے وہ نفس و شیطان کی چالوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ بدنگاہی کے علاج پر یہ دو شعر احقر کے ہیں ؎

نہیں علاج کوئی ذوق حسن بینی کا
مگر یہی کہ بچا آنکھ بیٹھ گوشہ میں
اگر ضرور نکلنا ہو تجھ کو سوئے چمن
تو اہتمام حفاظتِ نظر ہو توشہ میں

کتنی ہی حسین صورت سامنے آجائے دل مضبوط کرکے آسمان کی طرف دیکھو کہ اوپر بھی کوئی دیکھ رہا ہے اور وہ ان آنکھوں کا مالک ہے اور حق تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنی

گردن جھکادو۔ نگاہ نیچی کرلو اسی وقت نقد انعام ملے گا اور وہ انعام ایمان کی حلاوت ہے (جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے)۔ یہی وہ جہاد ہے کہ کفار سے جہاد کرنے سے بھی بڑا جہاد ہے۔ نفس کے مقابلے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ اکبر فرمایا ہے۔ ہر وقت یہ شہادت مؤمن کو عطا ہوتی رہتی ہے یعنی امرِ الٰہی کے خنجر کے سامنے اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کی گردن کو مومن خوشی خوشی پیش کرتا ہے اور اسی مجاہدے سے حق تعالیٰ کا عظیم قرب عطا ہوتا ہے جب بندہ بزبانِ حال کہتا ہے ؎

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

اس مجاہدے اور گناہ کے ترک کی تکلیف برداشت کرنا اور اس خونِ آرزو پر احقر کے پانچ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

انہیں ہر لحظہ جانِ نو عطا ہوتی ہے دنیا میں
جو پیشِ خنجرِ تسلیم گردن ڈال دیتے ہیں

گر یوں ہی پیتا رہے گا آرزوؤں کا لہو
ایک دن پاجائے گا قسمت سے جانِ آرزو

گزرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

یعنی مجاہدات کے غم سے اللہ والوں کو ایسا قرب عطا ہوتا ہے کہ یہ آسمان کے حجابات ان کے لیے حجابات نہیں رہتے۔

میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا حال اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ میں دنیا میں جب چلتا پھرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں آخرت کی زمین پر چلتا پھرتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے دن دوزخ اور جنت اور تمام مغیبات دیکھوں گا تو میرا ایمان کچھ زیادہ نہ ہوگا، اتنا ایمان تو مجھے فیضان بارگاہِ رسالت کے صدقے دنیا ہی میں حاصل ہے۔

احقر کو عشقِ مجازی کے متعلق اپنا ایک شعر اور یاد آیا؎

ہر عشقِ مجازی کا آغاز بُرا دیکھا
انجام کا یااللہ کیا حال ہوا ہوگا

اگر عالم ہمہ پُر خار باشد
دلِ عاشق گل و گلزار باشد

ترجمہ و تشریح: اگر تمام دنیا کانٹوں سے بھر جاوے لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کے عاشق کا دل ہمیشہ گل و گلزار اور پُر بہار ہوگا۔ کیوں کہ دنیائے فانی کی ہر بہار فانی ہے اور حی و قیوم کی ذات باقی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے تعلّق و محبت کی بہار بھی بے خزاں اور باقی ہے؎

ایں بہارے نیست کو رادے رسد

عاشقانِ حق کے قلب میں جو بہار ہے وہ ایسی بہار نہیں جسے خزاں زائل کر سکے یا نقصان پہنچا سکے۔ اللہ والوں کو اگر کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس میں بھی حق تعالیٰ کی رحمت و حکمت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور پُر سکون اور خنجرِ تسلیم کے سامنے سرِ تسلیم خم رہتے ہیں۔

حکایت

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حال ہے اور کیسا مزاج ہے؟ فرمایا: اس بندے کا مزاج کیا پوچھتے ہو جس کی مرضی کے مطابق کائنات میں تمام کام ہوتا ہے۔ مخاطب نہایت متوحش ہوا کہ یہ کیسا جملہ ہے، جب تشریح کی درخواست کی تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے وہ مرضیٔ حق سے ہوتا ہے اور میں نے اپنی مرضی کو حق تعالیٰ کی مرضی میں فنا کر دیا ہے، پس میری مرضی اور ان کی مرضی ایک ہو چکی ہے۔ لہٰذا جو کچھ ہوتا ہے میں یہی سمجھتا ہوں کہ سب میری ہی مرضی کے مطابق

ہو رہا ہے اور میں ہر حال میں خوش رہتا ہوں۔

ناخوش او خوش بود بر جانِ من
دل فدائے یار من رنجانِ من

رومیؔ

بہارِ من خزاں صورت گلِ من شکلِ خار آمد
چو از ایمائے یار آمد ہمیں گیرم بہار آمد

احسنؔ

جو ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا
وہ جو حسب مرضیٔ دلبر ہوا

مجذوبؔ

عجیب مظہر اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

اخترؔ

اگر بے کار گردد چرخ گرداں
جہانِ عاشقاں بر کار باشد

ترجمہ و تشریح: اگر آسمان گردش کرنے والا اپنے کام سے کسی وقت بے کار ہو جاوے اور جس کے سبب تمام نظامِ ارضی و فلکی درہم برہم ہو جاوے پھر بھی خدا کے عاشقوں کی کائنات سرگرم کار رہے گی یعنی عشّاقِ حق ہر حالت میں باخدا رہتے ہیں اور ہنگامہ عشقِ حقیقی کا کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

یہاں تو ایک پیغام جنوں پہنچا ہے مستوں کو
ان ہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر
باشد ایں ہنگامہ ہردم گرم تر

ترجمہ: دنیا کے تمام ہنگامے ایک دن ٹھنڈے ہو جاتے ہیں مثلاً جوانی کا ہنگامہ بڑھاپے میں، بہار چمن کا موسم خزاں میں، بدرِ کامل کا شبِ تاریک میں، آفتاب کا افق غروب میں، گل تر کا افسردگی میں، صحت کا بیماری میں، حیات کا موت میں اور موت تو ہمیشہ کے لیے۔

ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

مگر اللہ والوں کی روحانی بہار کا ہنگامہ ہمیشہ گرم تر رہتا ہے اور یہ کیوں؟ حضرت رومی جواب دیتے ہیں۔

عارفاں زانند ہر دم آمنوں
کہ گزر کردند از دریائے خوں

عارفین ہر وقت امن میں اور سکون میں اس سبب سے ہیں کہ وہ مجاہدات کے دریائے خون کو عبور کر چکے ہیں اور حق تعالیٰ کے مقرب ہو چکے ہیں۔

جہانِ رنگ و بو میں رنگِ گوناگوں کا منظر تھا
مگر ہر اہلِ رنگ و بو کا حال رنگ ابتر تھا
نظامِ رنگ و بو سے ہو کے جو ما فوق جیتا تھا
اسی مست خدا کا رنگ ہر دم رنگ خوشتر تھا

اخترؔ

رنگِ تقویٰ رنگِ طاعت رنگِ دیں
تا ابد باقی بود بر عابدیں

رومیؔ

ترجمہ: تقویٰ اور طاعت اور دین کا رنگ قیامت تک عابدین کی ارواح پر باقی رہنے والا ہے۔

رنگِ شک و رنگ کفران و نفاق
تا ابد باقی بود بر جانِ عاق

شک اور کفر اور نفاق کی سیاہی قیامت تک نافرمانوں کی ارواح پر باقی رہنے والی ہے۔ مراد یہ کہ جو بدون توبہ اسی حالت میں مرگئے، ورنہ تائبین کو تو حق تعالیٰ پاک و صاف فرمادیتے ہیں۔

همہ غمگیں شوند و جانِ عاشق
لطیف و خرم و عیار باشد

حل لغت: عیار: بہت حرکت کرنے والا (یعنی خوشی میں خوب کام کرنے والا) (غیاث)
کائنات میں ہر شخص پریشان ہے مگر اللہ والوں کے دل سکون اور چین میں ہیں۔
حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدائے پاک سے تعلّق کرکے تو دیکھو پھر دیکھنا کہ پریشانی کہاں رہتی ہے۔
جسم زندہ ہے روح سے مگر روح زندہ ہوتی ہے حق تعالیٰ کے تعلق سے پس ذاتِ حق ہماری جانوں کی بھی جان ہے۔ ہائے حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کبھی بڑے درد سے حق تعالیٰ شانہٗ کو اس طرح خطاب فرمایا کرتے: ”اے آرام جانِ بے قراراں!“ یعنی حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات بے قراروں کے دلوں کا آرام ہے۔

ذکرِ حق آمد غذا ایں روح را
مرہم آمد ایں دلِ مجروح را

خاتم مثنوی

حق تعالیٰ کا ذکر اس روح کی غذا ہے اور مجروح دل کا مرہم ہے۔ چند دن حق تعالیٰ کے راستے میں گناہوں کے چھوڑنے سے تکلیف ہوتی ہے اور پھر تمام زندگی راحت ہی راحت میسّر ہوتی ہے۔

پہنچنے میں ہوگی مشقت تو بے حد
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

مجذوب

نفس کی تمام بُری خواہشات کا ڈٹ کر مقابلہ کرے اور کسی اللہ والے سے مشورہ کرتا

رہے اور دعائیں کراتا رہے یقیناً حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ایک دن آپ کو اپنے قرب اور دردِ محبت سے مالامال فرمادیں گے۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

ڈاکٹر عبدالحیؒ عارفی

احقر کے اشعار ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

جہانِ رنگ و بو میں ہر طرف بس آب و گل پایا
مگر عاشق کے آب و گل میں ہم نے دردِ دل پایا
ہمارے خونِ حسرت پر فلک رویا زمیں روئی
مگر اے دل مبارک ہو کہ تو نے دردِ دل پایا

اسی لاشے سے اُٹھتی ہے بہارِ موجِ گلشن میں
رضائے دوست کی خاطر جو خاک و خوں میں ملتا ہے

مزہ ملا جو مجھے دل کی بیابانی کا
رہا نہ شوق گلستاں کی باغبانی کا
تری نگاہِ کرم چاہیے مرے دل کو
یہی بہار ہے اختر کی زندگانی کا
حسرتیں وجہ شکست دل ہوئیں
اور دل خود فاتحِ منزل ہوا

اخترؔ

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا
کسی کو فکرِ گوناگوں میں ہر دم سرگراں پایا

کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا
بس اک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا

غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ بن جائے

حکایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک منکرِ خدا نے کہا کہ میرے ایک سوال کا جواب دے دیں تو میں اسلام قبول کرلوں گا۔ فرمایا: دریافت کرو مگر میں خدا سے معلوم کرکے بتاؤں گا۔ کہا کہ اگر کوئی شخص اپنے مقابل پر مسلسل تیر کی بارش کررہا ہو تو اس سے بچنے کی کیا تدبیر ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے معلوم کیا، ارشاد ہوا کہ اے عیسیٰ! آپ جواب دے دیں کہ تیر چلانے والے کے پاس آکر کھڑا ہو جاوے تو پھر اس کے تیروں سے محفوظ ہو جاوے گا۔ یہ جواب سنتے ہی وہ حیران ہو گیا اور اس نے تصدیق کی کہ بے شک آپ سچے نبی ہیں۔ مثنوی شریف میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ اس سے یہ سبق ملا کہ جب مصائب کے تیر خدا کی طرف سے آتے ہیں تو مصائب سے محفوظ رہنے کی صورت یہی ہے کہ خدائے پاک سے قریب ہو جاؤ اور ان سے تعلّق پیدا کرو۔

بلائیں تیر اور فلک کماں ہے چلانے والا شہنشہاں ہے
اسی کے زیرِ قدم اماں ہے بس اور کوئی مفر نہیں ہے

اور اللہ تعالیٰ کا تعلّق صحبتِ بزرگانِ دین سے نصیب ہوتا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

در بیانِ شانِ باطنی اہل اللہ

دگر تنہاست عاشق نیست تنہا
کہ با معشوق تنہا یار باشد

ترجمہ و تشریح: کائنات میں ہر شخص تنہا ہے مگر عاشقانِ حق اپنے باطن میں تعلّق مع اللہ کی دولت رکھتے ہیں اور وہ ہمہ وقت باخدا ہوتے ہیں۔ صوفیا اسی نعمت کو حضورِ دائم یا دوامِ حضور کہتے ہیں۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

مجذوبؔ

اہل اللہ اگر مخلوق کے ساتھ بھی مشغول ہوتے ہیں تو اس وقت بھی انہیں حق تعالیٰ کے ساتھ استحضار کی کیفیت حاصل رہتی ہے۔ صوفیا کے نزدیک اس رنگِ نسبت کا نام خلوت در انجمن ہے۔

کچھ اور ہی ہے اب مرے دن رات کا عالم
ہر وقت ہے اب ان سے مناجات کا عالم

مجذوبؔ

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

اخترؔ

سوارِ عشق شو در رہ میندیش
کہ اسپِ عشق بس رہوار باشد

ترجمہ و تشریح: عشق کی سواری پر بیٹھ کر حق تعالیٰ کا راستہ طے کرو یعنی زہدِ خشک کے بجائے حق تعالیٰ سے والہانہ اور عاشقانہ تعلق پیدا کرو۔

زاہدوں پر مے اچھالی جائے گی
روح ان مردوں میں ڈالی جائے گی

مطلب یہ کہ زاہدوں کو حق تعالیٰ کے عاشقوں سے رابطہ قائم کرکے طریقِ عشق سے منزل طے کرنی چاہیے کیوں کہ عشق کا گھوڑا ہی یہ راستہ طے کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں اس مقام کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ ؎

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ
سر عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

اگر زاہدِ خشک ہر ماہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے تو عاشقانِ حق ہر سانس میں عرشِ اعظم تک بہ فیض پروازِ محبت و دردِ عشق سیر کرتے رہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت کے لیے سالک کو چاہیے کہ اہلِ محبت کی (یعنی عاشقانِ حق کی) صحبت میں بیٹھا کرے۔ احقر کو اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

زاہد سے کیا سنوں میں محبت کی داستاں
الفاظ خشک میں ہے نہاں سرِ غم کہاں

اس کامیابی کا راز یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ فنائیتِ کاملہ اور عبدیتِ کاملہ سے طے ہوتا ہے اور محبت ہی آدمی کے نخوت و خودی کو مٹا دیتی ہے اور خودی کے مٹنے ہی سے خدا ملتا ہے۔ جس طرح چاند اس وقت روشن ہوتا ہے جب زمین سورج کے سامنے سے ہٹ جائے کیوں کہ سورج ہی کی روشنی سے چاند روشن ہوتا ہے۔ یہ راستہ خودی کا نہیں ہے بے خودی کا ہے ؎

بے خودی میں یہ کبھی ممکن نہیں
ہو خودی اہلِ خرد کی سربلند

اخترؔ

شیخِ کامل کا فیضان بھی اسی طالب پر مکمل ہوتا ہے جو اپنے نفس کو اور رائے کو مٹا کر شیخ کی رائے پر چلتا ہے۔

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پایئے
کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں آیئے

مولانا محمد احمد صاحب

اور عبادت کا لطف بھی اسی وقت ملتا ہے جب حق تعالیٰ سے محبتِ کاملہ ہو۔

تری طاعت کے صدقے لطفِ جنت زندگی میں ہے
خلش حاصل جو تیرے غم کی میری بندگی میں ہے

مجذوب

تیز رفتاریٔ عشق

بیک ساعت ترا منزل رساند
اگر چہ راہ ناہموار باشد

ترجمہ و تشریح: ایک ساعت میں عشق عاشقوں کو منزل تک پہنچاتا ہے اگر چہ راستہ کس قدر دشوار ہو یعنی خدا کی محبت ہی نفس کی خواہشات کو کچلنا اور احکامِ الٰہی کو بجالانا آسان کر دیتی ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ محبت ہر تلخی کو شیریں بنا دیتی ہے۔

از محبت تلخ ہا شیریں شود

اور محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ جہاد میں مؤمن اپنا خون بہا کر جان بھی فدا کر دیتا ہے۔

منڈلائے ہوئے جب ہر جانب طوفاں ہی طوفاں ہوتے ہیں
دیوانے کچھ آگے بڑھتے ہیں اور دست و گریباں ہوتے ہیں

میدانِ بدر اور دامنِ کوہِ احد کے خاک کے ذرات شہیدوں کے لہو سے تاباں ہو کر بزبانِ حال اس مضمون کی تائید کرتے ہیں۔

آنا ہے جو بزمِ جاناں میں پندارِ خودی کے توڑ کے آ
اے ہوش و خرد کے دیوانے یاں ہوش و خرد کا کام نہیں

مجذوب

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تابہ منزل صرف دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہوکر تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبت اور خوف کا معیار کیا ہے؟ خدائے پاک کی محبت کا مقام زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنو:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَأَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ[٢]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے خدا کی محبت کو اس عنوان سے مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! اپنی محبت مجھے اتنی عطا فرمادیجیے جس سے آپ کی ذاتِ پاک مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب وعزیز تر ہوجاوے اور میرے اہل وعیال سے بھی زیادہ آپ مجھے محبوب ہوں اور اے خدا! ٹھنڈے پانی سے جو رغبت پیاسے کو ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ آپ کی مجھے رغبت ہو۔

یہ عجیب دعا ہے احقر عرض کرتا ہے کہ یہ دعا اگر ہم لوگ مانگ لیا کریں تو حق تعالیٰ کی محبت اسی بلند معیار سے ہم کو عطا ہوجاوے۔ حق تعالیٰ توفیق بخشیں، آمین۔

دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْیَآءِ اِلَیَّ[٣]

اے اللہ! میرے قلب میں کائنات کی تمام چیزوں سے زیادہ اپنی محبت عطا فرمادے۔

ایک حدیث میں یہ عنوان ہے کہ اے خدا! آپ جب اہلِ دنیا کی آنکھیں ٹھنڈی کریں

[٢] جامع الترمذی:٢/١٨٧، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدۃ التسبیح بالید، ایچ ایم سعید

[٣] الجامع الصغیر للسیوطی:١/٥٩

ان کی دنیاوی نعمتوں سے تو میری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرما۔

اسی طرح سے خوف کا معیار بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اس کا پتا آپ کی اس دعا سے ملتا ہے کہ اے خدا! اپنا خوف مجھے اتنا عطا فرما دیجیے جو تمام کائنات کی اشیاء سے زیادہ ہو۔ ایک دعا میں یہ عنوان ہے کہ اے خدا! اپنے خوف سے مجھے اتنا حصہ عطا فرما دیجیے جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے۔ پس معلوم ہوا کہ محبت اور خوف کی مقدارِ مطلوبہ ضرور یہ حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ اعمالِ رضا پر عمل کی ہمت اور ناراضگی و غضب کے اعمال سے اجتناب کی توفیق مشکل ہے اور محبت و خوف کے یہ مدارج اور ان کی یہ مقدار اہلِ محبت و اہلِ خشیت کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (لیکن یہ ڈر کہاں سے حاصل ہوگا) كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کاملین کی صحبت میں رہ پڑو۔ اور صادقین اور متقین ایک ہی چیز ہیں، یہ کُلی متساوی ہے، ہر صادق متقی اور ہر متقی صادق ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ[۴]

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صادقین سے مراد مشائخ و بزرگانِ دین ہیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی آیتِ مذکورہ کی یہی تفسیر معلوم ہوتی ہے:

لِكُلِّ شَيْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰى قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ[۵]

ہر شئے کے لیے معدن ہے اور تقویٰ کا معدن عارفین کے قلوب ہیں۔

ہمارے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز اپنے خزانے اور کانوں سے ملتی ہے سونا سونے کی کان سے، چاندی چاندی کی کان سے، کوئلہ کوئلہ کی کان سے، اسی طرح امرود امرود والوں سے، مٹھائی مٹھائی والوں سے، کپڑا کپڑے والوں سے۔ پس اللہ بھی اللہ والوں سے ملتا ہے۔

۴؎ البقرة:۱۷۷

۵؎ الجامع الصغیر للسیوطی:۲/۱۲۵

ہمّتِ مردِ عاشق

علف خواری نہ دارد مردِ عاشق
کہ جانِ عاشقاں خمار باشد

ترجمہ و تشریح: اہلِ محبت شکم پروری اور بھوسہ خوری نہیں کرتے کیوں کہ عاشقوں کی جانیں حق تعالیٰ کی محبت سے مست ہوتی ہیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کی تشریح یوں فرمائی ہے ؎

معدہ را ہم زیں کہہ و جو باز کن
خوردنِ ریحان و گل آغاز کن
معدہ را خو کن بداں ریحان و گل
تا بیابی حکمت و قوت رسل

ترجمہ: اے لوگو! اپنے معدے کو چند دن گھاس اور جو سے باز رکھو یعنی التفات و انہاک ان سے ہٹا کر ریحان و گل کھانا شروع کرو۔ مراد یہ ہے کہ روح کو غذائے ذکرِ حق دینا شروع کرو تاکہ انبیاء علیہم السلام کے علم و حکمت سے تمہیں بھی کچھ حصہ بہ فیضانِ نبوت عطا ہونے لگے۔

معارف و حقائقِ عشق

ہمہ را بیاز مودم ز تو خوشترم نیامد
چو فروشدم بدریا چو تو گوہرم نیامد

ترجمہ و تشریح: کائنات میں سب کو آزمایا لیکن سب کو ناپائیدار و بے وفا پایا۔ ہاں اے محبوبِ حقیقی! آپ سے خوشتر کسی کو نہ پایا۔ جب دریائے موجودات میں غوطہ لگایا تو وجود کے ہر موتی سے سابقہ پڑا لیکن اے واجب الوجود محبوبِ حقیقی! آپ جیسا گوہر یکتا کوئی نہ پایا۔

رہ آسماں دراز ست پر عشق را بہ جنباں
پر عشق چو کشودی غم نردباں نباشد

ترجمہ و تشریح: آسمان کا راستہ (راہِ حق) دراز ہے اپنے عشق کے پروں کو حرکت دو جب تو عشق کے پروں کو کھولے گا تو عشق کا فیض تجھے افلاک پر لے جائے گا اور تجھے سیڑھی نہ ہونے کا غم نہ ہو گا۔ عشقِ حقیقی کی شان یہ ہے کہ عاشق کو محبوب تک پہنچا دیتی ہے۔

روح کو اپنا سا کر کے لے چلی افلاک پر
اللہ اللہ یہ کمال روح جولاں دیکھیے

مراد یہ کہ بے کار بیٹھنے سے اور باتیں بنانے سے خدا نہیں ملتا۔

قدم بایدت در طریقت نہ دم
کہ اصلے ندارد دمے بے قدم

طریقت میں قدم چاہیے نہ صرف دعویٰ کیوں کہ بدون عملی قدم کے محض جذبات سے یہ راستہ نہیں طے ہوتا۔

کامیابی تو کام سے ہو گی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہو گی
ذکر کے التزام سے ہو گی
فکر کے اہتمام سے ہو گی

بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں گے پر
گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑپھڑائے جا
کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

عشق کے پر کھولنے سے مراد ذکر و فکر کا شروع کرنا ہے۔ ہمارے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر میں تین حروف ہیں: ذال۔ کاف۔ رے۔ اور ذاکر

میں اور مذکور میں بھی یہ تین حروف موجود ہیں۔ پس ذکر ذاکر کو مذکور سے ملا دیتا ہے۔ کیا ہی عجیب بات فرمائی، ذکر واقعی عجیب چیز ہے، سب اصلاحات اس کی برکت سے ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نور پیدا ہو جاتا ہے اور جب دل میں نور آتا ہے تو پھر گناہوں کے اندھیروں سے وحشت ہونے لگتی ہے۔

می گریزد ضدہا از ضدہا
شب گریزد چو بر افروزد ضیا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر شئے اپنے ضد سے بھاگتی ہے پس دن روشن ہوا رات کی اندھیری کیسے ٹھہر سکتی ہے۔ اور اگر احیاناً کوئی خطا ہو بھی جائے گی تو سخت پریشانی ہوگی۔ جس طرح روشنی میں رہنے والوں کے گھر کی بجلی چلی جانے سے وحشت ہوتی ہے اور پاور ہاؤس سے فون کے ذریعے فریاد رسی شروع کر دیتے ہیں اسی طرح اللہ اللہ کرنے والوں سے اگر کبھی کوئی کوتاہی اور خطا صادر ہوتی ہے تو فوراً ان کو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے جو سرچشمۂ نور اور مرکزِ نور ہے گناہ کی ظلمت و اندھیرا دور ہونے اور دوبارہ نور عطا ہونے کی فریاد و گریہ وزاری شروع کر دیتے ہیں۔ اسی کو مولانا نے بیان فرمایا ہے۔

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغ دل خلالے کم بود

سالک کے باغ دل سے اگر ایک تنکا بھی کم ہوتا ہے تو اس کے قلب پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں۔ احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس و قمر
کائنات دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر

اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائنات دل کے خورشید و قمر

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

عشق کے پَر کی تشریح کے لیے مثنوی رومی کا ایک شعر یاد آیا۔

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن
می پرد با پر دل بے پائے تن

عارفین حق کی جانیں جسم کے ہنگاموں سے یکسو ہو کر حق تعالیٰ کی طرف اڑتی رہتی ہیں دل کے پروں سے بدون جسم کے پاؤں کے۔ پس عارف بیٹھا ہوا بھی سیر الی اللہ کرتا رہتا ہے۔

لذّتِ وصال بوقتِ مرگ

اے شاد آں زمانے کز بخت ناگہانے
جاں بر کنار افتاد تن بر کنار ماند

ترجمہ وتشریح: کیا ہی خوشی کا وقت ہو گا جب قسمت سے میری جان تن کے نفسِ عنصری سے علیٰحدہ ہو کر محبوبِ حقیقی سے واصل ہو گی۔ یہ شوق لقائے محبوب ہے جس کی دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عنوان سے مانگی ہے۔ ''اے خدا! آپ سے آپ کی ملاقات کا شوق مانگتا ہوں۔''

حکایت

حضرت محدث شیخِ کامل شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ شوق کے کیا معنیٰ ہیں؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا: شوق کے معنیٰ تڑپ کے ہیں۔ مولوی صاحب پر حال طاری ہوا اور چیخ چیخ کر رونے لگے۔ شاہ صاحب نے فرمایا: ارے مولوی ہو کر چلّاتے ہو! مطلب یہ تھا کہ حال شدت نہ اختیار کرے اور سکون ہو جاوے۔

حکایت

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ آپ کی روح قبض کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا: حق تعالیٰ نے مجھے خلیل اللہ کا لقب دیا ہے اور خلیل کے معنیٰ گہرے دوست کے ہیں تو کیا کوئی اپنے خلیل کی بھی روح قبض کرتا ہے؟ یہ بات عزرائیل علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے عرض کی۔ ارشاد ہوا: میرے خلیل سے کہہ دو کہ کیا کوئی دوست اپنے دوست کے پاس آنے سے گھبراتا ہے۔ اَلْمَوْتُ جَسْرٌ موت تو پل ہے یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ جو حبیب کو حبیب سے ملاتی ہے۔

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم و از پے جاناں بروم

ترجمہ: کیا ہی مبارک وقت ہو گا کہ اس ویرانے سے میں رخصت ہوں گا اور محبوبِ حقیقی کی لقاء سے راحتِ جان حاصل کرنے کے لیے جسم سے جدا ہو کر محبوب کے پاس روانہ ہوں گا۔

بیانِ عشق از عشق

عشق را از کس مپرس از عشق پرس
عشق او بس خوش بیان است اے پسر

ترجمہ و تشریح: عشقِ حقیقی کا مقام کسی سے مت پوچھو کہ کیا ہوتا ہے۔

یہ کیا ہوتا ہے جب لب پر کسی کا نام آتا ہے

عشق کی تفسیر عشق ہی کی زبان سے پوچھیے، حق تعالیٰ کی محبت نہایت خوش بیان مقرر ہے اے پسر۔ مولانا نے اس کی تشریح مثنوی میں یوں بیان فرمائی ہے۔

عقل در شرحش چو خر در گل بہ خفت
شرحِ عشق و عاشقی خود عشق گفت
گرچہ تفسیرِ زباں روشن گرست
لیک عشقِ بے زباں روشن ترست

ترجمہ: عقل نے عشق کی شرح شروع کی تھی کہ عاجز ہوکر مٹی میں مثل گدھے کے سوگئی یعنی عناصر کے تقاضوں سے مغلوب ہوکر حُبِّ دنیا میں پھنس گئی اور عشق اور عاشقی کی شرح خود عشق نے بیان کرنا شروع کردیا۔

عذابِ عشقِ مجازی

مگر عشقِ مجازی کا مریض مثل دوزخی کے نہ زندہ رہتا ہے نہ مرتا ہے موت اور حیات کے درمیان لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَلَا یَحۡیٰی کا عذاب چکھتا رہتا ہے۔ خدائے پاک کافر کو بھی یہ عذاب نہ دے۔

ایں چنیں اندوہ کافر را مباد
دامنِ رحمت گرفتم داد داد

ترجمہ: اے خدا! ایسا غم کافر کو بھی نہ دے تیری رحمت کا دامن پکڑ کر تجھ سے فریاد کرتا ہوں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی عذاب ہے عذاب۔ اگر عشقِ مجازی سے توبہ کرلے اور اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر شروع کردے تو ایسا محسوس ہوگا کہ مچھلی پانی سے دور ہوکر جو تپتی ریت میں تڑپ رہی تھی پھر کسی نے پانی میں ڈال دیا تو کیسی حیاتِ نو اسے معلوم ہوگی۔ ہمارے حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ پیر وہ ہے جو دل کی پیرا نکال دے یعنی کانٹا نکال دے۔

اگر عشقِ مجازی سے توبہ کرنے میں قلب وروح کو اس قدر تکلیف ہو کہ موت آجاوے تو وہ شہید ہوگا۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو عاشق ہوجاوے کسی پر اور اس کو

ظاہر نہ کرے اور عفیف (پاک دامن) رہے اور صدمہ سے مر جاوے **فَهُوَ شَهِيْدٌ** پس وہ شہید ہے ۔ اور اگر روح نہ نکلی مگر زندگی بے کیف تلخ معلوم ہونے لگی تو یہ بے کیفی چند دن کی ہے، جلد ہی حق تعالیٰ کے قرب سے وہ لطف اور سکون اسے عطا ہو گا کہ بزبانِ حال یہ کہے گا جو احقر کے ان اشعار میں ہے۔

بپاسِ خاطر دیوانہ مے آتی ہے جنت سے
یہی انعام ہے نہلا اٹھے جو خونِ حسرت سے

ہر خونِ آرزو کا صلہ یہ ملا مجھے
ان کے کرم نے گود میں مجھ کو اٹھالیا

سرد آہیں کبھی نالہ کبھی گریہ و بکا
دولت عاشق مسکین اسے کہتے ہیں

نفس کی بری خواہشات کا خون کرنے سے ہی حق تعالیٰ کا قربِ خاص عطا ہوتا ہے کیوں کہ جب اپنی خواہشات پر عمل نہیں کرتا تو دل ٹوٹ جاتا ہے اور دل درد سے بھرا ہوا ہو جاتا ہے۔

سینے میں ہوں اک درد بھرا دل لیے ہوئے

احقر کے ان اشعار میں غور فرمایئے۔

کون کہتا ہے بامرادی کا
عشق ہے نام نامرادی کا

وہ جلا اس کا نشیمن وہ اٹھا اس کا دھواں
یوں کیا صیاد نے طائر کا سامانِ وصال

اس عارض و گیسو کے سہارے کو فنا ہے
پس ان کے سہارے پہ ہے جینا کوئی جینا

تو نے ان کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی
ہاں شکست آرزو کا بھی مقامِ قرب دیکھ

سرفروشی جاں فروشی دل فروشی سب سہی
پی کے خونِ آرزو پھر کیف جامِ قرب دیکھ

وہ نامراد کلی رشک گل شگفتہ ہے
کہ اب وہ محرم راز دل شکستہ ہے

اس وقت احقر کو اصغر گونڈوی کا یہ شعر نہایت لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

ایک ایک تنکے پر سو شکستگی طاری
برق بھی لرزتی ہے میرے آشیانے سے

اصغر

ایک دفعہ ایک مشہور جریدہ میں ایک سرپھرے کا یہ مضمون پڑھا تھا کہ جتنے صوفیائے کرام عاشقانہ انداز سے کلام کہتے ہیں دراصل یہ مجاز کے شکار ہوتے ہیں مگر محروم ونامراد ہو کر حقیقت کی آڑ میں اپنی تشنگی بجھاتے ہیں۔ واقعی چور سب کو چور سمجھتا ہے اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ ہر آدمی اپنے ہی اوپر دوسروں کو قیاس کرتا ہے۔ اس بدفہم اور بے خبر جان محروم کو یہ نہیں معلوم کہ یہ صوفیائے کرام پھر رات دن تہجد واشراق واوابین اور تلاوت اور ہر وقت اتباعِ سنت کے غم وفکر میں کیوں گھلتے ہیں۔ اس ناشستہ رو معترض سے کوئی پوچھے کہ تجھے ان اعمالِ صالحہ کی توفیق کیوں نہیں ہوتی جو ان عاشقانِ خدا کو ہوتی ہے۔ جیسے نامرد کو لذّتِ جماع سمجھانا محال ہے اسی طرح ایسے لوگوں کو اولیائے پاک کی ارواح کے درد ومحبت کے مقام کو سمجھانا مشکل ہے۔ بہرحال سوال یہ ہے کہ ہر عاشق مجاز کے اعمال واحوال پھر ان صوفیائے کرام جیسے کیوں نہیں ہوجاتے حالاں کہ کتنے ان میں نامراد ہو کر خودکشی کرگئے یا پاگل ہوگئے۔

درحقیقت بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ ان کی ارواح کو اپنی طرف جذب فرمالیتے

ہیں۔ پس محبت کا مادہ تمام کا تمام حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ ان کی محبت بالحق ہوتی ہے یا للحق ہوتی ہے۔ یعنی یا تو اللہ کے ساتھ ہوتی ہے یا اللہ کے لیے کسی سے ہوتی ہے۔ البتہ حسنِ مجاز کی طرف انجذاب ان کو قوی تر ہوتا ہے اس لیے ان کے لیے مجاہدہ بھی قوی تر ہوتا ہے اس لیے ان کا نور بھی قوی تر ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ اولیائے کرام مثل انبیاء معصوم نہیں ہوتے۔ اگر احیاناً ان سے صدورِ خطا ہوتا ہے تو ان کی توبہ بھی اسی مقامِ درد سے ہوتی ہے جو عام لوگوں کی توبہ سے کہیں افضل ہوتی ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کاش کہ مادر نزادے مر مرا
یا مرا شیرے بخور دے در چرا
در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم بہ بیں خونِ جگر
گر مرا ایں بار ستاری کنی
توبہ کردم من زہر ناکردنی

ترجمہ: ایک بزرگ کی توبہ کا مضمون بیان فرماتے ہیں کہ اے کاش! اس گناہ سے جو صدمہ اور ندامت ہے میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا یا مجھے شیرِ کسی جنگل میں کھا گیا ہوتا۔ میرے جگر میں صدمہ و ندامت کی سینکڑوں چنگاریاں بھری ہوئی ہیں جس کے سبب اے خدا! آپ میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیجیے۔ اس مرتبہ آپ میری ستاری فرما دیجیے میں اپنی ہر نالائقی سے توبہ کرتا ہوں۔

حکایت

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز تہجد شیطان نے آپ کے پاؤں دبا کر قضا کرادی یعنی نیند گہری طاری ہوگئی، آپ نے دن میں تہجد کی قضا ادا کی۔

مسلم شریف میں یہ حدیث مروی ہے کہ:

مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ فَقَرَأَ مَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ کُتِبَ لَهٗ کَأَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّیْلِ[۶]

جس شخص کا نیند کے سبب رات کا وظیفہ اور معمول ادا نہ ہو سکا اور اس نے فجر اور ظہر کے درمیان اس کو پورا کر لیا تو اس کا اتنا ہی ثواب ملے گا جیسے کہ اس نے رات ہی میں وہ معمول پورا کیا۔ حاصلِ حکایت یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں بعد نمازِ فجر معمولات شب پورا کر کے بہت روئے اور حق تعالیٰ سے ندامت کے ساتھ استغفار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ندامت کے ان آنسوؤں کو جو ایک روایت کے مطابق شہیدوں کے خون کے برابر میدانِ محشر میں تولے جائیں گے قبول فرما کر ان کے درجے کو بہت بلند فرما دیا۔ ابلیس نے آپ کو آپ کے درجے سے کمتر کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ کا مقام پہلے سے بھی بلند دیکھ کر حسد سے جل گیا۔ دوسری شب میں تہجد کے لیے بیدار کیا۔ حضرت نے دریافت کیا کہ اے شخص! تو کون ہے؟ کہا: میں آپ کو تہجد کے لیے اٹھا رہا ہوں، آپ اٹھ کر یہ نیک کام کر لیں لیکن مجھے نہ معلوم کریں کہ میں کون ہوں۔ میرا نام بہت بدنام ہے۔ فرمایا: نہیں تجھے بتانا پڑے گا۔ کہا: حضور! مجھے ابلیس لعین کہتے ہیں۔ فرمایا: تیرا کام تو برائی کرانا ہے یہ نیک کام آج کیسے کر لیا؟ کہا: حضور! ہزاروں سال عبادت گزار رہا ہوں پرانی عادت کبھی عود کر آتی ہے۔ فرمایا کہ سچ سچ بتا اے ابلیس! تیرا مکر مجھ پر نہ چل سکے گا۔ کہا: حضور! رات آپ کی تہجد قضا کرا دی تھی، آپ کی گریہ وزاری اور توبہ نے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیا، پھر آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ مجھ جیسا بنی آدم کا حاسد اس کو کہاں برداشت کر سکتا ہے۔ اس لیے سوچا کہ آج آپ کو بیدار کر دوں تا کہ آپ جس رفتار سے ترقی کر رہے تھے اسی پر قائم رہیں۔ آپ نے جس مقامِ درد و اخلاص سے توبہ کی اس نے تو آپ کو سلوک میں تیز گام بنا دیا اور میری تدبیر معکوس نے میرے جگر میں غم کی آگ رکھ دی۔

پس اللہ والوں کے ساتھ وہی بدگمانی کرتا ہے جو بدبخت ہوتا ہے۔ مولانا رومی

---

۶ جامع الترمذی: ۲/۲۷۵، باب ما ذکر فیمن فاته حزبه من اللیل فقضاه بالنهار، دار احیاء التراث، بیروت

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

سجدہ گہہ را ترکن از اشکِ رواں
کہ خدایا وا رہانم زیں گماں

ترجمہ: جب حق تعالیٰ کسی کو رسوا کرنا چاہتے ہیں تو اس کی پردہ فاشی کے لیے اور پردہ دری کے لیے اس کے قلب میں پاک اور مقبول بندوں کے اوپر اعتراض کا داعیہ پیدا فرماتے ہیں اور اس کی یہ رسوائی اس کے سابقہ جرائم کے پاداش میں ہوتی ہے۔

پس اے مخاطب! اگر تیرے اندر کبھی بدگمانی اللہ والوں کی طرف سے آئے تو سجدہ میں گر کر رونا شروع کردے اور اپنے آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کردے اور دعا کر کہ اے خدا! اس گمانِ بد سے مجھے پاک فرما۔ احقر کا اپنا ایک شعر یاد آیا۔

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برستا تھا مرا خونِ جگر

حق تعالیٰ کے راستے میں طعنہ واعتراض وملامت برداشت کرنا ہوتا ہے۔

حکایت

ایک بزرگ ایک مرید کے ساتھ سفر کررہے تھے۔ ایک معترض نے کہا: کیسا مکار ہے مرید کی زندگی تباہ کرتا ہے۔ مرید نے کہا: اس سے بدلہ لینا چاہیے، بزرگ نے فرمایا کہ یہ راستہ خدا کا ہے اس میں تو یہی کانٹے برداشت کرنے ہوتے ہیں، اگر تجھے منظور نہیں تو تُو اپنا راستہ لے اور مجھے چھوڑ دے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

قدر مجذوب کی خاصانِ خدا سے پوچھو
شہرۂ عام تو اک قسم کی رسوائی ہے

احقر کا شعر ہے۔

انعام اہلِ درد سے پاتا رہا ہوں میں
اور اہلِ عیش عمر بھر طعنہ دیے مجھے

عاشقی شیوۂ نازک مردان نیست

عشق کارِ نازکاں و نرم نیست
عشق کار پہلوان است اے پسر

ترجمہ و تشریح: عشق نازک اور نرم لوگوں کا کام نہیں ہے یعنی عشق سینکڑوں ناز رکھتا ہے اور سینکڑوں ناز سے ہاتھ آتا ہے۔ عاشقی بلا کشوں کا کام ہے۔

دونوں عالم دے چکا ہوں میکشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

حدیث پاک میں ہے کہ:

اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰہِ غَالِیَةٌ[1]

خوب سن لو کہ خدائی سودا بڑا مہنگا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اہل ایمان کی ایسی ایسی آزمائش ہوئی کہ ان کے قلوب ان کے منہ تک آ گئے۔ لیکن دولت بھی تو وہ ملتی ہے کہ جو لاثانی ہے۔ آہ لاثانی کا لطفِ تعلق بھی لاثانی ہوتا ہے۔ جس ذات پاک کا کوئی کفو اور ہمسر و مثل نہیں تو نعمت قرب حق کے ساتھ کائنات کی کوئی نعمت کیسے ہمسری کا دعویٰ کر سکتی ہے۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دعویٰ مرغابی کردست جاں
کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

جانِ مؤمن نے جب مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو طوفانِ بلا سے مرغابی کو کب ڈر ہوتا ہے۔ چناں چہ مشاہدہ ہے کہ مرغابی دریا کی بلند موجوں پر چڑھ جاتی ہے اور جب موجیں

---

[1] جامع الترمذی: ۲/۷۱، باب صفة القیامة، ایچ ایم سعید

نیچے اترتی ہیں تو وہ بھی نیچے اترتی ہے۔ الغرض طوفان پر غالب اور سوار رہتی ہے۔ اسی طرح مؤمن حق تعالیٰ کی محبت میں زمانے کے ہر طوفان کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے اور بزبانِ حال کہتا ہے ؎

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

شیر دریا کے دھارے کے خلاف تیرتا ہے دھارے پر بہنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ اسی طرح مؤمن زمانے کے تابع نہیں ہوتا، وہ اپنے گرد و پیش کے طوفانوں میں خدا کے قانون کے مطابق جیتا ہے۔ ایک ہزار پاور کے بلب کی روشنی میں رہنے والا چالیس پاور کے بلب والوں سے کبھی مرعوب نہیں ہو سکتا۔

نورِ آفتاب لاتعداد ستاروں کی روشنی کو ماند کر دیتا ہے۔ یہاں قانون اکثریت اور جمہوریت دم توڑتا ہے۔ نااہلوں کی اکثریت بے معنیٰ ہوتی ہے۔ ایک کمزور لاغر بلّی کی صدائے میاؤں سن کر مکھن، دودھ پینے والے ولایتی چوہوں کی اکثریت بلوں کی سمت بدحواس راہِ فرار اختیار کرتی ہے۔ ہزاروں گائے ایک قصاب کی چھری کے سامنے اپنی اکثریت کو زیرِ خنجر قصاب دیکھنے کے باوجود دم بخود گردانِ تسلیم جھکائے کھڑی ہوتی ہیں۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے اندھیرے کی محیط کائنات کی اکثریت لاپتا ہوتی ہے۔ پس یہ عذرِ لنگ لچر ہے کہ ہمارا معاشرہ خراب ہے، ہماری اکثریت گمراہ ہے لہٰذا ہم کس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر زندگی گزار سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے قلوب میں وہ نورِ ایمان نہیں حاصل کرتے جو زمانے پر چھا جاتا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھاگئے میں زمانہ پہ چھا گیا

ہماری روحوں اور قلوب کے بلب کا تار اس پاور ہاؤس سے صحیح اور قوی رابطہ قائم نہ کر سکا جہاں سے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو وہ نور عطا ہوتا ہے جو کائنات پر چھا جاتا ہے اور کبھی احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہوتا۔ اللہ والوں کی صحبت میں فنائے رائے کے ساتھ چند مدت گزار کر دیکھیے کہ دل کے اندر کیا نعمت عطا ہوتی ہے۔

حکایت

حضرت شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ درسِ بخاری شریف میں مصروف تھے۔ ایک مولوی صاحب نواب رامپور کے مقرب تھے وہ بھی مجلس میں حاضر تھے۔ درمیان میں عرض کرنے لگے کہ حضرت !نواب رامپور نے مجھ سے کہا ہے کہ شاہ صاحب کو میرے یہاں لاؤ میں ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کروں گا۔ حضرت کی روحِ مبارک اس وقت حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے استحضار کے ساتھ ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح سے پُر کیف تھی۔ بڑی مملکت کے سفیر کی بھی عظمت ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکم الحاکمین کے سفیر و رسول ہیں اور سید الرسل ہیں۔ اللہ و رسول کی قدر ان کے عاشقین ہی جانتے ہیں۔ شاہ صاحب نے ان کو جواب دیا کہ ارے لاکھ روپے پر ڈالو خاک اور میری بات کو غور سے سنو کہ میں اس وقت کیا کہہ رہا ہوں۔ پھر مست ہو کر یہ شعر پڑھا؎

جو دل پہ ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام و جم دیکھتے ہیں

دل کی گہرائی سے ان کا نام جب لیتا ہوں میں
چومتی ہے میرے قدموں کو بہار کائنات

اختؔر

بدونِ عشقِ حقیقی روحِ انسانی ماہیٔ بے آب ہے

ہر کہ بجز عاشقاں ماہیئے بے آب داں
مردہ و پژ مردہ است گر چہ امیر و وزیر

ترجمہ و تشریح: جو شخص کائنات میں عاشقِ حق نہ ہو اور جس کی روح حق تعالیٰ کے قرب سے مشرف نہ ہوئی وہ بس دنیائے مردار پر مثل کرگس گرا رہا، اس کی روح امیر اور وزیر

ہونے کے باوجود اس طرح بے سکون ہے جس طرح خشکی کے عیش میں مچھلی ہو اور پانی سے دور ہو۔ ایک بزرگ محدث عالم فرماتے ہیں کہ ہماری روح کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ایسا ہے جیسے مچھلی کو پانی سے۔

گر چہ در خشکی ہزاراں رنگ ہا ست
ماہیاں را با یبوست جنگ ہا ست

رومؔی

مولانا فرماتے ہیں: اگرچہ خشکی میں ہزاروں عیش رنگا رنگ ہوں لیکن مچھلیوں کے نزدیک یہ اسبابِ موت وہلاکت ہیں، ان کو تو پانی میں ڈال دو پھر پانی کے طوفان و حوادث میں بھی یہ پُر خمار اور مست رہتی ہیں۔ آدمی اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دور ہو کر اور غفلت میں مبتلا ہو کر دنیا کے تمام اسبابِ عیش کے باوجود بے چین و بے سکون رہتا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

حکایت

ایک بزرگ ایک بزرگ سے ملاقات کے لیے سفر کر رہے تھے، راستے میں ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ چڑیوں نے کہا: جہاں یہ جا رہے ہیں وہ بزرگ انتقال کر گئے۔ یہ بزرگ جب ان سے ملے تو وہ زندہ تھے، فرمایا: اب تو چڑیاں بھی جھوٹ بولنے لگیں۔ فرمایا: کیا بات ہے؟ انہوں نے قول چڑیوں کا نقل کیا۔ پوچھا: کیا وقت تھا جب یہ خبر دی؟ کہا کہ بارہ بجے دن کا تھا۔ فرمایا: چڑیوں نے صحیح خبر دی تھی۔ میں آج بارہ بجے غفلت میں مبتلا ہو گیا تھا اور خدا سے غافل کی مثال حدیث شریف میں مردہ سے دی گئی ہے اور ذاکر کی مثال زندہ سے دی گئی ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آیا۔

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

جس نے دنیا میں خدا کا قرب و رضانہ حاصل کیا اس نے دنیا میں آکر دنیا سے کچھ نہ پایا۔

افسوس کہ اہلِ آخرت کو آج کل کے عقلائے زمانہ بے وقوف سمجھتے ہیں حالاں کہ عقل کی تعریف یہ ہے کہ جو نفع وضرر کو سمجھ سکے پھر نفع وضرر میں فیصلہ کر سکے۔ نفعِ دائمی کے لیے ضررِ عارضی کو گوارا کر لے اور نفعِ عارضی کو ضررِ دائمی کے خوف سے ترک کر دے۔ اب ان عقلاء کا حال ظاہر ہے کہ دنیا کے چند روزہ آرام کے لیے آخرت کے دائمی عذاب سے بے فکر ہیں اور عارضی نفع کو دائمی ضرر کے مقابلے میں ترجیح دے رہے ہیں۔ پس عقل کی صحت کا فیصلہ اس تعریفِ مذکور کی کسوٹی پر خود کر لیں اور عقل کی تعریفِ مذکور بین الاقوامی تعریف ہے۔ کوئی عاقل اس کے خلاف بول نہیں سکتا، یہ کلمات مسلمات ہیں۔

جو اپنے دل میں ایک ذرہ نور رکھتے ہیں اور اللہ اللہ کرتے ہیں اور کسی اللہ والے کی صحبت سے نورِ باطن حاصل کرتے ہیں ان سے پوچھیے کہ کبھی ان کا ذکر چھوٹ جاتا ہے تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہے گویا بزبانِ حال یہ کہہ اٹھتے ہیں ؎

تیرے بن کیوں اندھیرا اندھیرا ہوا
میری دنیا کا شمس و قمر کیا ہوا

اخترؔ

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یارِ شب را روز مہجوری مدہ
جان قربت دیدہ را دوری مدہ

ترجمہ: اے خدا! اپنے ان دوستوں کو جنہوں نے راتوں میں تجھے یاد کیا ہے جدائی کا دن نہ دکھا یعنی دن میں بھی ان کو لذّتِ قرب سے مسرور فرما اور جس جان نے آپ کے قرب کی لذّت چکھ لی ہے اس کو جدائی کا غم نہ دیجیے۔

حکایت

ایک بزرگ نے اپنے قلب میں حق تعالیٰ کے قرب کی لذّت میں کمی محسوس

کی بہت روئے جنگل میں دیوانہ وار رویا کرتے اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہتے ؎

دلیا بنا بھتوا اداس مری سجنی

ترجمہ: اے خدا! میرا چاول (بھات) بغیر دال کے اداس ہے یعنی میری زندگی کے (ایام ولیالی) دن ورات بغیر آپ کے بے کیف ہیں۔ پھر جب نورِ قرب عطا ہوا تو بزبانِ حال فرمایا ؎

باز آمد آبِ من در جوئے من
باز آمد شاہِ من در کوئے من

میرا پانی میری خشک نہر میں پھر آگیا یعنی میرا شاہ پھر میرے دل کی گلی میں آگیا۔ یہ قربِ حق کی تعبیرات وعنوانات عاشقانہ ہیں جس کا مزہ اہلِ محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

احقر کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

زندگی میری ہے تیرا ذکر و لقا
ہے مری موت کہ میں ہوں تجھ سے جدا

بحرِ طوفانِ غم ہے مخالف ہوا
میری کشتی کا ہے تو ہی بس ناخدا

تیرے دریائے رحمت کا ہے آسرا
ورنہ اختر ہے اعمال سے بے نوا

دولتِ باطنی یعنی تعلق مع اللہ کی نعمت اور ذکر کی لذت حوادث و آلام میں بھی عاشقانِ خدا کو پُر سکون اور پُر کیف رکھتی ہے ؎

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذّت کا سہارا لے کر

اختؔر

اطمینانِ قلب از ذکرِ حق

بس خدائے پاک سے تعلق کے علاوہ پوری کائنات میں تلاش کرڈالو کہیں چین نہ پاؤگے۔ گناہ کی لذّت عارضی ہے اور دائمی بے سکونی کا سبب ہے جیسے خارش میں جب جلد مریض ہو جاتی ہے تو کھجلانے میں لطف ملتا ہے لیکن کھجلانے کے بعد جلن اور تکلیف اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ پس تقاضائے خارش کا علاج جس طرح کھجلانا نہیں بلکہ خون صاف کرنے کی دوا استعمال کر کے جلد کو تندرست بنانا ہے اور جب جلد تندرست ہو گی تو خارش نہ اٹھے گی۔ اسی طرح گناہوں کے تقاضوں کا علاج گناہ کرنا نہیں بلکہ دل کے فساد کا علاج کرنا ہے جب دل سلیم ہو جائے گا تو ان فاسد خیالات سے نجات مل جائے گی۔ نفس میں گناہوں کے تقاضوں کا علاج وہی ہے جو دوزخ کے پیٹ بھرنے کا ہے۔ حدیث میں ہے کہ دوزخ میں جب سب دوزخی ڈال دیے جائیں گے تو کہے گی کیا اور بھی کچھ ہے؟ پھر حق تعالیٰ اپنا قدم مبارک رکھیں گے۔ پس کہے گی **قط قط**۔ بس بس پیٹ بھر گیا۔ اسی طرح یہ نفسِ امّارہ بھی دوزخ کی ایک شاخ ہے اصل کا جو علاج ہے وہی فرع کا بھی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

نارِ بیرونی بہ آبے بفسرد
نارِ شہوت تا بدوزخ می برد

نار شہوت چہ کشد نور خدا
نورِ ابراہیم را ساز اوستا

ترجمہ: بیرونی آگ کو پانی بجھا دیتا ہے مگر خواہشاتِ نفسانیہ کی آگ تو دوزخ تک لے جاتی ہے پھر شہوت کی آگ کو کون بجھا سکتا ہے؟ نورِ خدا یعنی ذکرِ حق شروع کردو اور کسی عاشقِ حق کی صحبت میں ہو آیا کرو۔ پس نورِ حق ہی نارِ شہوت کا قاتل ہے۔ یہی وہ نورِ ذکر ہے کہ جب مومن جہنم کی پشت سے گزرے گا تو دوزخ فریاد کرے گی کہ اے مومن! جلد گزر جا تیرا نور میری آگ بجھائے ڈالتا ہے۔

مضراتِ بد نگاہی

اس زمانے میں بد نگاہی عام ہے جس کا سبب بے پردگی کا عموم ہے اور اس سے روحانی صحت کی خرابی کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کو بھی شدید اور نا قابلِ تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ چناں چہ بعض تو عشقِ مجازی کا شکار ہو کر علم سے محروم ہو گئے اور بعض کا کاروبار ستیاناس ہو گیا، بعض کی بیویاں رو رہی ہیں، اور بعض نامرادی کے غم سے پاگل یا خود کشی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور جو عشق میں نہ مبتلا ہوئے صرف سرسری مطالعۂ حسن کرتے رہے ان کے دل و دماغ کا سکون چھنا ہوا ہے۔ جریان واحتلام اور رقت و سرعتِ انزال کی بیماریاں ہو رہی ہیں۔

حاصل یہ کہ پاکیزہ خیالی صحت کی بڑی ضمانت ہے اور بد نگاہی اور پاکیزہ خیالی میں تضاد ہے، جیسے پانی اور آگ میں۔ اس کا علاج صرف ایمان اور خوفِ خدا ہے اور یہ نعمت حق تعالیٰ کے نیک بندوں کی صحبت ہی سے مل سکتی ہے۔ اللہ والوں کی مجالس میں اہتمام سے شرکت ہو اور تنہائی میں ان سے وقت لے کر اپنا حالِ زار بتا کر مشورہ کریں اور عام حالات میں تبلیغی جماعت میں نکلنا بھی عجیب کیمیا ہے کیوں کہ اس جماعت میں آدمی اپنے ماحول سے دور ہو کر صالحین کے ماحول میں رہ کر اچھے اثرات کو قبول کر لیتا ہے۔ اور مشاہدات ہیں کہ اس جماعت کے اندر دفتر کے ملازمین کالج کے لڑکے اور تاجر طبقہ مل جل کر ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی دینی درسگاہ کے طالب علم یا استاد یعنی ظاہری صورت صالحین کی معلوم ہوتی ہے۔ احقر نے بد نگاہی کے علاج پر ایک نظم بھی لکھی ہے جو حسب ذیل ہے:

حفاظتِ نظر

بے پردہ حسینوں سے ہوا تنگ زمانہ
آنکھوں نے شروع کر دیا اب دل کو ستانا

ممکن نہیں صورت میں نہ ہو کوئی تغیر
بے کار ہے پھر ان سے تیرا دل کا لگانا
لیکن اگر آنکھوں کو نہ تو ان سے بچائے
ممکن نہیں پھر دل کا تیرے ان سے بچانا
آنکھوں کی حفاظت میں ہے اس دل کا سکوں بھی
گو نفس کرے تجھ سے کوئی اور بہانا
دھوکا ہے تجھے لطف حسینوں سے ملے گا
ابلیس کے کہنے سے کبھی اس پہ نہ جانا
پاگل کی طرح پھرتے ہیں عشاق مجازی
بے چین ہیں دن رات یہ بدنام زمانہ
رہنا ہے اگر چین سے سن لو یہ مری بات
آنکھوں کو حسینوں کی نظر سے نہ ملانا
اختر کی یہ اک بات نصیحت کی سنو تم
ان مردہ حسینوں سے کبھی دل نہ لگانا

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے

مجذوبؔ

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

اخترؔ

یہ احقر کا عجیب پُر لطف شعر ہے۔ اہلِ علم و اکابر نے بھی بہت پسند فرمایا۔ عارضی لذت اور چند روزہ بہار کے لیے آخرت کی دائمی راحت کو کھو کر دائمی کلفت مول لینا کس درجہ

خسارہ اور نادانی کی بات ہے۔

جلد توبہ کرکے بھاگو سوئے حق
کہ بہارِ بے خزاں ہے کوئے حق

اختؔر

زلف جعد و مشکبار و عقل بر
آخر او دم زشت پیر خر

رومؔی

ترجمہ: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان مجازی حسینوں کے گھونگھر والے بال جن سے تم مشک کی خوشبو محسوس کرتے ہو اور یہ زلف مشکبار تمہارے عقل و ہوش اڑائے دیتی ہے یہی جب بوڑھی ہو جاوے گی پھر وہی زلف (چوٹی) تمہیں بوڑھے گدھے کی دُم معلوم ہوگی۔ پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو!

خالی کردن دل را از اغیار

گر تو ہی خواہی وطن پُر ازدلدار
خانہ را روتھی کن از اغیار

دور باش افکار باطل دور باش اغیار دل
سج رہا ہے شاہ خوباں کے لیے دربارِ دل

ترجمہ و تشریح: اگر تو چاہتا ہے کہ محبوبِ حقیقی دل میں جلوہ فگن ہو تو جا (کسی اہلِ دل کامل کی صحبت میں) دل کو غیروں سے پاک کرلے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

جب خواجہ صاحب نے یہ شعر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تو خوش

ہو کر فرمایا کہ اگر میرے پاس ہوتا تو میں آپ کو بطورِ انعام ایک لاکھ روپیہ پیش کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قلب اس نعمت سے مشرف تھا۔

دل مرا ہوجائے اک میدان ھو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو

مجذوب

اصطلاحِ تصوف میں قلب کو غیرِ حق سے خالی کرنے کا نام تخلیہ ہے اور پھر انوارِ حق سے منور کرنے کا نام تحلیہ ہے۔

تحلیہ کے دو طریقے بزرگوں نے لکھے ہیں:

۱) دل کی ایک ایک بیماری کا علاج شیخ سے کرایا جائے۔

۲) دل کے اندر عشقِ حق حاصل کیا جاوے جو سب غیر کو سوختہ کر دیتا ہے مگر یہ کسی خدا کے عاشق بندے کی صحبت ہی سے ملتا ہے۔ پہلا طریقہ دیر طلب ہے دوسرا آسان اور کم وقت میں منزل تک پہنچاتا ہے۔

اس کی مثال حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دی ہے کہ کسی جنگل کو صاف کرنا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ ایک ایک درخت کو ختم کیا جاوے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگادیں تمام جنگل مختصر مدت میں صاف ہوجاوے گا۔ پس یہی دوسرا طریقہ عشق ہے۔ جب دل میں خدائے پاک کی محبت پیدا ہوجاتی ہے تو ہر حکم کو ماننا اور عمل کرنا آسان ہی نہیں بلکہ لذیذ تر ہوجاتا ہے۔ چناں چہ دنیا میں ہر شخص رات دن اس کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے کہ جس سے محبت نہیں ہوتی اس کے لیے معمولی تکلیف و محنت بھی پہاڑ معلوم ہوتی ہے۔ اور جس سے محبت ہوتی ہے اس کے لیے بڑی سے بڑی مشقت آسان تر بلکہ لذیذ معلوم ہوتی ہے۔ یہی راز ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کی حیرت انگیز جانی اور مالی اور بدنی قربانیوں اور محنتوں میں پوشیدہ ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اہلِ دنیا کے فانی محبوب نظر آتے ہیں اور وہ محبوب حقیقی

صرف اپنی صفات کا ظہور فرماتے ہیں اور ذات پاک کو مخفی رکھتے ہیں تا کہ اپنے عاشقین کو عالمِ آخرت میں اپنے دیدار کی نعمت سے مسرور فرمائیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں؎

عشقِ من پیدا و معشوقم نہاں
یارِ بیروں فتنۂ او در جہاں

ہمارا عشق تو ظاہر ہے اور ہمارا محبوب پوشیدہ ہے یعنی ہماری محبت کے اعمال وضو، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب ظاہر ہیں مگر یہ اعمال جن کے لیے ہو رہے ہیں وہ کائنات کی نظر سے مخفی ہیں لیکن اس مخفی ہونے کے باوجود تمام کائنات میں حق تعالیٰ ہی کا تصرف اور ان ہی کی قدرت کارفرما ہے۔ آج کل اس کی آسان مثال یہ ہے کہ بجلی سے تمام کام ہو رہے ہیں مگر بجلی نظر سے پوشیدہ ہے۔

حکایت

ہمارے شیخ مرشدنا مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب وضو کے لیے بوقتِ تہجد اٹھتے تھے تو اکثر یہی شعر گنگناتے ہوئے مستانہ وار پڑھا کرتے تھے؎

عشقِ من پیدا و معشوقم نہاں
یارِ بیروں فتنۂ او در جہاں

اور اکثر یَارَبِّیْ کا نعرہ مارتے کبھی یَارَبِّیْ معاف فرمادیجیے بھی کہتے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ گویا حق تعالیٰ سے باتیں ہو رہی ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ کو نگاہِ بصیرت کے ساتھ ساتھ بصارت سے بھی گویا دیکھ رہے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملّت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ ہمارے مولوی عبدالغنی صاحب کو اللہ کے ذکر نے مٹادیا ہے اور ذکر اللہ چیز ہی ایسی ہے۔

حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر تنہائی میں دیکھا کہ فضاء میں لفظ اسم ذات اللہ لکھ رہے ہیں، یہ محبتِ الٰہیہ کا والہانہ رنگ تھا۔

واقعی محبت حق تعالیٰ کی اس قدر لذیذ ہے کہ امراء و سلاطین ہفت اقلیم کی

سلطنت میں بھی اس کا تصور نہیں کرسکتے۔

ایں بہارے نیست کو را دے رسد

اللہ والوں کی یہ بہار کبھی خزاں رسیدہ نہیں ہوتی برعکس کائنات اور اس کی ہر چیز عارضی وفانی ہے۔ احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

سارے عالم کو خاطر میں لائے نہ ہم
جانے کیا پاگئے جانِ عالم سے ہم
صبحِ گلشن نہ ہو کیوں مری شامِ غم
غم ہی میں پاگئے آپ کو بھی تو ہم
لب ہیں خنداں جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم
میرا مقصود ہرگز نہیں کیف و کم
تیری مرضی پہ سر میرا تسلیم خم
ہو رہا ہے ترا درد کیوں بیش و کم
راز دار محبت سے پوچھیں گے ہم
تھمتے تھمتے اگر اشک جائیں گے تھم
آتشِ غم مرے دل میں ہوگی نہ کم

فرقِ اہلِ آخرت واہلِ دنیا

شہوت و خشم مرد صاحب دل
بہتر از زہد و حلم دنیا دار

ترجمہ وتشریح: اللہ والوں کے غصے اور نفس کے تقاضے فانی فی الحق ہونے کے سبب سب للحق ہوتے ہیں یعنی ان کی محبت وخوشی بھی اللہ کے لیے ہوتی ہے اور ان کا غصہ وناراضگی

بھی خدا کے لیے ہوتا ہے بر عکس دنیادار اگر زہد اور حلم بھی اختیار کرتا ہے تو وہاں اس کی نیت دنیا ہوتی ہے یعنی تاکہ لوگ مجھے زاہد کہیں یا حلیم کہیں۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ دنیا چار طرح کی ہوتی ہے:

۱) بعض کے قلب میں بھی ہوتی ہے اور ہاتھ میں بھی ہوتی ہے، یہ امرائے دنیادار ہیں۔

۲) بعض کے قلب میں دنیا ہوتی ہے مگر ہاتھ میں نہیں ہوتی یہ دنیادار تو ہے مگر بظاہر زاہد ہے کیوں کہ بے چارہ محروم ہے دنیا سے۔

۳) دنیا صرف ہاتھ میں ہوتی ہے مگر قلب میں نہیں ہوتی ، یہ امرائے صالحین بھی زاہدین کہلاتے ہیں۔

۴) دنیا نہ دل میں ہوتی ہے نہ ہاتھ میں ہوتی ہے، یہ اولیائے زاہدین امت کے ہیں جو ظاہراً و باطناً زاہد ہی نظر آتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے مقرّب ہوتے ہیں۔

بیانِ فوائدِ گریہ وزاری

تا نہ گرید صبی گہوارہ
کے دہد شیر مادر غمخوار

ترجمہ و تشریح: جب تک طفل شیر خوار (دودھ پیتا بچہ) روتا نہیں مادرِ مشفقہ کب دودھ اس کو دیتی ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو اس عنوان سے مثنوی میں پیش کیا ہے ؎

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن
تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

ترجمہ و تشریح: جب تک بچہ نہیں روتا ماں کے پستان میں دودھ جوش نہیں کرتا اسی طرح جب تک بادل نہیں روتے یعنی نہیں برستے باغات سر سبز نہیں ہوتے۔

حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جب فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کردیا
اشک ہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کردیا

یعنی حق تعالیٰ نے جب ہم کو جنت کے چمن سے دنیا میں اتارا تو ندامت کے آنسوؤں کے صدقے میں پھر رحمتِ حق کو جوش آیا اور دنیا ہی میں اپنے عاشقوں کو جنت کا لطف بلکہ حاصلِ جنت یعنی خود اپنی ذاتِ پاک کا قرب عطا فرمادیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب حق تعالیٰ کی یاد میں خوب رونا آئے تو اس کا نام عاشقانِ خدا کی اصطلاح میں گرم بازاریٔ عشق ہے۔

حکایت

میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جونپور شہر میں ایک مشاعرہ تھا جس کا مصرعۂ طرح یہ تھا۔

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے

ایک لڑکے نے ایسا مصرعہ لگایا کہ سارا مجمع محوِ حیرت ہوگیا اور اس کو نظر لگ گئی تین دن تک زندہ رہا اور مر گیا۔ وہ مصرعۂ جاں فزا یہ تھا۔

اے سیلِ اشک تو ہی بہا دے اُدھر مجھے

یعنی اتنا رونا آئے کہ آنسوؤں کے سیلاب ہی یار تک بہالے جائیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

سَهَرُ الْعُيُوْنِ لِغَيْرِ وَجْهِكَ ضَايِعٌ
وَ بُكَاهُنَّ بِغَيْرِ فَقْدِكَ بَاطِلٌ

ترجمہ: اے خدا! آپ کے غیر کے لیے جاگنا آنکھوں کو ضایع کرنا ہے (کیوں کہ فانی محبوب کے لیے جاگنا بھی بے قیمت اور فانی ہے) اور اے خدا! آپ کے علاوہ کسی کے لیے رونا اپنے آنسوؤں کو حقیر اور رائیگاں کرنا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر رسولِ اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نقل فرمایا ہے:اَصْدَقُ کَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍشاعر کے تمام کلمات میں سب سے سچا شعر یہ ہے۔

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

ترجمہ:خوب سن لو کہ ہر شئے جو خدا کے علاوہ ہے وہ فانی اور باطل ہے لیکن جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے وہ محبت بھی للحق ہونے کے سبب محبتِ حق ہی ہوتی ہے پس اس تشریح سے خدا کا حکم سمجھ کر اور خدائے پاک کی مرضی کے مطابق جس سے محبت ہوگی وہ سب اس شعر سے مستثنیٰ ہے۔

حکایت

ایک بزرگ سفر کررہے تھے،راستے میں تنہائی تھی،آسمان کی طرف دیکھا، نگاہِ کرم سے بھیک مانگی کہ اے خدا!ایک ذرہ اپنی محبت کا عطا فرما،قبولیت کی ساعت تھی دعا قبول ہوگئی۔بس گریہ طاری ہوا،روتے روتے پہروں گزر گئے اور عالمِ تحیّر میں وہیں کھڑے رہ گئے اور بزبانِ حال فرمایا۔

یارب چہ قطرہ ایست محبت کہ من ازاں
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

اے رب!آپ کی محبت کا قطرہ کیسا قطرہ ہے کہ ایک قطرہ پیا تھا اور دریا کا دریا رو رہا ہوں۔

حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مہائمی کے حوالے سے فرمایا تھا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا گیا تو آپ پر ندامت کا غلبہ ہوا اور اس قدر روئے کہ ان کے آنسوؤں کے اجتماع سے چھوٹے چھوٹے چشمے بن گئے اور ان ہی اشک ہائے ندامت سے خوشبودار پودے گلاب،بیلا،چنبیلی،گل نسرین وریحان پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

برسائیں گے جب خونِ دل و خونِ جگر ہم
دیکھیں گے تبھی نخلِ محبت میں ثمر ہم

ہوگئی خشک چشمِ تر بہہ گیا ہو کے خونِ جگر
رونے سے دل مرا مگر ہائے ابھی بھرا نہیں

غالباً جگر کا شعر ہے۔

رونے کا جب مزہ ہے کہ اے چشمِ خوں فشاں
ہر بوند میں لہو کی تمنا دکھائی دے

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
تا نثار دلبر زیبا شدے

اے کاش! میرے آنسو دریا ہوتے کہ محبوبِ حقیقی پر وہ قربان ہوتے۔

حکایت

حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ درسِ بخاری کے لیے اپنے مدرسہ بیت العلوم پھولپور سے سرائے میر ہر روز اپنے ذاتی یکہ سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ احقر ساتھ ہوتا تھا، پانچ میل کا راستہ تھا، ہر روز باوضو تلاوت کرتے ہوئے سفر کرتے۔ ایک دن اثنائے تلاوت ہی میں احقر سے فرمایا کہ حکیم اختر! جب دعا میں آنسو نکل آئیں تو سمجھ لو کہ دعا قبول ہوگئی۔

اب احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں، تین اردو اور دو فارسی کے ہیں۔

ہوگئی عرشِ زمین سجدہ
کس کی آنکھوں سے لہو ٹپکا ہے

زمین سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا مرا خونِ جگر

ایک قطرہ اگر ہوتا تو وہ چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریم آں شہے

ترجمہ:۔ جس زمین پر بحالتِ سجدہ کوئی عاشقِ حق روتا ہے وہ زمین اس وقت اس شہنشاہِ حقیقی کا حرمِ شاہی بن جاتی ہے غایتِ قرب کے اعتبار سے۔

قطرۂ اشکِ ندامت در سجود
ہمسری خونِ شہادت می نمود

بحالتِ سجدہ گناہ گار کی ندامت کا قطرۂ اشک (آنسو کا قطرہ) شہیدوں کے خون کی ہمسری کرتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے بڑھ کر کوئی قطرہ نہیں: ایک قطرہ آنسو کا جو حق تعالیٰ کے خوف سے نکلا ہو دوسرا قطرہ خون کا جو راہِ خدا میں یعنی جہاد میں گرا ہو۔

حکایت

ایک بار حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چہرے پر بہے ہوئے آنسوؤں کو پہلے آنکھوں پر پھر تمام چہرے پر اور داڑھی پر مل لیا اور فرمایا کہ ہمارے پیر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ پھر احقر نے ایک حدیث کی روایت میں دیکھا کہ ایک صحابی محمد بن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب روتے تھے تو آنسو اپنے چہرے اور داڑھی پر پھیلا لیا کرتے اور فرماتے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ نہ پہنچے گی جہاں آنسو پہنچے ہوں گے۔

حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف سے ذرا سا آنسو خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر نکل کر چہرے پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس چہرے کو آگ پر حرام فرمادیتے ہیں۔

حدیث

جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسے دودھ کا تھن میں واپس جانا۔

حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اے رسولِ خدا! کیا آپ کی اُمّت سے کچھ لوگ بے حساب جنت میں جائیں گے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جو اپنے گناہوں کو یاد کرکے روتا ہے۔

حدیث

قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عطا فرمائیں گے، ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا قول

فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر میں خدا کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ پہاڑ کے برابر میں سونا صدقہ کروں۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

در مناجاتم بہ بیں خونِ جگر

ترجمہ: اے خدا! میری مناجات اور دعامیں میرے جگر کا خون دیکھ لیجیے۔

یعنی کس درد سے دعا کر رہا ہوں۔ احقر کا شعر جو ایک دن سو کر اٹھنے پر زبان سے جاری ہوا۔

روح را با ذاتِ حق آویختہ
دردِ دل اندر دعا آمیختہ

ترجمہ: عاشقانِ خدا اپنی روح کو حق تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کیے ہوئے ہیں اور دعاؤں میں اپنا دردِ دل شامل کیے ہوئے ہیں۔ توفیق گریہ اپنے اختیار میں نہیں اس لیے اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنا کر حق تعالیٰ کے کرم کا تماشا دیکھیے۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد

فرمایا کہ اگر رونا نہ آوے تو رونے کی صورت ہی بنا لے۔ توفیقِ گریہ کے لیے حدیث شریف کی یہ دعا بھی کرتا رہے کہ اے خدا! میں آپ سے ایسی آنکھیں مانگتا ہوں جو آپ کے خوف سے رونے والی ہوں قبل اس کے کہ (آخرت میں) یہ آنسو خون ہو جاویں اور ڈاڑھیں آگ کے شعلے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کجا بینی تو خوں بر خاک ہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

ترجمہ: جہاں کہیں بھی دیکھو کہ زمین پر خون کے آنسو پڑے ہیں تو یقین کر لینا کہ جلال الدین رومی ہی کی آنکھوں سے یہ گرے ہیں۔ اور ایک مقام پر فرمایا کہ گریہ وزاری گناہ گاروں کا بڑا سرمایہ ہے۔

گریہ و زاری قوی سرمایہ است

اے جلیل اشکِ گناہ گار کے اک قطرے کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

احوالِ عاشقانِ حق

ہر چہ غیر خیال معشوق ست
خارِ عشق است اگر بود گلزار

ترجمہ و تشریح: محبوبِ حقیقی کے علاوہ یعنی یا ان کا خیال ہو یا ان کے لیے کسی کا خیال ہو اس کے علاوہ جو خیال بھی ہے سب خار ہی خار ہے اگر چہ صورت میں گلزار معلوم ہوتا ہے۔

دل کی دنیا تب روشن ہوتی ہے جب دل کے خالق اور مالک کا نور دل میں آجائے۔ گھر آباد وہی کہلاتا ہے جس میں گھر کا مالک آجائے ورنہ وہ دل ویران ہے۔

یہ مصرعہ ابھی لکھتے لکھتے موزوں ہو گیا۔

جس دل میں تو نہیں ہے ویران ہے وہ دل

مچھلیوں کو خشکی کے گلزار کانٹے نظر آتے ہیں اور پانی کے طوفان باغ و بہار معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پانی سے مچھلیوں کو عشق ہے دراصل محبوب وہی ہو سکتا ہے جو اساسِ حیات اور جانِ حیات ہو اور یہ صفت صرف حق تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ فرماتے ہیں: ہم تمہاری رگ جان سے بھی قریب تر ہیں۔ مولانا رومی عرض کرتے ہیں۔

از کرم از عشق معزولم مکن
جز بذکرِ خویش مشغولم مکن

ترجمہ: اے خدا! اپنے کرم سے مجھے نعمتِ عشق سے محروم نہ فرما اور اپنی ملازمت عشق سے معزول نہ فرما۔ یعنی اپنی یاد کے علاوہ کسی دھندے میں مشغول نہ فرما۔

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے
غم تمہارا دل ہمارا چاہیے

اخترؔ

واقعی حق تعالیٰ کا تعلّق جب روح کو عطا ہو جاتا ہے تو شاہی اور شاہزادگی بھی ہیچ ہو جاتی ہے۔

شاہی و شہزادگی در باختہ
از پئے تو در غریبی ساختہ

رومیؔ

ترجمہ: اے خدا! آپ کے عاشقوں نے شاہی اور شہزادگی کو تج دیا ہے یعنی آپ کی محبت کے داؤں پر لگادیا ہے اور آپ کے لیے غربت سے موافقت کرلی ہے۔

دونوں عالم دے چکا ہوں میکشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

مجذوبؔ

بفراغِ دل زمانے نظرے بماہ روئے
ازاں بہ کہ چترِ شاہی ہمہ روز ہائے و ہوئے

ترجمہ: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ فراغِ قلب سے (سکونِ قلب سے) حق تعالیٰ کی یاد کی نعمت اور لذت بہتر ہے اس شاہی چھتری سے جو سر پر ہو اور سلطنت کا شوروغل ہو۔

پس از سی ایں معنٰی محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

ترجمہ: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ تیس سال کا تجربہ خاقانی کو یہ ہوا ہے کہ ایک سانس خدا کے ساتھ مشغول ہونا سلطنتِ سلیمانی سے افضل ہے۔

حکایت

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر مع اپنی شاہی شان و شوکت اور لشکر کے ہوا پر اڑتے ہوئے کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ زمین پر کسی مسلمان اُمتی نے ایک بار سبحان اللہ کہا، اس کا نور زمین سے اٹھا اور ان کے تختِ شاہی کو عبور کرتا ہوا آسمان تک پہنچا۔ آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس شخص کو اڑا کر میرے تخت پر لاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا، دریافت کیا: تم نے کیا عمل کیا جس کا نور میرے تختِ شاہی سے اوپر چلا گیا۔

عرض کیا کہ میں نے سبحان اللہ کہا تھا۔ فرمایا کہ تیرا ایک بار سبحان اللہ کہنا میرے تختِ سلیمانی سے افضل ہے کیوں کہ سلطنت تو ختم ہو جائے گی لیکن سبحان اللہ کا نور ہمیشہ باقی رہے گا۔ معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا نام اور ان کا ذکر دونوں جہاں کی سلطنت سے افضل ہے۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

مجذوب

جو وسعت میں کون و مکاں کے نہ آئے
کرم سے مرے دل میں آکر سمائے

اختؔر

حق تعالیٰ کے مومن کے دل میں آنے سے مراد تجلّیٔ خاص اور تعلّقِ خاص کا عطا ہونا ہے۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست ربّ الناس را باجانِ ناس

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
ہم جان گئے بس تری پہچان یہی ہے

ہمہ تن ہستی خوابیدہ مری جاگ اُٹھی
ہر بُنِ مو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو

اصغؔر

سمجھنا سہل نہیں اہلِ جہاں کو اختؔر
بنامِ عشق کوئی زندگی گزرتی ہے

نہ روزگار نہ اسبابِ تعیّش اس کو
مگر عجیب بہاروں سے وہ گزرتی ہے

ہم ان کے اور وہ میرے ہوئے آہستہ آہستہ
محبت رنگ لائی ہے مری آہستہ آہستہ

اخترؔ

احقر کے دو شعر میں تعلق مع اللہ کا انعام ملاحظہ ہو۔

گئی وہ بھول جمالِ رخ مہ و انجم
مری نظر جو رخِ آفتاب سے گزری

یہ کائنات اسے تنگ تھی بایں وسعت
کوئی حیات جو اس کے عتاب سے گزری

مراد رخِ آفتاب سے حق تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ پاک کا تعلق ہے جو ہزاروں ماہ پاروں سے نظر و قلب بچانے کے مجاہدے پر عطا ہوتا ہے۔

توڑ ڈالے مہہ و خورشید ہزاروں ہم نے
تب کہیں جاکے دکھایا رخِ زیبا تو نے

بہہ رہا ہے میری رگ سے دردِ الفت کا لہو
رقص کرتی ہیں رگوں میں عشق کی چنگاریاں

نے ترا دل نے تری جاں چاہیے
ان کو تجھ سے خونِ ارماں چاہیے

اخترؔ

ہاں کوئی ترکِ آرزو سے جب شکستہ دل ہو کر اشکبار دعا مانگتا ہے اور الفاظ بھی ساتھ نہ دے رہے ہوں۔

بہہ رہے ہیں اشک آنکھوں سے لہو کے رنگ میں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھیے

تو اس دعائے بے زبانی کا نام زبانِ حال ہے اور زبانِ عشق ہے۔

لیک عشق بے زباں روشن تر ست

حق تعالیٰ کے عاشقوں کی پہچان یہی ہے کہ ان کے پاس بیٹھ کر حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو اور دنیا آنکھوں میں فانی اور بے قدر ہو جائے اور خدائے پاک پر مال و عزت، دل و جان دینے کا شوق پیدا ہو جائے اور جان مضطر میدانِ شہادت تلاش کرنے لگے اور جہادِ اکبر یعنی نفس کے بُرے تقاضوں کی گردن پر حکمِ الٰہی کا خنجر پیوست کر کے اپنی روح کشتۂ تسلیم سر میں صد حیات تازہ کی بہار محسوس کرنے لگے۔

احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دل میں ان کی یاد کی لذت ہو اے دردِ جگر
پھر ترا کیا شامِ غم اور کیا تری آہِ سحر

دل تو کچھ روشن نہیں ہے تم سے اے شمس و قمر
کائناتِ دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر

میں نے یہ دیکھا نہیں ملتا سکوں تیرے بغیر
گر چہ حاصل ہو مجھے کل کائناتِ بحر و بر

اے خدا کیا رابطہ ہے تجھ سے ان ارواح کو
بے ترے پاتی نہیں جو چین با صد مال و زر

آسمانِ دل پہ ان کے غم کے تارے ہوں اگر
پھر شبِ تاریک میں بھی طے ہو منزل بے خطر

گر ہے جان زندگی سے دور کوئی زندگی
تلخ کر دیتی ہے اخترؔ تلخیٔ شام و سحر

وہ تو کہیے کہ ترے غم نے بڑا کام کیا
ورنہ مشکل تھا غم زیست گوارا کرنا

حق تعالیٰ کے راستے میں نفس کو حرام اور ناجائز لذّتوں سے محروم ضرور ہونا پڑتا ہے مگر پائخانہ پیشاب سے بچنا ہی تو انسانی قدر و منزلت کا معیار ہے۔ پھر خدا کی راہ میں تکلیف اٹھانے میں چند دن کا تو مجاہدہ ہے مگر پھر قلب وروح کو جو چین و کیف اور سکون عطا ہوتا ہے بخدا وہ کسی گناہ گار کو خواب میں بھی میسر نہیں ہوسکتا۔ گناہ گار کی زندگی تو نہایت عذاب اور سراپا تکلیف میں ہے۔ مخلوق میں رسوائی کا خوف خالق کے سامنے روسیاہی کا اندیشہ ہر وقت اس کے دل ودماغ کو زندہ درگور کرکے دنیا ہی میں دوزخ کے اندر ڈال دیتا ہے۔

اُف کتنا ہے تاریک گناہ گار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

مولانا محمد احمد صاحب

خلاصہ یہ کہ گناہ گار کا جسم عارضی لذّت گناہ کی پاتا ہے مگر قلب وروح کو ہر وقت عذاب بے سکونی میں گرفتار پاتا ہے اور اللہ والے نفس کی خواہشات کو توڑ کر اپنے قلب وروح میں لافانی سکون اور بہار جنّت کی دائمی خوشبو محسوس کرتے ہیں۔

جس کا جی چاہے تجربہ کرکے دیکھ لے اور ایک صورت تجربہ کی اور آسان ہے اس کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وعظ ''راحت القلوب'' میں بیان فرمایا ہے۔ وہ فرمانِ خداوندی ہے کہ صرف ذکرِ خدا سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور ذکرِ کُلّی مشکک ہے۔ ذکر جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ کا اطمینان مرتب ہوگا یعنی جس قدر ذکرِ کامل ہوگا اسی قدر اطمینان کامل عطا ہوگا۔ اور اگر ذکرِ ناقص ہے یعنی گناہوں کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ یا ذکر کی کمیت و کیفیت میں کسی قسم کی کمی ہو تو اسی قدر اطمینان ناقص ہوگا، مگر اطمینان ملے گا ضرور خواہ کسی درجے میں ہو۔ اور ذکرِ ناقص بھی کرتا رہے کیوں کہ ذکرِ کامل کا ذریعہ بھی یہی ذکرِ ناقص ہے۔ جس طرح بچوں کے حروف شروع میں ٹیڑھے اور خراب بنتے ہیں مگر اسی ناقص مشق حروف سے آہستہ آہستہ عمدہ حروف بننے لگتے ہیں۔ پس اگر کوئی بچہ ناقص حروف سے مایوس ہوکر لکھنا چھوڑدے گا تو کامل حروف سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوجاوے گا۔ پس جس طرح سے ہوسکے ذکر کیے جاوے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکرِ حق تشویش قلب کے ساتھ بھی مفید ہے۔

ہاں تو وہ تجربہ کی صورت یہ ہے کہ کچھ دن امیروں کے پاس رہ کر دیکھو اور کچھ دن کسی اللہ والے کے پاس رہ کر دیکھو پھر خود فیصلہ کرلوگے کہ اطمینان کس کو حاصل ہے۔ ہاں جس اللہ والے کی صحبت میں رہنا چاہو اپنی مناسبت اس کے ساتھ دیکھ لو جو چند دن آنے جانے اور اس کی مجلس میں بیٹھنے سے خود بخود معلوم ہو جاتی ہے کہ اس کی بات قلب میں اترتی معلوم ہو گی۔

مناسبت کا مفہوم سمجھانے کے لیے حق تعالیٰ نے احقر کو ایک مثال عطا فرمائی ہے وہ یہ کہ جب کسی کا خون کسی کے اندر ڈاکٹر چڑھاتا ہے تو پہلے دونوں کے خون کے گروپ ملاتا ہے اگر گروپ نہیں ملتے تو پھر اس خون کو نہیں چڑھاتا۔ پس اسی طرح روح کی مناسبت کو سمجھ لینا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ کے راستے میں مجاہدہ کی مدت تھوڑی ہے اور راحت دائمی ہے اور گناہ کی زندگی میں لذت کی مدت تھوڑی اور تکلیف دائمی ہے۔ پس یہ تجارت خسارہ والی ہے یا نہیں خود فیصلہ اپنی عقل سے کرلے اور جلد کسی اللہ والے کامل بندے کا دامن پکڑلے اور اپنا بُرا بھلا سب حال کہہ کر اپنے امراض روحانی کا علاج کرالے یعنی جن گناہوں کی عادت نہ چھوٹتی ہو ان سے بتا کر تدبیر معلوم کرکے عمل کرے اور ان سے دعائیں بھی کراتا رہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! بہت جلد آپ بھی اللہ والے بن کر دونوں جہاں میں اطمینان اور پرسکون زندگی کی نعمت سے مالامال ہو جائیں گے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجاہدہ میں یعنی گناہ چھوڑنے میں جسم کو تکلیف ہوتی ہے مگر قلب و روح میں نور پیدا ہوتا ہے۔ ایمان کی حلاوت عطا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب عطا ہوتا ہے، پھر بزبانِ حال یہ کہوگے ؎

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

مجاہدات کے بارے میں احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جو احقر نے اپنے لختِ جگر مولانا محمد مظہر سلمہٗ کی تربیت و تادیب کے سلسلے میں لکھے تھے ؎

ہائے کیا جانے وہ آہوں کی نزاکت کی لچک
جس نشیمن پر نہ ہو برق حوادث کی چمک

غنچہ سہتا ہے چمن میں سختی باد سحر
اس کے دامن میں عطا ہوتی ہے پھولوں کی مہک

صبح دم کلیوں کی خوشبو بھی ممنون صبا
یعنی اس کے فیض ہی سے غنچے جاتے ہیں چٹک

اک شکستہ غم بھرے دل کو اگر چھیڑے کوئی
دل کے پیمانے سے اس کے کیوں نہ جائے غم چھلک

پس سمجھ لو نا مناسب وہ عمل ہے اے پسر
جس عمل سے قبل ہو محسوس دل میں کچھ کھٹک

تم کو اپنے باپ کی تنبیہ کے لہجے میں بھی
چاہیے آنی نظر مظہرِ محبت کی جھلک

تم سے کچھ شکوہ نہیں اخترؔ کا اے جانِ پدر
ہاں مگر مل جائے آدابِ محبت کی چسک

بیانِ حسن و تجلیاتِ الٰہیہ

از لبِ یارم شکر را چہ خبر
و از رخش شمس و قمر را چہ خبر

باد مش باد بہارے چہ زند
و از قدش سرو شجر را چہ خبر

ترجمہ و تشریح: محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ کے قرب کی مٹھاس کو شکر کیا جانے اور ان کی

تجلیات کی دلکش روشنی کو شمس و قمر کیا جائیں اور ان کی نسیمِ کرم کو بادِ بہاری کیا جانے اور ان کے حسن و جمال کو سرو شجر کے قد و قامت کیا جائیں۔

اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بہ بینی یک نفس حسنِ ودود
اندر آتش افگنی جانِ ودود

ترجمہ: اگر تو ایک لمحہ کو بھی حق تعالیٰ کا حسن و جمال دیکھ لے تو غلبۂ شوقِ بے خودی میں اپنی محبوب جان کو آگ میں ڈال دے یعنی ہر مجاہدہ تجھ پر آسان بلکہ جان دینا اور جان دے کر یہ کہنا آسان ہو گا ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

گر بہ بینی کرّ و فرِ قرب را
جیفہ بینی بعد ازیں ایں شرب را

ترجمہ: اگر تو حق تعالیٰ شانہٗ کے جمال کا کرو فر یعنی شان و شوکت دیکھ لے تو تمام کائنات اور اس کی لذت تجھے مردار اور بے قدر معلوم ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام کو ہفت اقلیم کی سلطنت سے بھی خریدا نہیں جاسکتا۔

حکایت

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بمبئی کے دو سیٹھوں نے ایک لاکھ روپیہ پیش کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم بدون تعارف اور بے تکلّفی کسی کا ہدیہ نہیں لیتے اور اتنے بڑے ہدیہ کا تو میں تحمل بھی نہیں کر سکتا اور نہ مجھے ضرورت ہے۔ رمزی اٹاوی نے مجددالملّت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کیا خوب کہا ہے ؎

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکّل میں تھیں استغنا کی تلواریں

حکایت

حضرت بڑے پیر صاحب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے شاہِ سنجر نے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو نیمروز علاقے کی آمدنی آپ کی خانقاہ کے لیے وقف کردوں۔ آپ نے جواب میں یہ دو شعر تحریر فرمادیے۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

ترجمہ: شاہِ سنجر کے سر پر بوقتِ عدالتِ شاہی سیاہ رنگ کی جو چھتری ہوتی ہے اسی طرح میرا نصیبہ بھی سیاہ ہوجاوے اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ہوس موجود ہو۔ جس وقت سے حق تعالیٰ کے کرم نے مجھے آدھی رات کی سلطنت بخشی ہے یعنی تہجد کی نماز کی لذت سے سرمست و سرشار ہوں اس لذّتِ قربِ خداوندی کے مقابلے میں تمہاری نیمروز کی سلطنت کو میں ایک جو کے عوض بھی نہیں خرید سکتا۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ کی محبت اور طاعت و ذکر و فکر میں جو لذت ہے اور جو مٹھاس ہے اس کی خبر شکر کو بھی نہیں ہے۔

نہ کبھی تھے بادہ پرست ہم نہ ہمیں یہ ذوقِ شراب ہے
لبِ یار چوسے تھے خواب میں وہی ذوقِ مستیٔ خواب ہے

یعنی روزِ ازل ساقیٔ ازل نے ارواح کو جو تجلّی دکھائی تھی اس سوال میں کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں اور ارواح نے کہا تھا بلیٰ کیوں نہیں۔

یہ شعرِ مذکور ہمارے مرشد رحمۃ اللہ علیہ اکثر پڑھا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عالم بھی تھے اور عاشقِ حق بھی تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ غیر عالم جب اس راہ میں آکر ذکر و شغل کرتا ہے تو صاحبِ نور ہوجاتا ہے لیکن جب عالم اس راہ

میں داخل ہوتا ہے اور ذکر و شغل کرتا ہے تو نور علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ علم کا لطف عمل کی برکت سے ملتا ہے اور عمل کا لطف محبت و عشق کے فیض سے ملتا ہے اور عشق و محبت کی دولت عاشقانِ خدا کی جوتیاں اٹھانے سے ملتی ہے۔ ایک مدتِ عمران کی صحبت و خدمت میں رہ لے جس کی مقدار حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ ماہ فرمائی تھی اور طلباء سے فرمایا کہ دس سال درس نظامی میں لگاتے ہو چھ ماہ کسی اللہ والے کے پاس رہ لو پھر دیکھو گے کہ سینے میں علومِ انبیاء علیہم السلام کا فیضان موجزن ہو گا اگر چھ ماہ مشکل ہو تو صرف چالیس ہی دن رہ لو۔

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

بینی اندر خود علومِ انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

قال کو چھوڑو باتیں زیادہ مت کرو صاحبِ حال بنو اور یہ جب ہو گا کہ کسی مردِ کامل کے سامنے اپنے نفس کو پامال کر دو، مٹادو یعنی اپنی رائے کو فنا کر دو۔

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

پھر اپنے اندر انبیاء علیہم السلام کے علوم کا فیضان محسوس کرو گے اور بے کتاب و استاد ایسی باتیں قلب میں وارد ہوں گی کہ اہلِ علم دنگ اور محوِ حیرت ہوں گے۔ پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے وہی پڑھا ہے جو اے طلباء! تم مدارس میں پڑھتے ہو مگر یہ سب علوم جو میری زبان سے بیان ہو رہے ہیں یا میرے قلم سے تحریر ہو رہے ہیں یہ سب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جلال الدین رومی کو سب مولوی کہتے تھے مگر

شمس الدین تبریزی کی غلامی کے صدقے میں آج مولائے روم کہلایا جارہا ہوں۔ یہ راستہ خدا کا کوئی تنہا نہیں طے کر سکتا۔ مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ کا کیا خوب شعر ہے؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آئیے

افسوس کہ اہلِ علم اپنے علمِ درسی کو کافی سمجھتے ہیں حالاں کہ عمل کے لیے علم فقط کافی نہیں، عمل کی ہمّت تو اللہ والوں کی مصاحبت اور مجالست سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیاوی تعلقّات میں پھنس کر بھی لوگ فرصت نہیں نکالتے کہ کچھ دن اللہ والوں کے پاس رہ کر حق تعالیٰ کی محبت سیکھیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ معاش میں اتنا مشغول ہونا کہ کسی بزرگ کے پاس ہر ہفتہ یا مہینہ حاضری کا موقع نہ پائے میں ایسی روزی کو ناجائز کہتا ہوں کیوں کہ کسبِ حلال کے ساتھ ہم پر آخرت کی تیاری بھی تو فرض ہے اور یہ موقوف ہے اہل اللہ کی صحبت پر اور ضروری کا موقوف علیہ بھی ضروری ہوتا ہے۔ ایک عالم کی اس بات پر کہ اہل اللہ کی صحبت کا کیا درجہ ہے ؟ ارشاد فرمایا کہ میں فرضِ عین قرار دیتا ہوں کیوں کہ نفس کی اصلاح بدون مصلح ممکن نہیں اور فرمایا کہ عامی اہل اللہ کی صحبت سے ولی بن سکتا ہے اور عالم بدون صحبت اہل اللہ ولی نہیں بن سکتا۔ حق تعالیٰ کی محبت و پیاس جس روح میں ہوتی ہے اسے تو اللہ والوں کو دیکھتے ہی پیار آتا ہے۔ سلوک کا پہلا قدم اللہ والوں کی محبت اور دنیا سے دل کا اچاٹ ہونا ہے۔ قلب میں جوش و شوق کے لیے احقر اپنی دو نظمیں یہاں تحریر کرتا ہے۔

نعرۂ مستانہ

پھر نعرۂ مستانہ ہاں اے دلِ دیوانہ
زنجیر علائق پر اک ضرب ہو رندانہ
پھر اشک بداماں ہو پھر چاک گریباں ہو
پھر صحرا نوردی کا دہرا کوئی افسانہ

رو رو کے کوئی مجنوں زنداں میں کہہ رہا تھا
یارب مرا ویرانہ یارب مرا ویرانہ

فرزانگی کو بدلے دیوانگی سے دم میں
اے دل جو ہاتھ آئے تجھ کو کوئی مستانہ

محبوبِ حقیقی سے کب تک رہے گا غافل
ہاں نفس پہ تو کردے اک وار دلیرانہ

پاجائے کوئی اخترؔ گر اہلِ دل کی صحبت
ہو خاک تن سے ظاہر مخفی کوئی خزانہ

نالۂ ندامت

ہے اسی طرح سے ممکن تری راہ سے گزرنا
کبھی دل سے صبر کرنا کبھی دل سے شکر کرنا

یہ تری رضا میں جینا یہ تری رضا میں مرنا
مری عبدیت پہ یارب یہ ہے تیرا فضل کرنا

یہی عاشقوں کا شیوہ یہی عاشقوں کی عادت
کبھی گریہ و بکا ہے کبھی آہ سرد بھرنا

یہی عشق کی علامت یہی عشق کی ضمانت
کبھی ذکر ہو زباں سے کبھی دل میں یاد کرنا

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

یہ تری عنایتیں ہیں یہ تری مدد کا صدقہ
مری جانِ ناتواں کا ترے غم پہ صبر کرنا

یہ تری عطا ہے یارب یہ ہے تیرا فضل پنہاں
مرا نالۂ ندامت ترے سنگِ در پہ کرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے اولیاء سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

مرا ہر خطا پہ رونا یہی ہے مری تلافی
تری رحمتوں کا صدقہ مرا جرم عفو کرنا

تری شانِ جذب ہے یہ تری شان دلبری ہے
مرے جان و دل کا تجھ کو ہمہ وقت یاد کرنا

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

معارف وحقائق برائے اصلاحِ نفس

رخ عاشقاں مزعفر رخ جان و عقل احمر
منگر برون شیشہ بنگر درون ساغر

ترجمہ و تشریح: عاشقانِ حق کا چہرہ نالۂ شب اور آہِ سحر اور مجاہدات سے زرد ہے لیکن عقل و روح انوار الٰہیہ سے معمور و سرخ رو ہے۔ پس اللہ والوں کے زرد چہرے کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو بلکہ ان کے باطنی انوار کے پیش نظر ان کو بہ نظر احترام دیکھو۔ شیشہ کے ظاہری رنگ کو مت دیکھو اندرون ساغر دیکھو کہ مئے محبتِ الٰہیہ چھلک رہی ہے۔

وہ سرخیاں کہ خون تمنّا کہیں جسے
بنتی شفق ہیں مطلع خورشید قرب کی

اخترؔ

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانیہ کے خون کی شفقِ احمر سے دل کے آسمان پر حق تعالیٰ کے قرب کا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔

ہے شرط کسی اہلِ محبت کی توجہ
ملتا نہیں ورنہ یہ محبت کا نگینہ
گو عشق کا موجود ہے ہر دل میں دفینہ
ملتا نہیں لیکن کبھی بے خون و پسینہ
مانا کہ مصائب ہیں رہِ عشق میں اخترؔ
پر ان کے کرم سے جو اترتا ہے سکینہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ؎

رخِ زریں من منگر کہ پائے آہنیں دارم
چہ مے دانی کہ در باطن چہ شاہے ہم نشیں دارم

ترجمہ: اے مخاطب! میرے زرد چہرے کو مت دیکھ کہ میں آہنی پیر رکھتا ہوں تجھے کیا خبر کہ میں اپنے باطن میں کیسے ذی شان شہنشاہِ حقیقی کو ہم نشین رکھتا ہوں۔

حاصل یہ کہ اللہ والوں کی ظاہری شکستہ حالی کو نہ دیکھو کہ ان کے اندر لعل و جواہرات نسبت مع اللہ کے پوشیدہ ہیں۔

بہ ہیچ سیر نہ گردی چو معدۂ دوزخ
مگر کے بر تو نہد پائے خالق جبار

چناں کہ برسرِ دوزخ قدم نہد خالق
ندا کند کہ شدم سیر ہیں قدم بردار

ترجمہ و تشریح: انسان دنیا میں کبھی اپنی خواہشات کی تکمیل سے سیر نہیں ہوسکتا جیسا کہ جہنم کا پیٹ نہیں بھرے گا اور وہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ پکارتی رہے گی یعنی جب سارے

دوزخی ڈال دیے جائیں گے تب بھی دوزخ کہے گی کہ اے خدا! کچھ اور بھی ہے ابھی میرا پیٹ تو بھرا نہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ پھر حق تعالیٰ اپنا قدم دوزخ کے اوپر رکھ دیں گے اس وقت دوزخ کے آواز نکلے گی **قط قط** یعنی بس بس پیٹ بھر گیا، قدم اٹھالیجیے۔ اسی طرح جب انسان خدا کا ذکر کرے گا اور حق تعالیٰ اپنا قدم نفس پر رکھ دیں گے تو یہ نفس بھی سیر ہو جاوے گا۔ حق تعالیٰ کے قدم سے مراد تجلّیٔ خاص ہے جس کو آخرت ہی میں سمجھا جاسکے گا۔ دنیا میں حق تعالیٰ کے عاشقین اور عارفین کے پُر سکون ہونے کا سبب یہی ہے کہ یہ حضرات ذاکر ہوتے ہیں اور ذکر اللہ کا نور خاص ان کے قلوب کو قناعت عطا کرتا ہے اور **هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ** سے باز رکھتا ہے اور گناہ کے تقاضوں کو توڑ دیتا ہے اور نفس سے مقابلے کو آسان کرتا ہے۔

انتباہ: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ گناہ کرنے سے جی بھر جاوے گا پھر گناہ چھوٹ جاوے گا یہ شیطانی دھوکا ہے۔ نفس کی مثال دوزخ کی طرح ہے ایک گناہ کے بعد پھر دوسرے گناہ کا تقاضا شدید ہوگا۔ گناہ کے ترک کا علاج صرف ہمت اور دعا اور قوتِ ارادیہ کا استعمال کرنا ہے اور ذکر اللہ سے اس میں اعانت ملتی ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خدا

شہوت کی آگ کو خدا کا نور ہی بجھا سکتا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِيْ كَسْرَ شَهْوَتِهَا

فَاِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّيْ شَهْوَةَ النَّهِمِ

ترجمہ: اے شخص! بار بار گناہ کرکے اپنی خواہشات کے ٹوٹ جانے کی امید مت رکھ یعنی یہ طریقہ علاج کا محض دھوکا ہے کیوں کہ جوع البقر کے مریض کو جتنا ہی کھانا کھلایا جاتا ہے اس کی خواہش اور تیز ہوتی ہے۔

چناں چہ مشاہدہ بھی ہے کہ ہر گناہ سے نفس کے تقاضے اور شدید ہو جاتے ہیں مثلاً بد نگاہی کا مرض ہے جتنا ہی زیادہ بد نگاہی کرتا ہے اسی قدر زیادہ خواہش ہوتی ہے اور اگر ہمّت کرکے آنکھوں کو بچالے تو پھر یہ تقاضا کمزور ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر یہ ارادہ کرلے کہ کسی حسین لڑکے یا عورت کو ہرگز نہ دیکھوں گا اگرچہ جان جانے کا اندیشہ بھی محسوس ہو تو پھر اس ہمّت و ارادہ کی برکت سے آدمی اس بیماری سے نجات پاجاتا ہے۔ اسی طرح ہر بد نگاہی پر چار چھ رکعات نوافل کا جرمانہ بھی کرلے تو شیطان مایوس ہو کر اس کا تعاقب چھوڑ دیتا ہے کہ گناہ تو توبہ سے معاف کرالیا اور نوافل کا نفع الگ رہا۔ پس شیطان اپنی محنت کو رائیگاں دیکھ کر اس سے بھاگ جاتا ہے۔ لیکن سالک کو چاہیے کہ مرتے دم تک مجاہدہ کو اپنے اوپر لازم سمجھے اور نفس و شیطان سے بے فکر نہ رہے۔ حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہوجائے تو اس سے بدگماں رہنا

نفس کا اژدھا دلا دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں

نہ چت کرسکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

ولے بہ بیں کہ نہ گردد ز جاں سپاری سیر
اسیر عشق نہ گردد ز رنج و خواری سیر

ز زخمہائے نہانے کہ عاشقاں دارند
بخوں درست نہ گردد ز زخم خواری سیر

ترجمہ وتشریح: عاشقانِ خدا کے دلوں کو دیکھو کہ حق تعالیٰ کی راہ میں جان دے کر بھی سیر نہ ہوئے یعنی بار بار جامِ شہادت نوش کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر مرا صد بار تو گردن زنی
ہم چو شمعے بر فروزم روشنی

اگر بار بار اے عشق! تو میری گردن مارے تو میں شمع کے مانند اور روشنی بڑھاؤں گا یعنی جس طرح چراغ کی بتی کو جب قینچی سے کاٹ دیتے ہیں تو گُل ختم ہونے سے روشنی اور بڑھ جاتی ہے اسی طرح شہداء کی گردن کٹنے سے ان کا نورِ باطن اور قوی ہو جاتا ہے، عشق کا قیدی محبوب کی راہ میں زخمِ مجاہدہ سے سیر نہیں ہوتا، جو زخم پنہاں کہ عشاق اپنے باطن میں رکھتے ہیں وہ خون پیدا ہونے سے اچھا نہیں ہوتا بلکہ زخم کھانے سے سیر ہوتا ہے۔

مراد یہی ہے کہ عشاق حق تعالیٰ کی راہ میں ہر وقت مجاہدات کے زخم کو بصد شوق برداشت کرتے ہیں اور اہلِ تنعم و عیش اس حالت کے تصور سے بھی کانپتے ہیں۔ لیکن ان کو نہیں معلوم کہ کباب کھانے والے کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو غم وصدمہ سے نہیں ہیں بلکہ انتہائی لذت و چٹ پٹے ہونے کے سبب یہ آنسو نکل رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ والوں کی ظاہری خستہ حالی پر نہ جانا چاہیے ان کے باطن کے عیش کا ادراک حاصل کرو۔

ہزار جان مکرم سپرد ہر نفسے
در آں شکار نہ شوزاں شکار واری سیر

ترجمہ وتشریح: ہزاروں مکرم جانیں انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی ہر نَفس اس ذاتِ پاک پر قربان ہوتی ہیں۔ پس جس شکار سے تو سیر ہو جاوے وہاں شکار نہ ہونا کیوں کہ

یہ سیری محدود ہونے کی علامت ہے اور ہر حادث فانی ہے اور فانی سے محبت کرنا یا اس پر جان دینا جان و دل کو رائیگاں کرنا ہے۔ برعکس حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک چوں کہ غیر محدود ہے وہاں سیری نہیں ہوتی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں محبوب رکھتا ہوں خدا کی راہ میں قتل ہونا پھر زندہ ہونا پھر قتل ہونا پھر زندہ ہونا پھر قتل ہونا۔

اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

عشق را باحی و باقیوم دار
عشق بامردہ نباشد پائیدار

عاشقِ زندہ حقیقی سنبھالنے والی ذات سے کرو۔ مردہ سے عشق پائیدار نہیں ہوتا۔

ارے یہ کیا ظلم کررہا ہے کہ مرنے والوں پہ مررہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے

خطاب از عشق

بکش بکش کہ چہ خوش میکشی بیار بیار
حزیمتانِ رہِ عشق را قطار قطار

ترجمہ و تشریح: اے عشق! قتل کر، قتل کر، کیا ہی اچھا تو قتل کرتا ہے۔ اے عشق! اپنے حزیمت خوروں کو قطار در قطار برائے قتل لے آ، لے آ۔

غالباً مولانا نے اس وقت غلبۂ شوقِ شہادت میں یہ شعر کہا ہے۔ اس مقام پر احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں؎

دنیائے بے ثبات

دنیائے دوں ہے خواب پریشاں لیے ہوئے
سر مست عشق ہے غم جاناں لیے ہوئے

حاضر ہوں سر بکف سر میداں لیے ہوئے
ہر رگ ہے جوشِ خونِ شہیداں لیے ہوئے
کوئی بھی ہو جو سیرتِ نبوی سے دور ہو
اک جانور ہے صورتِ انساں لیے ہوئے
دھوکا نہ دے تجھے کہیں دنیائے بے ثبات
آئی خزاں ہے رنگِ بہاراں لیے ہوئے
احساس سخت کوشی الفاظ ہیچ ہے
جب تک نہ ہو عمل کا بھی پیماں لیے ہوئے
مدنظر تو شاعری اختر نہیں مجھے
کہتا ہوں میں ہدایتِ قرآں لیے ہوئے

مرتبۂ روحِ عارف

بجاں بر آسمانِ عشق رفتم
بصورت گر دریں پستم بامروز

ترجمہ و تشریح: عشق کے آسمان پر میری روح نے سفر کیا ہے اگرچہ میرا جسم آج اس پستی میں معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے سالک کی وہ حالت بیان فرمائی ہے کہ جب کسی کوتاہی میں ابتلا ہوتا ہے اور سالک زار و قطار ندامت سے حق تعالیٰ کے حضور روتا ہے پس صورتاً تو وہ پستی میں ہے مگر روح کو عروج و قرب حاصل ہے۔ کیوں کہ صدورِ خطا سے تقدس کا دعویٰ ختم ہو گیا اور پندار و عجب و خود بینی کا صنم کدہ مسمار ہو گیا اور ندامت و تذلل کہ حاصلِ عبدیت ہے اسے حاصل ہو گئی۔ پس یہ داغ دامنی اس پاکدامنی سے افضل ہے جس سے تکبر و ناز میں مبتلا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

نازِ تقویٰ سے تو اچھا ہے نیاز رندی
جاہِ زاہد سے تو اچھی مری رسوائی ہے

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پوری ہمّت سے نفس کے تقاضے کو روکنا چاہیے لیکن احیاناً جب خطا ہو جاوے تو دو رکعت توبہ پڑھ کر خوب رو کر معافی مانگ لے اور آیندہ کے لیے عہد وارادہ توکلاً علی اللہ کرلے کہ اب پھر یہ خطانہ کروں گا۔ اس کے بعد پھر اسی دھندے میں نہ لگا رہے کہ ہائے یہ خطا مجھ سے کیوں ہوئی۔ ہر وقت اپنی خطا کو ہی یاد کرنا حجابِ راہ ہے۔ ہم خدا کی یاد کے لیے پیدا ہوئے ہیں یا خطاؤں کی تسبیح پڑھنے کے لیے ؟ توبہ کے بعد ذکر میں مشغول ہو جاوے۔ کیوں کہ ہر وقت صدمۂ معصیت سے دل میں مایوسی پیدا ہوتی ہے اور پھر خشکی بڑھتی ہے بالآخر مالیخولیا یا کسی اور بیماری میں ابتلا کا خطرہ ہوتا ہے۔ البتہ مجموعی طور پر یہ دعا کرتا رہے کہ اے خدا! میری تمام خطاؤں کو عفو فرما اور میری بے حساب بخشش فرما۔

سچی توبہ سے گناہ کی دوری ختم ہو کر حضوری سے تبدیل ہو جاتی ہے بشر طیکہ دل سے آہ نکل جائے اور دل کی گہرائی اور جگر کے خون کی شمولیت سے استغفار ہو۔ مراد تضرّع والحاح ہے۔ احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

آہِ بے نوا

عالمِ ہجر کو مرے تو نے وصال کردیا
یعنی ہماری آہ کو واقفِ حال کردیا

اپنا جہاں دکھا کے یوں محوِ جمال کردیا
میری نظر میں یہ جہاں خواب و خیال کردیا

میرے قویٰ تو اس قدر ہوتے ابھی نہ مضمحل
اے دل مبتلائے غم تو نے نڈھال کردیا

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے میری آہِ بے نوا تو نے کمال کردیا

ذوقِ طلب بھی مختلف دہر میں دیکھتا رہا
اخترؔ بے قرار نے تیرا سوال کردیا

در بیانِ سببِ مجاہدۂ راہِ سلوک

سوئے بش ہر آنکہ شد زخم خورد ز پیش و پس
زانکہ حوالی عسل نیش زناں بود مگس

ترجمہ و تشریح: محبوبِ حقیقی سے قرب جس قدر ہوتا ہے اسی قدر اسے آزمایش کی راہ سے گزرنا ہوتا ہے کیوں کہ شہد کے گرد و پیش ڈنک مارنے والی مکھیاں بھی ہوتی ہیں۔

اسی کو غم بھی دیتے ہیں جسے اپنا سمجھتے ہیں

اس نے جب وادیٔ حسرت سے گزارا مجھ کو
ہر بُنِ مو سے مرے خون کا دریا نکلا

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ [۸]

جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدات کی تکالیف جھیلتے ہیں ہم ان کے لیے اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ بلائیں انبیاء علیہم السلام پر آتی ہیں پھر جو ان سے قریب تر ہوتا ہے یعنی ہر شخص پر بقدر اس کے دین کے آزمایش آتی ہے۔

امتحاں عاشق کا ہوتا ہے منافق کا نہیں

مؤمن کی پوری زندگی مجاہدہ کے لیے وقف ہوتی ہے، کائنات کی دل ربائیاں جب عناصر کے تار و پود میں زلزلہ پیدا کرتی ہیں اور عقل میں ربودگی پیدا کرنے والی اور نظام حواس کو برہم کرنے والی صورتیں سامنے آتی ہیں تو مؤمن تیغِ لا الٰہ سے اپنے قلب کو پاک کرتا ہے اور الا اللہ کی ضرب سے دل کو وقف درِ جاناں رکھتا ہے۔

---

[۸] العنکبوت:۶۹

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے
سر زاہد نہیں یہ سر سر سودائی ہے

حق تعالیٰ کی محبت کا درد انبیاء و اولیاء کو عطا ہوتا ہے اور دنیائے ناپائیدار پر کرگس اور مگس خصلت جانیں فدا ہوتی ہیں۔

ترے غم کی طالب ہے پروانہ فطرت
مگس کو مگر یہ کہاں راس آئے
عجب درد میں ان کے لذت ہے اخترؔ
مبارک جسے ان کا غم ہاتھ آئے

خدا رسیدہ دل کی علامت کو احقر نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

تمام عمر ترے دردِ محبت نے مجھے
کسی سے دل نہ لگانے دیا گلستاں میں

یہ اللہ والوں کے مقامات ہیں احقر محض ناقل ہے۔ حق تعالیٰ ان کی برکتوں سے ہم کو بھی یہ درد عطا فرماویں، آمین۔

اور اللہ والے تکالیف میں بھی خوش رہتے ہیں اور روزِ ازل کا وہ درد ان کے دل کو مست رکھتا ہے جو فطرتِ عشاق کو حق تعالیٰ نے بخشا تھا۔ اس مضمون کو احقر نے یوں پیش کیا ہے۔

وہی اک تیر لگا تھا جو ازل میں دل پر
آج تک درد وہ رہ رہ کے کسک لیتا ہے
صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسّم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

اور پھر درد بھرے دل سے جو دعا نکلتی ہے وہ کیا ہی پُر کیف ہوتی ہے اور بارگاہِ حق میں اس کی آہ کس طرح پیغام رسا ہوتی ہے۔

آہ کیا جانے وہ آہوں کی نزاکت کی لچک
جس نشیمن پر نہ ہو برقِ حوادث کی چمک
میرا پیام کہہ دیا جاکے مکاں سے لامکاں
اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کردیا

اس دردِ محبت کو حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند
سوزِ غم پروانہ مگس را ندہند

ترجمہ: اے سرمد! حق تعالیٰ اپنی محبت کا غم ہر بوالہوس کو نہیں دیتے، پروانہ کا سوز غم مکھیوں کو نہیں عطا کرتے۔

عمرے باید کہ یار آید بکنار
ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

ترجمہ: ایک عمر چاہیے کہ محبوبِ حقیقی دل میں آئے۔ یہ دولتِ سرمدی ہر شخص کو نہیں عطا فرماتے ہیں۔ میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ یہ اشعار ایسے موقع پر سنایا کرتے تھے۔

نہ ہر سینہ را رازدانی دہند
نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند

نہ ہر گوہرے درۃ التاج شد
نہ ہر مرسلے اہل معراج شد

برائے سر انجام کار صواب
یکے از ہزاراں شود انتخاب

ہر سینے کو اپنی محبت کا رازدار نہیں بناتے اور نہ ہر آنکھ کو دوسری آنکھوں کی راہ نمائی کے لیے امام بناتے ہیں۔ ہر موتی تاج شاہی کے لیے منتخب نہیں ہوتا اور ہر رسول کو اہل معراج نہیں بنایا جاتا۔ حق تعالیٰ اپنی محبت کی خوشبو کو کائنات میں نشر کرنے کے لیے

ہزاروں میں سے کسی ایک درد بھرے دل جلے کا انتخاب فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ کی محبت کا درد جس دل کو عطا فرمایا جاتا ہے اس کی ایک خاص علامت یہ ہے کہ کسی وقت بھی وہ حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ مسجد میں جس طرح باخدا ہے بازاروں اور تجارت گاہوں میں بھی باخدا رہتا ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ یا دوستوں کے ساتھ جب مشغول گفتگو ہوتا ہے اس وقت بھی وہ حق تعالیٰ کے ساتھ رہتا ہے دنیائے چمن کے ہر رنگ وبو اور ہر گل کی دلکشی سے اپنے قلب کو بے پروا رکھنے والا حلال و حرام کا خیال رکھنے والا، سراپا راضی برضائے حق ہر سانس میں باحق رہنے والا ہوتا ہے اور بزبانِ حال یہ کہتا ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

حکایت

مجھ سے میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار جونپور میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت سے دریافت کیا کہ حضرت! کیا جب آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو اسے پتا چل جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہاں! کیا جب آپ بالغ ہوئے تھے تو آپ کو پتا نہیں چلا تھا۔ پھر خواجہ صاحب نے دریافت کیا کہ دنیا کے مشاغل میں مشغول رہتے ہوئے آدمی باخدا کس طرح رہ سکتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میرے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی! جب میں لوگوں سے باتیں کرتا رہتا ہوں اس وقت بھی میرا قلب حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہتا ہے اور اس کی وضاحت کے لیے ایک مثال بیان فرمائی کہ خواجہ صاحب دیکھیے جونپور میں یہ عورتیں دو گھڑے پانی بھرے ہوئے لیے جارہی ہیں، ایک ایک گھڑا سر پر ہے اور دوسرا گھڑا بغل میں ہے اور سر کے اوپر جو گھڑا ہے اسے ہاتھ سے پکڑا بھی نہیں اور آپس میں گفتگو کرتی جارہی ہیں تو سر کے اوپر کا گھڑا کس طرح سر پر قائم ہے چوں کہ ان کے قلب کو اس گھڑے سے مسلسل رابطہ ہے اگر یہ دھیان اور

توجہ گھڑے کی طرف سے ہٹ جائے تو گھڑا زمین پر آ رہے۔ بس اس مثال سے اللہ والوں کے قلبی تعلّق مع اللہ دائمی کو سمجھ لینا چاہیے جس کو اصطلاح میں نسبتِ راسخہ مستمرہ اور حضورِ دائم یا حضور مع الحق یا استحضار مع الحق بھی کہتے ہیں۔

ایک بزرگ اسی کو فرماتے ہیں ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید میرا دل بھی دل ہو گیا

مولانا محمد احمد صاحب

ترجمہ: حق تعالیٰ کی محبت کی عجیب شان حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بانی سلسلہ سہروردیہ کے خلیفہ اوّل ہیں بیان فرمائی ہے ؎

بسودائے جاناں ز جاں مشتغل
بذکرِ حبیب از جہاں مشتغل
بیادِ حق از خلق بگریختہ
چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کے عاشقین اپنی جانوں سے بے پرواہو کر تمام کائنات سے منہ پھیرے ہوئے ان کی یاد میں مشغول ہیں اور یادِ حق کے لیے خلق سے کنارہ کش ہیں اور ساقیٔ ازل کے ایسے دیوانے ہو رہے ہیں کہ جامِ مے کی طرف بھی التفات نہیں رہا۔ یعنی منعم کی طرف ایسا التفاتِ تام ہوا کہ غلبۂ حال سے نعمتوں کی طرف توجہ نہ رہی۔

انتباہ: مگر کامل حالت وہ ہے کہ کسی حالت سے مغلوب نہ ہو چناں چہ انبیاء علیہم السلام منعم اور نعمت کا بیک وقت حق ادا کرتے ہیں اور نعمتوں میں لطفِ منعم ہی کا عکس دیکھتے ہیں اور اولیائے کاملین کا بھی یہی حال ہے کہ خالق اور مخلوق کے حقوق کو بیک وقت ادا کرتے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بیک وقت توجہ الی الخالق اور توجہ الی المخلوق دونوں کمال درجہ پر فرض ہوتی ہے اور اولیائے امت اس قوی

حضور کا تحمل نہیں کرسکتے۔ حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا کہ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سے دو نصیحتیں بھی عجیب بیان فرمائی ہیں۔

مرا شیخ دانائے فرخ شہاب
دو اندرز فرمود از روئے تاب
یکے آنکہ برغیر بدبیں مباش
دوم آنکہ بر خویش خودبیں مباش

ترجمہ: حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے مرشد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہماری دو نصیحتیں یاد رکھنا ایک یہ کہ کسی کی برائی پر نظر نہ کرنا دوسرے یہ کہ اپنی نگاہ میں اپنے کو اچھا نہ سمجھنا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دوسروں پر بد بینی نہ کرو اور اپنے پر خود بینی نہ کرو۔ مگر اولاد اور شاگرد اور مریدین یا جس کی اصلاح سپرد ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کے عیوب و نقائص کی دیکھ بھال ضروری ہے۔

علاجِ عجب و کبر پر احقر کے اشعار ملاحظہ ہوں۔ عجب نام ہے اپنے کو اچھا سمجھنا خواہ دوسروں کو حقیر سمجھے یا نہ سمجھے۔ اور تکبر نام ہے دوسروں کو بھی حقیر سمجھنا پس عجب اور تکبر دونوں ایسی کلّی ہیں جن میں اہلِ منطق کے اصول پر عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر معجب کا متکبر ہونا لازم نہیں مگر ہر متکبر کا معجب ہونا لازم ہے۔ خود بینی اور عجب کے علاج کے لیے احقر کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

ناظرِ حق مستحق رحمت بود
ناظرِ خود دور از رحمت بود
ہمچنیں عاشق کہ معشوقے بدید
پیشِ آں معشوق روئے خود بدید
پس چرا غیرت نہ آید دلبراں
ہمچنیں عشاق را چو خرِ براں

۱) جو حق تعالیٰ کی صفات پر نظر رکھتا ہے اور اپنی صفات کو خدائے پاک کا عطیہ و مستعار سمجھتا ہے وہ شکر گزاری سے مقربِ بارگاہ ہوتا ہے اور جو اپنی صفات کو اپنی ذاتی حکمت و دانائی کا ثمرہ و نتیجہ سمجھتا ہے اور اسے مستقل اور ناقابلِ زوال سمجھتا ہے وہ بے خوف اور ناشکرا ہو کر خدا سے دور ہو جاتا ہے۔

۲) عجب وخود پسندی کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی عاشق محبوب کے سامنے بجائے محبوب کو دیکھنے کے اپنے کو دیکھ رہا ہو۔ پس وہ محبوب اسے ایک چپت لگا کر بھگا دے گا۔ اسی طرح نادان سالک تھوڑی تسبیح و نوافل نماز پڑھ کر اپنے کو سب سے افضل اور خدا کا مقرب سمجھتا ہے۔ حالاں کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: جو بندہ اپنی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے خدا کی نظر میں باعزت ہوتا ہے اور جو اپنی نظر میں اپنے کو اچھا سمجھتا ہے خدا کی نظر میں ذلیل ہوتا ہے۔ نادان اور احمق صوفی کی مثال میں ایک حکایت یاد آئی۔

حکایت

ایک مرید نے اپنے (دنیادار) پیر سے خواب بیان کیا کہ حضرت! میری انگلی میں پائخانہ لگا ہوا ہے اور آپ کی انگلی میں شہد لگا ہوا ہے۔ پیر صاحب جھٹ بول اٹھے کہ نالائق! تو دنیا دار ہے اس لیے پائخانہ تیری انگلی میں لگا تھا اور میں دیندار ہوں اس لیے شہد میری انگلی میں لگا ہوا تھا۔ مرید نے کہا: حضور! ابھی پورا خواب تو سنیے آگے کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ میری انگلی چاٹ رہے ہیں اور میں آپ کی انگلی چاٹ رہا ہوں۔ پھر تو پیر صاحب کو اپنی بزرگی معلوم ہوگئی۔ چوں کہ یہ پیر مرید سے دنیا لوٹتا تھا اس لیے خواب میں بھی پائخانہ چاٹتا ہے اور مرید چوں کہ مخلص تھا اس لیے وہ شہد چاٹتا تھا۔

فوائدِ صحبتِ شیخ

دوش رفتم درمیان مجلس سلطانِ خویش
برکفِ ساقی بجام اندر بدیدم جانِ خویش

ترجمہ و تشریح: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کل میں اپنے مرشد شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا، میں نے شیخ کی نسبت مع اللہ کی روشنی کو اس قدر قوی النور پایا کہ اس نے میری جان کی روشنی کو بھی پہلے سے کہیں اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جان جاناں کردیا

ساغرے آورد و بوسید و نہادش بر کفم
پر مئے رخشندہ ہمچو چہرہ رخشان خویش

ترجمہ و تشریح: جام محبت میرے ہاتھ پر رکھا جیسا کہ خود میرا مرشد چہرۂ تاباں رکھتا تھا ویسا ہی وہ جامِ محبت بھی نہایت آتش برنگ تھا یعنی حضرت تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے مجھے حق تعالیٰ کا دیوانہ بنادیا۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا میرے دل میں

اٹھی وہ موج مے وہ جام و مینا میں تلاطم ہے
جہاں بے نشاں سے دعوت پرواز ہے ساقی

اصغرؔ

یہ آخری شعر ہے اصغر گونڈوی کا اس کے بعد دارِ آخرت کو یہ دیوانہ رخصت ہو گیا۔

بولہب را دیدم آنجا دست می خائید سخت
بوہریرہ روئے اندر ماہ بے نقصان خویش

ترجمہ و تشریح: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی طالب اپنے مرشد سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرتا ہے تو کچھ حاسدین مرشد سے بدگمان کرنے کی کوشش

کرتے ہیں اور اس بندۂ مقبول کی خلق میں قدر و منزلت کو دیکھ کر حسد سے ہاتھ چباتے ہیں جس طرح کہ ابولہب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت و مقبولیت پر حسد سے ہاتھ چباتا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اس رشکِ ماہِ کامل دائم النور و متصاعد النورذاتِ اقدس سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جان و مال وعزت کے ساتھ فدا رہے۔

بولہب در فکر غرقہ حجت و برہاں طلب
بوہریرہ حجت خویش است ہم برہان خویش

ترجمہ و تشریح: ابولہب ملعون و مردود تو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے اس وجہ سے محروم رہا کہ وہ حجت و برہان اور دلائل و معجزات طلب کرنے میں رات دن غلطاں و پیچاں رہا۔ اور جب معجزہ نظر آتا تو حسد و جہالت سے اسے جادو قرار دے دیتا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہِ عاشقانہ خود برہان اور حجت کے قائم مقام ہو رہی تھی بلکہ اس سے بھی فائق تر تھی۔

نگاہِ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے اسے
خرد کے سامنے اب تک حجاب عالم ہے

معجزہ اور جادو کا فرق

ہمارے مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے معجزہ اور جادو میں یہ فرق بیان فرمایا تھا کہ جادو میں محض نظر بندی ہوتی ہے اشیاء کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی برعکس معجزہ کے کہ معجزہ سے شے کی ماہیت و حقیقت بھی تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ فرق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جن جادوگروں کو فرعون نے بھیجا تھا وہ بھی جانتے تھے۔ چناں چہ انہوں نے اپنی رسیوں پر نظر بندی کی جس سے وہ سانپ اور بچھو معلوم ہونے لگیں۔ مگر وہ حقیقت میں رسیاں تھیں ماہیت و حقیقت تبدیل نہ ہوئی تھی۔ لیکن جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ان کی طرف حکمِ خداوندی سے ڈال دیا تو وہ عصا سچ مچ کا اژدھا بن

گیا اور اس کی حقیقت وماہیت بھی اژدھے کی ہوگئی جس کے سبب وہ ان کی تمام رسیوں کو جو سحر کی نظربندی سے سانپ معلوم ہورہی تھیں نگل گیا۔ اور جادوگروں کو چوں کہ اپنے فن پر عبور تھا اور وہ جادو کی حقیقت سے باخبر تھے اور اس عصا کے اس فعل کو انہوں نے اپنے فنِ سحر کے اصول پر یقین کے ساتھ سمجھ لیا کہ یہ جادو نہیں ہوسکتا یہ کوئی مافوق السحر طاقت ہے اور مافوق المخلوقات کوئی قدرتِ قاہرہ ہے جس کا ظہور ہوا ہے۔ پس وہ اسے پیغمبرانہ معجزہ سمجھتے ہوئے ایمان لے آئے اور اس یقین کے ساتھ ایمان لائے کہ فرعون کی سخت سزا کی دھمکی بھی انہیں ایمان سے دستبردار نہ کرسکی۔

جانِ سرگرداں کہ گم شد در بیابانِ فراق
از بیاباں ہا سوئے دارالاماں آوردمش

ترجمہ وتشریح: مولانا فرماتے ہیں کہ ان جانوں کو جو حق تعالیٰ کی جدائی کے جنگل میں سرگرداں و پریشان ہیں یعنی خدا سے غفلت کی زندگی گزارنے کے سبب بے سکون اور بے اطمینان ہیں اللہ والے ایسے لوگوں کی راہ نمائی اور راہبری فرماکر انہیں دارالامن اور دارالسکون کی طرف لاتے ہیں۔ حاصل یہ کہ کچھ مدت جو لوگ حق تعالیٰ کے خاص اور محبوب بندوں کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کی اصلاح کرالیتے ہیں تو حق تعالیٰ کے خاص تعلق کی برکت سے یہ بندے بھی اطمینان کی دولت پاجاتے ہیں۔ اور قاعدہ کلیہ ہے کہ جب بندہ ہدایت کی راہ پر پہلا قدم رکھتا ہے اسی وقت سے اس کو اطمینان اور سکون ملنا شروع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح بندہ جب گمراہی کی راہ پر پہلا قدم رکھتا ہے اسی وقت سے اس کی بے اطمینانی اور پریشانی شروع ہوجاتی ہے۔

حکایت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ[۹] کی تفسیر کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حق تعالیٰ بطورِ انعام کے فرمارہے ہیں کہ

۹؎ البقرۃ:۵

جو ایمان بالغیب لائے، نماز کو قائم کرے اور خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرے (زکوٰۃ دے) **ومثل ذالك** دوسرے احکام کو بجالائے تو اس کا یہ انعام ہے کہ یہ لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے۔

تو اس انعام پر بظاہر یہ اشکال ہوتا ہے کہ انعام تو مزیدار اور پُر لطف ہونا چاہیے ہدایت پر ہونے میں کیا لطف ہے۔ اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بار میں سہارنپور سے کانپور جانے کے لیے لکھنؤ جانے والی ریل پر سوار ہوا۔ اس ڈبے میں ایک صاحب سے میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی لکھنؤ جارہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں تو میرٹھ جارہا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ گاڑی تو میرٹھ جانے والی نہیں ہے آپ کو تو یہ لکھنؤ لے جائے گی۔ چوں کہ ریل چل پڑی تھی اب وہ اتر بھی نہ سکتے تھے لیکن دوسرا اسٹیشن بھی قریب تھا تھوڑی ہی دیر میں وہ اتر کر ریل تبدیل کرسکتے تھے مگر صحیح راہ پر نہ ہونے اور غلط راہ پر ہونے کے سبب انہیں اس قدر پریشانی تھی کہ میں نے ان سے کچھ گفتگو کرنی چاہی تو یہ کہہ کر انکار کردیا کہ تمہیں باتوں کی سوجھی ہے اور ہمارے دل کی پریشانی کا جو عالم ہے وہ ہم ہی جانتے ہیں۔ اس حکایت سے یہ بات نہایت واضح ہوجاتی ہے کہ ہدایت کی راہ پر لگ جانے ہی سے سکون شروع ہوجاتا ہے اور غلط راہ پر قدم پڑتے ہی بے اطمینانی اور پریشانی شروع ہوجاتی ہے۔ حق تعالیٰ اسی کو فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے، اعمال صالحہ کیے ان کو ہم بالطف زندگی عطا کرتے ہیں اور جو ہماری یاد سے اعراض کرکے غفلت کی زندگی گزارتے ہیں ان کی زندگی کو ہم تلخ کردیتے ہیں۔

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

عارفاں زانند ہر دم آمنوں
کہ گزر کردند از دریائے خوں

ترجمہ: اللہ والے ہر وقت اس سبب سے امن وسکون میں ہیں کہ انہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے تابع کردیا ہے اور اس قدر مجاہدہ ومحنت

وتکلیف اس سلسلے میں جھیلتے ہیں کہ گویا وہ دریائے خونِ آرزو سے گزرتے ہیں اور ان کا مذاق یہ ہوتا ہے کسی بزرگ کا شعر ہے۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

اختر کا شعر ہے۔

اس نے جب وادیٔ حسرت سے گزارا مجھ کو
ہر بُنِ مُو سے مرے خون کا دریا نکلا

حکایت

میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ یہ حکایت اکثر احقر کو سنایا کرتے تھے کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے خدا! آپ سے ملاقات کا اقرب ترین کیا ذریعہ ہے؟ ارشاد ہوا دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ اے موسیٰ! نفس کو چھوڑ دیجیے اور آجایئے۔ مطلب یہ کہ بندہ اور خدا کے درمیان صرف نفس کی خواہشات حائل ہوتی ہیں، نفس کو مٹادو خدا مل جاوے گا۔ اور نفس کو مٹانے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی مرضیات کو خدائے پاک کی مرضیات کے تابع کردے۔

تو مباش اصلًا کمال ایں ست و بس
رو درو گم شو وصال ایں ست و بس

ترجمہ: تو اپنے کو مٹادے یہی کمال ہے یعنی کامل وہ ہے جو اپنے نفس کو مٹادے اور جو حق تعالیٰ کی مرضیات میں اپنی مرضیات کو گم کردے یہی وصال ہے یعنی اسی وقت تو واصل ہوجاوے گا۔

قربِ او را وصال می گویند
وصلِ او را محال می گویند

ترجمہ و تشریح: دراصل حق تعالیٰ کے قرب کا نام وصال ہے ورنہ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے حق تعالیٰ کا واصل بہ معنیٰ مقرب ہے۔

دولتِ باطنی عارفین

عاشقاں را شمع و شاہد نیست از بیرون خویش
آب انگورے بخوردہ بادہ شاں از خونِ خویش

ترجمہ و تشریح: عاشقانِ حق کا چراغ یعنی ان کا نور ان کے باہر نہیں ہوتا ان کے قلب وروح میں ہوتا ہے کیوں کہ وہ اعمالِ صالحہ کے انگور کا پانی پیتے ہیں اور ان کے اعمالِ صالحہ کے انوار ان کے خون میں گردش کرتے ہوئے انہیں دائمی مستی و کیف و سرور عطا کرتے ہیں۔ برعکس دنیا کی تمام فانی لذتوں کا سرور عارضی ہوتا ہے۔

افسردگیٔ گل پہ ہنسی جب کوئی کلی
آواز دی خزاں نے کہ تو بھی نظر میں ہے
جو چمن میں گزرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبلِ زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

ترجمہ: اگر کائنات تیز ہواؤں سے بھر جاوے تو بھی مقبولین کا چراغ ہرگز نہیں بجھتا کیوں کہ یہ چراغ باہر نہیں ہوتا ان کے قلب وروح میں ہوتا ہے۔

ہر کسے اندر جہاں مجنوں و ہم لیلیٰ شدند
عارفاں لیلائے خویش و نیز ہم مجنونِ خویش

ترجمہ و تشریح: جب یہ بات اوپر ثابت ہو چکی کہ خدا کے عاشقین کے قلوب و ارواح میں محبوبِ حقیقی کا نورِ خاص جلوہ فگن ہوتا ہے بلکہ ان کے ظاہر و باطن کے ذرہ ذرہ میں بھی وہ نورِ صمد متجلی ہوتا ہے۔

نورِ او در یمن و یسر تحت و فوق
برسرم بر گردنم مانند طوق

ترجمہ و تشریح: مولانا فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا نور میرے داہنے بائیں تحت و فوق ہر طرف میرے سر اور گردن میں مانند طوق محیط ہے۔ پس عارفین کے علاوہ دنیا میں اور لوگ تو الگ الگ کوئی مجنوں ہے کوئی لیلیٰ ہے مگر عارفین اپنے ہی نور باطن (تجلیٔ حق) پر عاشق ہونے کے سبب گویا اپنے ہی مجنوں ہیں اور چوں کہ محبوبِ حق بھی ہیں پس وہ خود اپنی ذات میں لیلیٰ بھی ہیں۔

گر تو فرعون منی از مصرتن بیروں کنی
در درونِ خانہ بینی موسیٰ و ہارون را

ترجمہ و تشریح: اگر تو اپنی انانیت فرعونی کو اپنے نفس کے مصر سے باہر کر دے تو اپنے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو مشاہدہ کرے گا یعنی اپنی روح میں انوارِ ولایت کا مشاہدہ کرے گا جس کا حاصل قربِ حق ہے۔ اور قربِ حق کلی مشکک ہے جس کے درجات متفاوت المراتب ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو اصالتاً عطا ہوتا ہے۔ قربِ نبوت اور قربِ ولایت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ چناں چہ قربِ ولایت کا سب سے اعلیٰ مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھا مگر غارِ ثور میں دشمنانِ اسلام کی آہٹ پا کر معیت و قرب و نسبتِ صدیقیت خائف اور متاثر ہو گئی مگر قربِ نبوت نے لَا تَحْزَنْ کہا۔ حالاں کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کی معیت میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمولیت منصوص ہو رہی ہے لیکن معیت رسالت و نبوت کے مقام کی بلندی بھی واضح فرمائی جارہی ہے۔ پس حضور اکرم صلی علیہ وسلم کا فرمانا کہ اے صدیق! غم و اندیشہ مت کرو خدا ہمارے ساتھ ہے یہ جملہ معیت رسالت و معیت صدیقیت کے فرقِ مراتب کو بیان کرتا ہے۔ حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکاشفہ ہے کہ جہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر تھا اس کے کچھ اوپر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پائے مبارک دیکھا۔ پھر یوں تشریح فرمائی کہ جہاں صدیقیت کا مقامِ منتہا ختم ہوتا ہے اس کے کچھ اوپر سے مقامِ نبوت کی ابتدا ہوتی ہے۔

لذّتِ جانبازی در مجاہدہ

شغل ما بر غم حرام و خون ما بر ما حلال
ہر غمے کاں گرد ما گردد شود در خون خویش

ترجمہ وتشریح: ہمارا شغل (عاشقی مع الحق) غم دنیا اور دنیا کے غمزدوں پر حرام ہے۔ یعنی دنیا کو دل سے نکالیں پھر وہ اہل محبت سے فیض یاب ہو سکیں گے۔ اور ہمارا خون ہمارے اوپر حلال ہے یعنی حق تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنی خواہشات نفسانیہ کا ہر وقت خون کرنا ہمارے اوپر حلال ہے کیوں کہ یہ عین منشائے حق ہے۔ اور دنیا کے غم ہم کو خوفزدہ اس لیے نہیں کرسکتے کہ بہت بڑا غم یعنی آخرت کا غم ہماری رگوں میں ہمارے خون کے ساتھ دوڑ رہا ہے۔ پس اس غم کے سامنے دنیا کے سب غم ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے عصائے موسوی (علیہ السلام) کے سامنے جادوگروں کے سانپ بچھو جن سب کو وہ آن واحد میں نگل گیا تھا۔

آخرت کے غم میں اور دنیا کے غم میں کیا فرق ہے؟

آخرت کا غم

آخرت کا غم قلب وروح کو سکون عطا کرتا ہے اور لذیذ ہوتا ہے۔ چناں چہ اللہ والوں کو دیکھیے کہ ہر وقت چین وسکون سے ہیں، دنیا کی پریشانی بھی اگر ان کے پاس آتی ہے تو وہ باہر رہتی ہے دل میں گھسنے نہیں پاتی کیوں کہ دل میں وہ حق تعالیٰ کے تصرفات پر راضی ہیں۔

دنیا کا غم

دنیا کا غم نہایت تلخ اور دل کو پریشان کرتا ہے چناں چہ دنیا کے عشاق ہمیشہ

پریشان رہتے ہیں خواہ وہ اوپر سے کتنے ہی ٹھاٹ باٹ سے رہتے ہوں مگر اندر دل میں سکون نہیں ہوتا۔

آخرت کے لذیذ غم پر حسب ذیل اشعار ملاحظہ کیجیے ؎

عارف غمِ جاناں کی توجہ کے تصدق
ٹھکرادیا وہ غم جو غمِ جاوداں نہ تھا

آلامِ روزگار کو آساں بنادیا
جو غم ملا اسے غمِ جاناں بنادیا

فکرِ این و آں نے جب مجھ کو پریشاں کردیا
میں نے سر نذرِ جنونِ فتنہ ساماں کردیا

مجذوب

زہد زاہد را و دیں دیں دار را
ذرّۂ دردت دلِ عطار را

وہ تو کہیے کہ ترے غم نے بڑا کام کیا
ورنہ مشکل تھا غمِ زیست گوارا کرنا

اس مقام کے مناسب اب احقر کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذّت کا سہارا لے کر

ترے غم کے سوا ممکن نہیں تھا
گزرتے دن مری جانِ حزیں کے

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُرغم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

غارت گر حیات سمجھتی تھی کائنات
میری نظر میں غم ترا جان حیات ہے
ہو آزاد فوراً غمِ دوجہاں سے
ترا ذرۂ غم اگر ہاتھ آئے
ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

زندگی در زندگی

من نیم موقوف نفخ صور ہمچو مردگاں
ہر زمانم عشقِ جانے می دہد ز فسون خویش

ترجمہ و تشریح: عام لوگوں کو تو نفخِ صور سے حیاتِ ثانی عطا ہوگی لیکن خدا کے عاشقوں کو عشق ہر وقت جانِ نو عطا کرتا ہے۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

ترجمہ: حق تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہنا اور خنجرِ تسلیم کے سامنے گردن رکھنا جن کو نصیب ہے حق تعالیٰ کا کرم ہر وقت غیب سے انہیں حیاتِ تازہ عطا کرتا ہے۔

گزر گئی جو گزرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

انہیں ہر لحظہ جانِ نو عطا ہوتی ہے دنیا میں
جو پیشِ خنجرِ تسلیم گردن ڈال دیتے ہیں

اخترؔ

باز در آمد طبیب از در رنجور خویش
دست عنایت نہد بر سر مہجور خویش

ترجمہ و تشریح:سالک پر قبض باطنی کے بعد جب پھر بسط کی حالت عطا ہوتی ہے اس خوشی کو مولانا فرماتے ہیں کہ وہ محبوب حقیقی حالت استتار کے بعد حالت حضوری اپنے عاشقوں کو عطا فرماتے ہیں اور اپنے مہجورین کے ہجر کو(یعنی قبض باطنی کو)حالت وصل (بسط و حضوری)سے تبدیل فرماتے ہیں۔

بیانِ عشق

اے مونس و غم گسار عاشق
اے چشم و چراغ یار عاشق
اے داروئے فربہی و صحت
از بہر تن نزار عاشق

ترجمہ و تشریح:اے عشق! تو عاشقوں کے لیے مونس و غمگسار ہے اور عاشقوں کا چشم وچراغ و یار ہے اور عاشقوں کے کمزور جسم کی فربہی و صحت کے لیے تو دواء ہے۔

اے عاشقاں چوں نیم شب جاں در پئے جاناں رود
جاں چو نباشد در تنم من زندگانی چوں کنم

ترجمہ و تشریح:اے عاشقو! آدھی رات کو ذکر کرو، نماز تہجد اور استغفار و آہ سحر گاہی کے ذریعے جب محبوب حقیقی کی یاد میں جان مست و بے خود ہوتی ہے تو پھر جسم کے ساتھ روح کا رابطہ کمزور اور مغلوب ہو جاتا ہے اور غلبہ تعلق مع اللہ کا ہو جاتا ہے اور پھر دنیا کی زندگانی یعنی دنیا کے مشاغل مجھے ایک درد سر معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان صحبت سے نماز تہجد و ذکر کی حلاوت

محسوس ہوئی تو اس لذت عبادت کو ان اشعار میں یوں بیان فرمایا۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیر دور جام ہے
وعدہ آنے کا شب آخر میں ہے
صبح سے ہی انتظار شام ہے

احقر نے اس لذت کو یوں عرض کیا ہے۔

لذّتِ ذکر

میں اس کے نام کی لذّت کو کیا بیاں کرتا
زبانِ عشق کی حیرت کو دیکھتا ہوں میں

کبھی نہ کرسکے کیوں شرح درد پنہانی
ہر ایک لفظ و معانی سے پوچھتا ہوں میں

خدا کے نام کی لذت ہے جان کل لذات
بڑے سکون میں ذاکر کو دیکھتا ہوں میں

اس نظم کے بقیہ اشعار بھی درج ذیل ہیں تاکہ اہل ذوق کے لیے باعث نشاط طبع ہوں۔

ہر ایک ذرّہ میں اس کو بھی دیکھتا ہوں میں
دلیل صانع کی صنعت میں دیکھتا ہوں میں

سمجھ کے دوستو میں بوئے پیرہن اس کا
چمن میں لالہ و سوسن کو سونگھتا ہوں میں

کبھی چمن میں پھرا اور کبھی بیاباں میں
جہاں گیا ہوں اسی کو تو ڈھونڈتا ہوں میں

میں اپنے گھر سے ہوا ہوں جو اس طرح بے گھر
خدا کے چاہنے والوں کو ڈھونڈتا ہوں میں

ورائے عقل ہے جب درد کا مقام اخترؔ
کیوں اس کو اہل خرد سے بھی پوچھتا ہوں میں

نازِ عشق بر عاشقاں

پیش آمد آں دلبر مرا گفتم شہا کم کن بلا
گفتا بر دگر عاشقی ہر دم بلا افزوں کنم
گفتم شہا بس قطرہ ہا در ہجر تو باریدہ ام
گفتا چہ غم ہر قطرہ را من لولوئے مکنوں کنم
گفتم شہا در پردہ ہا خود را چرا داری نہاں
گفتا اگر بیروں شوم سی صد چوں تو مجنوں کنم

ترجمہ و تشریح: مولانا پر بحالتِ ذکر کوئی خاص تجلّی قرب کی وارد ہوئی اور الہامات اور مناجات کا سلسلہ شروع ہوا۔ پس مولانا نے عرض کیا: اے محبوبِ حقیقی! آپ کی جدائی میں بہت قطرہ ہائے اشک آنکھوں سے برسائے ہیں۔ الہام ہوا کہ کیا غم ہے میں ہر قطرہ کو محفوظ موتی کر دیتا ہوں۔ پھر عرض کیا کہ اے محبوب حقیقی! آپ پردۂ غیب میں اپنے کو کیوں چھپائے ہوئے ہیں۔ الہام ہوا اگر یہ پردہ نہ ہوتا تو تجھ جیسے ہزاروں مجنوں ہو جاتے یعنی عالم درہم برہم ہو جاتا اور پھر یہ عالمِ امتحان نہ رہتا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اب سابقہ زمانے جیسے اولیائے کاملین نہیں پیدا ہوتے لیکن حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم اب بھی اولیاء اللہ کی کوئی کرسی خالی نہیں۔ غوث و اقطاب و ابدال و اوتاد کی تمام کرسیاں

پُر ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت تک اہلِ حق کی ایک جماعت قائم رہے گی جو حق تعالیٰ کی نصرت سے دین حق پر قائم رہے گی اور ان کے مقابلے میں جو آئے گا رسوا کر دیا جائے گا۔ہاں طلب وپیاس ہو تو پلانے والے موجود ہیں ؎

ہنوز آں ابر رحمت در فشاں ست
خم و خمخانہ بامہر و نشان ست

حق تعالیٰ کی طرف سے ابرِ رحمت کی اب بھی بارش ہو رہی ہے اور محبت و معرفت کی تمام نعمتیں اب بھی سر بہ مہر پیش ہو رہی ہیں۔احقر نے اس مضمون کو یوں عرض کیا ہے ؎

سو بار بھی گر کر کے سنبھلتا ہے آج بھی

ہاں وہ درِ میخانہ تو کھلتا ہے آج بھی
پیمانۂ رحمت تو چھلکتا ہے آج بھی
وہ درد جو ارواح کی کلیوں کو ملا تھا
ہر چاک گریباں سے مہکتا ہے آج بھی
اعجازِ نظر دیکھیے ساقیٔ ازل کا
اشکوں میں لہو میرے ٹپکتا ہے آج بھی
جو مست ہو مرشد کامل کی نظر سے
سو بار بھی گر کر کے سنبھلتا ہے آج بھی
وہ جامِ محبت ترا نایاب نہیں ہے
سینوں سے اہلِ درد کے ملتا ہے آج بھی
اختر ہماری درد پسندی کی انتہا
ہے وصل مگر دل تو تڑپتا ہے آج بھی

یہ اشعار اس وقت ہوئے تھے جب کہ احقر ٹیکسلا اور مری کی پہاڑیوں کے مناظر سے گزر رہا تھا۔

فوائد گریۂ عشق

چوں ابر بسے اشک دریں خاک فشاندیم
و از ابر گذشتیم و براں ماہ رسیدیم

ترجمہ و تشریح: جب ابر کی طرح اس زمین پر ہم نے آنسو برسائے تو ہمارے اشک ہائے ندامت پر حق تعالیٰ کے دریائے رحمت کو جوش ہوا اور ہمارے گناہوں کو عفو فرما کر اپنے قرب کے اعلیٰ مقام پر پہنچادیا۔ یعنی مناجات میں جو گریہ وزاری کرتا ہے اور جو گڑ گڑا کر گناہوں سے معافی مانگتا ہے اس کے ماضی کے گناہوں کی تلافی ہو جاتی ہے اور اس کا حال درست ہو جاتا ہے اور اس کا مستقبل بھی روشن ہو جاتا ہے۔

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے
اے سیلِ اشک تو ہی بہادے اُدھر مجھے

تزکیۂ نفس و اصلاحِ نفس

نفس را چوں خار دیدم سوئے گل بگریختم
عقل را چوں سرکہ دیدم با شکر آمیختم

نام و ننگ و کبر و ناموس و رعونت فخر و عجب
ہر چہ بودم زیں قبل از جملگی بگریختم

ترجمہ و تشریح: ہم نے اپنے روحانی چمن اور اعمالِ صالحہ کے باغ کے لیے جب نفس کو دشمن (خار) پایا تو حق تعالیٰ کی طرف راہِ فرار اختیار کی یعنی رضائے نفس کو ترک کر کے رضائے مولیٰ کی کوشش میں لگ گئے۔ اور چوں کہ حق تعالیٰ کی یاد سے قلب و روح کو اطمینان عطا ہوتا ہے اس لیے محبوبِ حقیقی کو گل سے تشبیہ دی، عقل کو جب ہم نے ناقص پایا تو اس کو کامل بنانے کے لیے عشق کی آمیزش کر دی۔ پس عقل کا سرکہ عشق کی شکر

سے مل کر لذیذ اور مفید ہو گیا ۔ اور عشق سے مرادِ عشق خدا ہے (نہ کہ عشقِ مجازی فانی جو ننگِ انسانیت ہے خدائے پاک اس سے پناہ میں رکھیں) اور عشقِ حقیقی کی برکت سے نام و نمود اور تکبر و عجب اور ناموس و رعونت و فخر سب روحانی بیماریوں سے نجات مل گئی۔ یعنی عشق حق غیر حق کو سوختہ کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ والے طالبین کے دلوں میں حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے کے لیے ذکر بتاتے ہیں۔

حکایت

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ایک عاشقِ مجاز ایک فلم ایکٹریس فردوس پر عاشق تھا لیکن عشقِ مجازی میں چوں کہ سکون نہیں ملتا ہر وقت بے چینی اور عذابِ الٰہی میں مبتلا تھا۔ مجھ سے ملا اور کہا کہ میں اپنی اصلاح چاہتا ہوں۔ احقر نے کہا کہ آپ اجازت دیں تو میں آپ کی بیماری آپ کو بتادوں۔ اس نے کہا: بتایئے احقر نے کہا کہ آپ عشق کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اس کو بہت تعجب ہوا اور بے چارے نے اس کو احقر کا کشف سمجھا اور معتقد ہو کر بیعت بھی ہو گیا حالاں کہ یہ کشف نہ تھا اس کی آنکھوں سے ٹپک رہا تھا۔ احقر نے ذوقاً اور وجداناً اس کی آنکھوں کو دیکھ کر محسوس کر لیا کہ یہ کسی کے عشق میں مبتلا ہے یا یہ کہ مزاجِ عاشقانہ رکھتا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عشق مجازی میں کافی شہرت رکھتا ہے۔ بہر حال جب توبہ کر کے وہ ذکر اللہ میں لگ گیا تو چند دن کے بعد مجھ سے کہا کہ عشق مجازی تو عذاب الٰہی ہے اور خدا کے عشق میں سکون اور اطمینان ہے اور کہا کہ فردوس کے عشق میں رات کی نیند بھی حرام اور سکون قلب بھی چھن گیا تھا اور اب سکون اور اطمینان سے سو جاتا ہوں۔ احقر نے ان کو مبارک باد دی اور ایک شعر ان کو بنا کر دے دیا۔

نام فردوس تھا لیکن تھی سراپا دوزخ
ہائے کیوں عمر کو برباد کیا تھا ہم نے

مسلمانوں کو چاہیے کہ فلم ایکٹریس کا یا سینما جیسی لعنت گاہوں اور شیطان ہاؤس کا نام فردوس نہ رکھا کریں۔ یہ تو چوری اور سینہ زوری ہے اور عظیم ترین گستاخی ہے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

لڑکوں کے عشق کی خباثت

ہم جنس پرستی سے جو لذت اڑا گئے
انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے
رسوا ہوئے ہیں فاعل و مفعول آن میں
دونوں حیا کے اپنے جنازے اٹھا گئے
ہرگز ملا سکیں گے نہ آنکھیں تمام عمر
آپس میں شرم کے جو وہ پردے ہٹا گئے
دھوکا یہ تھا کہ حق محبت ادا کریں
نفرت کا بیج تادم آخر جما گئے
سمجھے تھے جس نظر کو اساس حیات دل
کیوں اس نظر سے آج نظر کو بچا گئے
کیا کم ہے دوستو یہی لعنت مجاز کی
پہچاننے کے بعد بھی آنکھیں چرا گئے
یہ عشق کی صورت میں تقاضے تھے فسق کے
دونوں کو ایک پل میں جو رُسوا بنا گئے

لڑکوں سے عشق بازی کا علاج

کودکے از حسن شد مولائے خلق
بعد پیری شد خرف رسوائے خلق

ترجمہ وتشریح: جو لڑکا حسن کے سبب آج خلق کا سردار بنا ہوا ہے اور ہر طرف اس کا اکرام اور پیار ہو رہا ہے جب یہی بوڑھا ہو گا تو ذلیل اور کھوسٹ پھرے گا، کوئی نگاہ بھی نہ اٹھائے گا۔

چوں بہ بدنامی برآید ریش او
دیو را ننگ آید از تفتیش او

ترجمہ و تشریح: جب بدنامی اور رسوائیوں کے ساتھ حسین لڑکوں کے داڑھی اور مونچھیں نکل آتی ہیں تو پھر شیطان کو بھی ان کی مزاج پرسی سے شرم آتی ہے اور عاشق لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں۔

احقر مؤلف کا اردو شعر ہے۔

اس کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

جس حسین لڑکے کے عارضی حسن پر بدنگاہی کرکے خدا کا قہر و غضب خریدا جاتا ہے جب وہ کچھ ہی دن میں بڑی بڑی مونچھوں پر تاؤ دے کر اچانک سامنے آتا ہے تو اس کے عاشقوں کے شوق بوسۂ لب ور خسار و گیسو کا دم نکل جاتا ہے اور ان کے عشق کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ لہٰذا علاج یہ ہے:

۱) ہر بدنگاہی پر دو چار رکعت نفل توبہ پڑھنا۔

۲) موت اور دوزخ کا ہر روز کچھ دیر مراقبہ کرنا اور حسینوں کے حسن کے زوال کو اور قبروں میں ان کے جسم کا سڑنا، گلنا اور کیڑوں کی غذا بننا سوچنا۔

۳) اور اللہ والوں کی صحبت کا التزام یعنی پابندی سے ان کے پاس جانا۔

۴) اور حسینوں سے بہت دور رہنا بالخصوص آنکھوں کی حفاظت کا اہتمام اور قلب کو ان کے تصورات سے بچانا اور پاکیزہ اور جائز کاموں میں اپنے کو مصروف رکھنا۔

۵) اور کسی بزرگ سے مشورہ کرکے ذکرِ نفی و اثبات کرنا یعنی لا الٰہ الا اللہ ۵۰۰/ مرتبہ اور اس کے علاوہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۱۱۱/ مرتبہ، اوّل آخر درود شریف ۳/ بار۔

تجربہ: کسی مرشدِ کامل سے رجوع کرنا اور اس کے مشوروں پر عمل کرنا اس بیماری کا مکمل

اور شافی علاج ہے۔ نیز احقر مؤلف کا رسالہ ''دستور تزکیۂ نفس'' بد نگاہی اور عشق مجازی کے لیے نہایت اکسیر و مفید ہے۔ اس رسالے میں تفصیل سے اس بیماری کی تباہی اور اس کا علاج مذکور ہے جس سے لوگوں کو بفضلہ تعالیٰ بہت نفع ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ بہت جلد روح کی بیماریاں اور ان کا علاج کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھنے کا ارادہ ہے۔ حق تعالیٰ سے تکمیل کی دعا فرمائیں۔ (یہ کتاب اب شایع ہو چکی ہے۔)

صحبت اہل اللہ

سالکان راہ را محرم شدم
سالکان قدس را ہمدم شدم

ترجمہ: راہ حق کے چلنے والوں کا محرم ہوں اور سالکین عالم قدس کا ساتھی ہوں۔

گہہ شدم خلوت نشیں چوں مشتری
گاہ چو خور مظہر عالم شدم

ترجمہ و تشریح: کبھی مشتری ستارہ کے مانند خلوت نشین و مخفی ہوں کبھی خورشید جہاں تاب کی طرح عالم میں ظاہر ہوں۔ یعنی جب حق تعالیٰ مجھ پر اپنے اسم باطن کی تجلی فرماتے ہیں تو میں کائنات میں مخفی ہو جاتا ہوں اور اہل کائنات کی نظر مجھے پہچاننے سے قاصر ہوتی ہے۔ اور جب اسم ظاہر کی تجلی مجھ پر فرماتے ہیں تو مجھے خلق پہچاننے لگتی ہے اور میں مشہور اور متعارف بین الخلق ہو جاتا ہوں۔

گہہ چو عیسیٰ جملگی گشتم زباں
گاہ لب خاموش چوں مریم شدم

ترجمہ و تشریح: کبھی فیضان غیبی سے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سراپا زبان بن جاتا ہوں۔ یعنی ہر وقت مضامین کی آمد اور واردات علمیہ کا خلق میں افادہ کرتا ہوں اور کبھی مضامین کا ورد اور فیضان غیب رک جاتا ہے جس کی وجہ سے مثل حضرت مریم

علیہا السلام خاموش اور غیر قادر الکلام ہو جاتا ہوں۔ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نومولود شیر خوار تھے اور بطور معجزہ کلام فرمایا اور حضرت مریم علیہا السلام نے باوجود قدرۃ علی الکلام کے خود سراپا بے زبان ہو کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ جواب دیں گے، اس بچے سے دریافت کرو۔

چوں شدم جوشیدہ اندر غرق عشق
درد و چشم عاشقانش یم شدم

ترجمہ و تشریح: جب دریائے عشق حقیقی میں غرق ہو گیا تو حق تعالیٰ کے عاشقوں کی نظر میں سمندر (بحر بے کراں) ہو گیا۔ جس مٹکے کو سمندر سے خفیہ تعلق ہو تو جیجون و فرات جیسے بڑے بڑے دریائے شیر اس مٹکے کے سامنے زانوئے ادب طے کرتے ہیں۔

عید جانم شمس تبریزی بدست
عید را قربانی اعظم شدم

ترجمہ و تشریح: میری روحانی عید حضرت شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہے اور اپنے شیخ پر فدا ہونا ہے۔ مراد یہ کہ شیخ کے سامنے میں نے نفس کو مٹا دیا۔

اس شعر کی وضاحت کے لیے احقر کی یہ نظم ملاحظہ ہو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدائے پاک کے عاشقین اور مقبولین کی صحبت اور دوستی سے سکون ملتا ہے اور دنیاداروں کی دوستی عارضی اور خود غرضی و بے وفائی پر مبنی ہوتی ہے اور چوں کہ وہ خود بے سکون ہوتے ہیں اس لیے ان کے قلب کا عکس ان کے پاس والوں پر بھی بے سکونی پیدا کرتا ہے۔

سکونِ دل در مجلسِ اہلِ دل

سوائے تیرے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے یارب جدھر بھی جاؤں
کسے غمِ جان و دل سناؤں کسے میں زخمِ جگر دکھاؤں

یہ دنیا والے تو بے وفا ہیں وفا کی قیمت سے بے خبر ہیں
پھر ان کو دل دے کے زندگی کو جفا سے آہنگ کیوں بناؤں

یہ بت جو محتاج ہیں سراپا غلام ان کا بنوں تو کیوں کر
غلام کا بھی غلام بن کر میں اپنی قیمت کو کیوں گھٹاؤں

یہ مانا ہم نے چمن میں خوش رنگ گل سے بلبل ہے مست و شیدا
مگر نشیمن جو عارضی ہو تو اس کو مسکن میں کیوں بناؤں

مجھے تو اختؔر سکون دل گر ملا تو بس اہل دل کے در پر
تو ان کے در کو میں اپنا مسکن صمیم دل سے نہ کیوں بناؤں

معارف وحقائق کلمۂ لا الٰہ

ما ز بالائیم و بالا می رویم
ما ز دریا ایم و دریا می رویم

ہم عالمِ ارواح سے عالمِ دنیا میں اتارے گئے ہیں اسی لیے ہماری ارواح کا میلان عالمِ بالا کی طرف ہونے کے سبب ہم عالمِ بالا کی طرف جاتے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ کا قرب و رضا تلاش کرتے ہیں۔

نہ ہم جادہ نہ ہم محمل نہ ہم منزل سمجھتے ہیں
رضا جوئی کو تیری زندگیٔ دل سمجھتے ہیں

عالمِ بالا کی طرف جانے سے مراد حق تعالیٰ کے قرب اور اعمالِ قرب کی تلاش ہے۔

ما از آنجا و ازیں جا نیستم
ما ازینجائیم و آنجا می رویم

ترجمہ و تشریح: ہماری روحوں کا تعلق عالمِ ارواح سے ہے اس فانی جہاں سے نہیں ہے۔ ہمارے جسم کی خاک البتہ اس جہانِ خاکی سے ہے لیکن روح چوں کہ یہاں سے نہیں ہے اوپر سے آئی ہے پس ہم عالمِ بالا کی طرف جاتے ہیں۔ یعنی ترقیات قربِ خدا کے لیے بے چینی ہماری عین فطرت کا تقاضا ہے۔ کیوں کہ ہر شئے اپنے مرکز کی طرف جانا چاہتی ہے۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
ان ہی کا ان ہی کا ہوا جارہا ہوں

لا الٰہ اے جاں رہ اللہ ہست
ما ہم از لا تا بہ الا می رویم

ترجمہ و تشریح: اے میری جان! لا الٰہ یعنی قلب کو غیر اللہ سے خالی کرنا ہی الا اللہ تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ غیر کی نفی سے محبوبِ حقیقی کا اثبات ہوتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر اس مقام کی خوب تشریح کرتا ہے۔

دور باش افکار باطل دور باش اغیار دل
سج رہا ہے شاہ خوباں کے لیے دربار دل

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر بھی جس پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ روپیہ دینے کی تمنا ظاہر فرمائی تھی خوب ہے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

خواجہ صاحب کا ایک اور شعر یاد آیا۔

دل مرا ہوجائے اک میدان ھو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو

جس قدر لا الٰہ قوی ہوگا اسی قدر الا اللہ قوی ہوگا یعنی قلب کا غیر اللہ سے اور معاصی کی آلایش سے جس قدر تزکیہ ہوگا اور جس قدر اپنے نفس کی مع اس کے تقاضائے

شہوانیہ کے نفی ہوگی اسی قدر حق تعالیٰ کا نورِ قوی قلب کو عطا ہوگا۔ جس طرح جب زمین اپنی گردش میں چاند اور سورج کے درمیان سے بالکل الگ ہوجاتی ہے تو چاند کا پورا دائرہ سورج کے نور سے روشن ہوجاتا ہے اور وہ چاند بدرِ کامل (چودھویں کا) کہلاتا ہے۔ اسی طرح جب سالک کا نفس (فنائیتِ کاملہ سے) حق تعالیٰ اور قلبِ سالک کے درمیان سے بالکل الگ ہوجاتا ہے تو حق تعالیٰ کے نورِ پاک سے اس سالک کے قلب کا پورا دائرہ منور ہوجاتا ہے۔ اور وہ پھر جب ارشاد کرتا ہے تو اس کا پورا کلام نورانی ہونے کے سبب طالبین کو بھی نورِ خالص اور نورِ تام کی تاثیر اور تجلّی سے محظوظ اور مسرور اور منور کرتا ہے۔

شیخ نورانی زرہ آگہہ کند
نور را با لفظہا ہمرہ کند

رومیؔ

وہ نورانی شیخِ کامل خدا کا راستہ بھی بتاتا ہے اور اپنے نورِ کامل باطنی کو اپنے الفاظ کے ہمراہ کرکے سامعین کے دلوں میں اتار دیتا ہے۔ برعکس اس کے کہ جو صاحبِ ارشاد نفس کو پوری طرح نہیں مٹائے ہوتا اس کے کلام میں بقدر نفس کی زندگی اور بقا کے ظلمات شامل ہوتے ہیں۔ جس طرح زمین جس قدر چاند اور سورج کے درمیان حائل رہتی ہے چاند کا اسی قدر حصہ بے نور اور تاریک رہتا ہے۔ پس ایسے صاحبِ ارشاد کی مجالس و مواعظ میں اس کے کلام سے فیضِ تام طالبین کو نہیں ہوتا۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

رومیؔ

ترجمہ: جب جرعہ خاک آمیز مجنوں کررہا ہے تو صاف اور خالص نورِ باطن کا کیا کچھ اثر دکھائے گا۔

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
برسرِ منبر سنائیں گے ترا افسانہ ہم

قل تعالوا آیت است از جذبِ حق
ما بہ جذب حق تعالیٰ می رویم

ترجمہ و تشریح: جب اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک کے واسطے سے ہم کو **تعالوا** کا حکم قرآن میں ہورہا ہے کہ آؤ ہماری طرف۔ پس اس جذب و کشش کے فیض سے ہم حق تعالیٰ کی طرف تیزی سے منزل طے کررہے ہیں۔

کشتی نوحیم در طوفانِ نوح
لا جرم بے دست و بے پا می رویم

ہم گویا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں بیٹھے ہیں (بوجہ جذبِ حق کے فیضان سے) پس ہم بے دست و پا یعنی عاجز فی الطریق ہونے کے باوجود بھی حق تعالیٰ کے جذب کی برکت سے قرب حاصل کررہے ہیں۔

آخر ما نیست در دور قمر
لا جرم فوق الثریا می رویم

ترجمہ و تشریح: رفتارِ سلوک کی انتہا صرف قمر تک نہیں ہے (جیسا کہ اہلِ کفر صرف چاند پر پہنچ کر فخر محسوس کررہے ہیں حالاں کہ ان کے قلوب بے نور اور کفر سے تاریک ہیں)

تسخیر مہر و ماہ مبارک تجھے مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

اللہ والوں کی رفتار چاند سے بھی تیز ہے۔

در رہِ دنیا ز کل کاہل تر اند
در رہِ عقبیٰ ز مہہ گو می برند

ترجمہ: عارفین دنیا کے معاملہ میں تو سب سے کاہل ہیں (بوجہ اسے فانی اور ناپائیدار اور

بے وفا اور آخرت کے مقابلے میں عارضی اور بے قیمت سمجھنے کے) لیکن آخرت کے امور اور اعمال اور مجاہدات میں یہ چاند سے بھی بازی لے جاتے ہیں۔ پس اللہ والے حق تعالیٰ کے قرب کے معاملہ میں تیز رفتاری کے سبب ثریا سے بھی اوپر بایقین قدم رکھتے ہیں۔

اے زباں خامش کن و بامن بیا
ہیں کہ ما از عشق بے ما می رویم

ترجمہ و تشریح: اے زبان تو خاموش ہوجا کہ اب تیرا کام نہیں۔ یہاں لغت اور اس کے الفاظ قاصر ہیں کیوں کہ ہم عشق حقیقی کی برکت سے بدون جسم کے پاؤں کے صرف اپنے قلب و روح کے پروں سے حق تعالیٰ کی طرف اُڑ رہے ہیں۔

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن
می پرد با پر دل بے پائے تن

ہماری روح جسم و کائنات کا ہنگاموں سے یکسو اور مستغنی ہو کر دل کے پَر سے اللہ تعالیٰ تک اُڑتی ہے بغیر جسم کے پاؤں کے۔

ہمت عالی ست در سرہائے من
از ثریٰ تا عرش اعلیٰ می رویم

ترجمہ و تشریح: ہمارے سروں میں تعلق مع اللہ کے فیض سے ایسی عالی ہمتی ہے کہ ہم ثریا سے بھی آگے عرش اعلیٰ تک اڑ رہے ہیں۔

تصور عرش پر ہے وقف سجدہ ہے جبیں میری

حدیث شریف میں ہے کہ جب مومن سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر حق تعالیٰ شانہٗ کے مبارک قدموں پر ہوتا ہے اسی سبب سے نماز کو مومن کی معراج بھی فرمایا ہے۔ گویا سر تو فرش پر ہے اور روح عرش پر ہے، اس عروج وترقی کو کفار کیا پاسکتے ہیں۔

در بیانِ امتحانِ عاشقاں

عاشقی بر من پریشانت کنم
کم عمارت کن کہ ویرانت کنم

ترجمہ و تشریح: محبوبِ حقیقی کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ اے طالب و عاشق اگر تو میرے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو میں تیری آزمایش کروں گا وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ...الخ اور اپنے امتحانات خوف و جوع و نقصانِ اموال واموات سے تیرا امتحان کروں گا۔ امتحان کا لفظ محنت سے ہے جس میں مشقت وپریشانی ضرور ہوتی ہے (مگر وہ نعمت قرب و معیّتِ خاصہ کی بشارت سے لذیذ کردی جاتی ہے جس طرح تیز مرچوں والے کباب کھانے سے آنسو تو بہتے ہیں مگر زبان کس لطف سے چٹخارے لیتی ہے اور قلب کس درجہ پُر کیف ہوتا ہے۔) اور عمارت کم بنا کہ میں ویران کرتا ہوں (اگرچہ اس ویرانی میں خزانہ اپنے قربِ خاص کا منکشف فرماتے ہیں جس سے انہدام عمارت پر عاشق بجائے حسرت صد آفرین کہتا ہے)۔

تو در آں کہ خلق را حیراں کنی
من بر آں کہ مست و حیرانت کنم

ترجمہ و تشریح: اے عاشق! تو اس فکر میں ہے کہ اپنی صفات سے مخلوق کو محوِ حیرت کرے اور جاہ حاصل کرے اور میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ تجھے اپنے دردِ محبت سے مست اور محوِ حیرت کروں چناں چہ عارفین خالق کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور مخلوق کے ساتھ ان کی محبت و خدمت للحق ہوتی ہے۔ یعنی جو رضائے حق کا ہر وقت اہتمام عشقِ حق کے سبب کرتا ہے وہ مخلوقِ خدا پر بھی نسبت الی الخالق کا لحاظ رکھتے ہوئے بہت مشفق و مخلص و کریم ہوتا ہے۔ اس کی اس مثال سے توضیح خوب ہو جاتی ہے کہ جو اپنے باپ سے جس قدر تعلّق قوی اور صحیح اور مخلصانہ رکھے گا اسی قدر باپ کی خوشنودی کی خاطر بھائیوں کے ساتھ بھی کریم اور مخلص ہو گا۔ اور جو باپ کے ساتھ غدار اور ظالم ہو گا وہ بھائیوں کے

ساتھ بھی کبھی مخلص نہیں ہو گا کیوں کہ بھائیوں کے رشتہ کا سبب تو باپ تھا اور وہ کٹا ہوا ہے۔ ہاں کسی دنیوی غرض کی بنا پر اس کے خلاف بعض لوگ باپ سے رشتہ کاٹ کر بھائیوں پر اظہار مہربانی کرتے ہیں جس طرح اہلِ کفر و شرک ربّا سے رشتہ کاٹ کر اپنی جاہ یا کسی دیگر مفاد کی خاطر لوگوں کی امداد کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اہل تجربہ اور اہلِ فہم ان کی امداد کے اندر جو پہلو مضمر ہوتے ہیں بخوبی سمجھتے ہیں۔

گر کہہ قافے تو ہمچو آشنا
آرمت در چرخ و گردانت کنم

ترجمہ و تشریح: اے عاشق و طالب! تو اگر کوہِ قاف اور چکی کے مانند جامد ہے تو میں اپنے عشق سے تجھے گردش میں سرگرداں کروں گا۔

صبا بہ لطف بگو آں غزال رعنا را
کہ سر بہ کوہ و بیاباں تو دادۂ مارا

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: اے صبا! اس خوبصوت ہرن سے ازراہِ کرم یہ پیغام کہہ دینا کہ مجھے تیری تلاش نے کوہ و بیاباں میں سرگرداں کیا ہوا ہے۔ اس شعر میں محبت للحق و بالحق کی طرف اشارہ ہے۔

در تو افلاطون و لقمانے بعلم
من بیک دیدار نادانت کنم

ترجمہ و تشریح: اے عاشق! اگر تو علم کے اعتبار سے افلاطون اور لقمان علیہ السلام کے مثل ہے تو میں تجھے اپنی ایک تجلّی کے دیدار سے مجنوں اور دیوانہ بنادوں گا اور خرد کے پرزے اڑادوں گا۔

کہاں خرد ہے کہاں ہے نظام کار اس کا

اصغر

یہ پوچھتے ہیں ترے جلوہ ہائے ہوش ربا

اخترؔ

لیکن امتزاجِ محبت سے عقل انسان کی کامل ہو جاتی ہے۔ خدائے پاک کی محبت کے بغیر کفار کو انسانی عقل سے اتار کر انہیں جانور اور جانور سے بدتر فرمایا گیا۔ شعرِ مذکور کا دوسرا مصرعہ دراصل یہ تھا؎

یہ پوچھتی ہے تری نرگس خمار آلود

لیکن اس مصرعہ میں احقر کو عشقِ مجازی کی بو آتی ہے اس لیے اس مصرعہ کو احقر نے اس مصرعہ سے تبدیل کر دیا جو مذکور ہے۔

بر سرِ گنجے چو مارے خفتۂ

من چو مارے خستہ بے جانت کنم

ترجمہ و تشریح: اے عاشق! تو دنیا کی محبت اور ہوائے نفسانی کے خزانے پر مثل سانپ بیٹھا ہوا ہے اور میں تجھے اپنی محبت کے فیضان سے بے نفس اور فانی کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی تیرے نفس امارہ بالسوء کو نفسِ لوامہ پھر نفسِ مطمئنہ بنانا چاہتا ہوں۔ یعنی تیرے نفس سرکش کو کمزور اور بے جان کرنا چاہتا ہوں جو تیرے اندر کا سانپ ہے۔ نفس کے اقسام حسب ذیل ہیں:

۱) نفسِ امارہ بالسوء: وہ نفس ہے جو ہر وقت گناہ اور برائی کا تقاضا کرتا رہتا ہے۔

۲) نفسِ لوامہ: وہ نفس ہے جو گناہوں سے بچتا ہے مگر گاہ گاہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن متنبہ ہو کر توبہ کر لیتا ہے اور اپنے کو ملامت کرتا ہے۔

۳) نفسِ مطمئنہ: یہ اولیاء کا نفس ہوتا ہے جو تقویٰ کامل سے آراستہ ہوتا ہے اور ہر گناہ سے بچتا ہے اور ذکرِ الٰہی سے دولت اطمینان پاتا ہے۔ جب اس نفس کا انتقال اسی حالت میں ہوتا ہے تو بطورِ انعام دو لقب اسے اور ملتے ہیں۔ ”راضیہ“ اور ”مرضیہ“۔

۴) نفسِ راضیہ: جو حق تعالیٰ کے انعامات سے مشرف ہو کر حق تعالیٰ سے راضی ہوتا ہے۔

۵) نفسِ مرضیہ: وہ نفس جو اعمالِ صالحہ کی برکت سے عنداللہ پسندیدہ اور محبوب ہو جاتا ہے۔

اے کشف چو آمدی در بحرِ ما
چوں صدف من گوہر افشانت کنم

حلِّ لغات: کشف: ایک دریائی جانور کا نام ہے فارسی میں سنگ پشت کہتے ہیں (غیاث) غالباً کچھوا ہو گا۔

ترجمہ و تشریح: عاشق! تو بھی تو مثل کچھوے کے ہے لیکن میرے بحرِ محبت و معرفت میں جب قدم رکھے گا تو میری عطا تجھے مثل صدف گوہر افشاں بنادے گی یعنی تیری زبان سے کلام معرفت کے موتی برسیں گے۔

بر گلویت تیغ ہا را دست نیست
گر چو اسماعیل قربانت کنم

ترجمہ و تشریح: اے عاشق! تو خدا کے راستے میں خوف مت کر۔ اگر تیرے نفس کو مٹانے کے لیے میں تجھے ذبح کروں گا تو تیری گردن پر خنجر کو دسترس نہ ہو گی جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن مبارک پر چھری نہ چل سکی۔ مراد یہ کہ حق تعالیٰ کے راستے میں ہر مجاہدہ کے لیے تو تیار ہو جا اگرچہ جان بھی دینا پڑے اور حق تعالیٰ کی نصرت تیرے لیے کافی ہو گی اور تو مشاہدہ کرے گا کہ۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیبِ جان دیگر ست

دامنِ من گیر گر تر دامنی
تا چو مہ از نورِ دامانت کنم

ترجمہ و تشریح: اگر تو گناہ گار ہے تو میرا دامن رحمت پکڑ لے تاکہ مثل چاند تیرے دامن کو نور سے بھر دوں اور تیری تر دامنی پاکدامنی سے تبدیل ہو جائے۔

گر تو صد خانہ کنی زنبور وار
چوں مگس بے خان و بے مانت کنم

حلِّ لغات: خان و بے مان۔ بے گھر بے سامان دراصل خانما لفظ ہے، خان مخفف خانہ ہے اور ما، مان کا مخفف ہے جس کے معنیٰ رخت و سامان ہیں۔

ترجمہ و تشریح: اگر تو شہد کی مکھی کی طرح سینکڑوں گھر بناڈالے گا پھر بھی اے عاشق! تجھے میرا عشق بے خانہ اور بے سر و ساماں کر دے گا۔

نہ ساز و عشق را کنجِ سلامت
خوشا رسوائی کوئے سلامت

من ھمانم سایہ لازم بر سرت
تا کہ افریدون و سلطانت کنم

حلِّ لغات: افریدون۔ دراصل فریدون ہے۔ ایک عظیم الشان بادشاہ اس نام کا گزرا ہے۔

ترجمہ و تشریح: اے عاشق! میری رحمت تیرے لیے ھما ہے (بلکہ ھما ساز ہے) پس میری رحمت تیرے سر پر سایہ کیے ہوئے ہے تاکہ تجھے سلطان فریدون بلکہ رشک فریدون بنادے اور سلطنت عطا کر دے اور باطنی دائمی سلطنتِ ظاہری سلطنتِ فانی سے بے شمار درجہ افضل ہے۔

معارف و حقائق راہِ عشق

امشب اے دلدار مہمان تو ایم
شب چہ باشد روز و شب آن تو ایم

ترجمہ و تشریح: ایک رات اے محبوب! ہم آپ کے مہمان ہیں اور رات ہی کی کیا تخصیص ہم تو رات دن آپ ہی کی مختلف شانوں کے مظہر ہیں۔

گر کجا باشیم و ہر جا کہ رویم
حاضر آں کاسہ و خوان تو ایم

ترجمہ و تشریح: ہم جہاں بھی ہیں اور جہاں بھی جائیں گے آپ ہی کے خوانِ نعمت اور کاسۂ کرم کے گدا ہیں۔

نقش ہائے صنعت دست تو ایم
پروریدہ نعمتِ نانِ تو ایم

ترجمہ و تشریح: ہم آپ ہی کے دستِ قدرت اور دستِ کرم کے مصنوعات ہیں اور آپ ہی کی روٹیوں کے پروردہ ہیں۔

ہر زباں نقشے کنی در مغزِ ما
ما صحیفہ خط و عنوانِ تو ایم

ترجمہ و تشریح: جو زبان بھی آپ ہمارے مغز دماغ میں عطا کرتے ہیں تو ہم دراصل آپ ہی کا عنوان اور خط اور صحیفہ بن جاتے ہیں۔

ایمن ام از مکر و زد و راہزن
زانکہ چوں زر در چرمدان تو ایم

ترجمہ و تشریح: ہم چور اور راہزن کے مکر سے محفوظ ہوتے ہیں جب آپ کا کرم ہماری حفاظت کرتا ہے۔ سونے کو چرمدان میں حفاظت سے رکھتے ہیں۔

حلِّ لغات: چرمدان: بالفتح بہ معنٰی کیسہ (غیاث)

زانچناں مست است و خوشبو جانِ ما
کہ سبکِ روح و گراں جان تو ایم

ترجمہ و تشریح: آپ کے قرب کی خوشبو سے ہماری جان اس طرح مست ہے کہ کبھی تجلی قبض کے وقت گراں جاں اور کبھی تجلیٔ بسط کے وقت سبک روح ہو جاتے ہیں۔

گوئے زرین فلک رقصان ماست
چو نباشد زانکہ چوگان تو ایم

ترجمہ و تشریح: آسمان کا زرین گیند ہمارے لیے رقصاں ہے (یعنی یہ گردشِ افلاک ہماری تربیت و مصلحت کے لیے ہے) اور کیوں ایسا نہ ہو گا جب کہ ہم آپ کے چوگان ہیں۔

حلِّ لغات: چوگان: وہ لکڑی خمیدہ جس سے گیند کھیلتے ہیں۔ (غیاث) اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی اور تم آخرت کے لیے۔

خواہ چوگاں گوئی مارا خواہ گوئے
دولتِ ایں بس کہ میدانِ تو ایم

ترجمہ و تشریح: آپ ہم کو خواہ چوگان فرمائیں یا گیند فرمائیں ہمارے لیے یہی دولت کافی ہے کہ ہم آپ کے میدان ہیں یعنی انسان آپ کا مظہر اتم ہے۔

خواہ ما را مارکن خواہی عصا
معجزِ موسیٰ و برہانِ تو ایم

ترجمہ و تشریح: خواہ ہم آپ کو اژدھا کہیں یا عصا ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی طرح آپ کی برہان (دلیل) ہو گئے۔ یعنی عصائے موسوی (علیہ السلام) کو آپ ہی کی قدرت نے اژدھا بنا کر معجزہ اور دلیلِ رسالت بنا دیا۔

ناچیز ہیں پھر بھی ہیں بڑی چیز مگر ہم
دیتے ہیں کسی ہستئ مطلق کی خبر ہم

عشقِ ما را پشت داری می کند
زانکہ خنداں روئے بستانِ تو ایم

ترجمہ و تشریح: آپ کا عشق عبادات میں بڑی اعانت کرتا ہے اور اسی کے فیض سے ہم آپ کے گویا خوشنما سبزہ زار و باغ ہیں۔

داغ ہر پروانہ از شمع الست
خدمت شمع ہماں سلطاں کنم

ترجمہ و تشریح: ہر پروانہ فطرت عاشق کا داغ شمع ازل کے سبب سے ہے پس ہم اسی شمع حقیقی سلطان کائنات کی خدمت میں یعنی عبادت میں لگے ہیں۔

عشق شد مہمان ہر دل سوختہ
جان و دل از بہر او قرباں کنم

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کا عشق ہر سوختہ دل کا مہمان ہوتا ہے لہٰذا جان و دل کو میں حق تعالیٰ ہی کے اوپر قربان کرتا ہوں اور محبت للحق جو ہو وہ بھی بالحق ہی میں داخل ہے۔یعنی اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جو محبت ہوتی ہے وہ بھی حق تعالیٰ ہی کی محبت ہے۔اس موقع پر احقر نشاط طبع ناظرین و سالکین کے لیے اپنے اشعار پیش کرتا ہے۔

تلاش دیوانۂ حق

اختر ہمیں تو چاہیے وہ رند بادہ نوش
جس کو ہو فکر جام نہ ہو فکر ناؤ نوش

ہو جس کی موت و زندگی بس اس کے نام پر
دونوں جہاں کو کھیل گیا اس کے نام پر

جو روح چین پاتی نہ ہو اس کے غیر سے
وحشت سے بھاگی پھرتی ہو ہر ایک دیر سے

سینے میں جو ہو درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

اللہ کہے درد سے وہ اس طرح اخترؔ
ارض و سما کی یہ فضا ہوجائے منور

یارب ترے عشاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہیں جن کے واسطے یہ ارض و سماوات

جیتے ہیں جو ترے لیے مرتے ہیں ہم وہیں
جس دل میں تو نہیں وہاں جائیں گے ہم نہیں

مل جائے جب وہ درد شناسائے محبت
پھر شوق سے کردوں فدا گلہائے محبت

پوچھوں گا میں اس سوختہ جاں سے یہ با ادب
ہم تشنہ لبوں کو بھی پلائے گا جام کب

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاک گریباں
اے دامن تر اشک رواں زلف پریشاں

کس کے لیے دریا تری آنکھوں سے رواں ہے
کس کے لیے پیری میں بھی تو رشک جواں ہے

کس کے لیے لب پر ترے یہ آہ و فغاں ہے
کس برق سے اٹھتا یہ نشیمن سے دھواں ہے

ہے کس نگہ پاک کا تیرے جگر میں تیر
اک خلق ہوئی جاتی ہے جس درد کی اسیر

تیرے چمن کو کیسے اجاڑے گی وہ خزاں
ہو خود ہی تیرے فیض سے ہے رشکِ گلستاں

میں کچھ بھی نہیں دوستو ہیں سب میرے اشعار
فیض شہہ عبدالغنی فیض شہہ ابرار

میں داستان دردِ جگر کس کو سناؤں
اخترؔ میں اپنا زخمِ جگر کس کو دکھاؤں

پا جاتا ہوں جب آشنائے دردِ جگر کو
کرتا ہوں فاش رابطۂ شمس و قمر کو

رابطۂ شمس و قمر: شمس کے نور سے قمر منور ہوتا ہے بشرطیکہ زمین درمیان سے ہٹ جاوے ورنہ جس قدر زمین حائل ہوتی ہے اسی قدر چاند بے نور ہوتا ہے۔ یہ حیلولت اگر کامل طور پر ختم ہوتی ہے تو چاند چودھویں تاریخ کا بدرِ کامل ہوتا ہے اور اگر یہ حیلولت کلی طور پر حائل ہو تو چاند بالکل بے نور ہو جاتا ہے۔ راہِ سلوک میں سالک کے قلب اور آفتاب قربِ حق میں نفس کی زمین کی حیلولت کے یہی نتائج ہوتے ہیں۔ جو سالک اپنے نفس کو بالکل مٹا دیتا ہے اس کے دل کا چاند اللہ تعالیٰ کے نور سے بالکل منور ہو جاتا ہے اور جس کا نفس جس قدر حائل رہتا ہے اسی قدر قلب بے نور رہتا ہے۔

نوٹ: اس نظم کے پہلے شعر میں رند بادہ نوش سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا عاشق، اور جام سے مراد جامِ معرفت و محبتِ الٰہیہ ہے۔

راہِ سلوک

اے خواجہ سلام علیک من عزمِ سفر دارم
ہر بامِ فلک پنہاں من راہِ گزر دارم

ترجمہ وتشریح: اے خواجہ السلام علیکم! میں سفر (سیر الی اللہ) کا ارادہ رکھتا ہوں، میں مخفی آسمان کی چھت پر اپنی راہ گزر رکھتا ہوں۔ مراد سلوک طے کرنا ہے جس کا حاصل مرضیاتِ الٰہیہ کے سامنے اپنے نفس کی خواہشات کو تابع کرنے کی مشق ہے مرشد کامل کے مشورہ سے۔ پھر اس فنائے نفس کی برکت سے حق تعالیٰ کے قرب کے آفتاب سے سالک کے قلب کا چاند روشن ہو جاتا ہے اور سالک بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اے گلشن و گلزارم اے صحت و بیارم
اے یوسفِ دیدارم اے رونقِ بازارم

ترجمہ وتشریح: آپ کی یاد ہی میرے لیے گلزار اور چمن ہے اور اگر آپ کی یاد میسر نہ ہو تو چمن صحرا سے زیادہ وحشت ناک ہو۔ آپ ہی ہمارے لیے یوسفِ دیدار اور رونقِ بازار ہیں۔

دیدم ہمہ عالم را نقش در و دیوارے
اے بردہ تو دستارم ہم سوئے تو دست آرم

ترجمہ وتشریح: تمام کائنات کو میں نے آپ ہی کے درودیوار کا نقش دیکھا۔ اے ذاتِ پاک! آپ کی شانِ عظمت نے ہمارے سر سے ہماری دستار گرادی اور نہایت تذلل اور خواری سے ہم نے آپ کی طرف ہاتھ سوال کا پھیلا دیا۔

در زیر قبائے خود چقماق نہاں داری
خواہی کہ زنی آتش در خرمن و انبارم

ترجمہ وتشریح: آپ نے زیرِ قبا چقماق مخفی رکھا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ میرے وجود کے انبار و خرمن میں آگ لگادیں۔ مراد یہ کہ عشقِ محبوب کا تقاضا یہ ہے کہ ؎

تو مباش اصلا کمال این ست و بس
رہ در و گم شو وصال این است و بس

ترجمہ: اے عاشق! تو اپنا وجود ختم کردے یہی کمالِ تصوف و سلوک ہے اور جا اپنے کو محبوب کی یاد میں گم کردے یہی وصال ہے۔

در بیانِ کرّوفرشانِ عاشقاں

چوں سرو قد سوسن استادہ و آزادم
چوں سنگم و چو آہن در سینہ شرر دارم

ترجمہ و تشریح: مثل سرو سوسن کے قد کے میں آزاد کھڑا ہوں لیکن مثل پتھر اور لوہے کے اندر اندر سینے میں آتشِ عشق رکھتا ہوں۔

تحقیق: سرو کی دو قسمیں ہیں: سرو بے شاخ کو سرو آزاد اور دوسرے کو سرو دوشاخہ کہتے ہیں۔(غیاث)

تک می برد آں سیلم آں سوئے بداں میلم
کز فرقتِ آں دریا بس گرم جگر دارم

ترجمہ و تشریح: مجھ کو میرا سیل اشک اور میلانِ وصال جلد محبوب تک پہنچائے گا کیوں کہ اس دریا کے فراق سے میں بہت ہی گرم جگر رکھتا ہوں۔

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے
اے سیلِ اشک تو ہی بہادے ادھر مجھے

حل لغات: تک۔ بمعنیٰ تگ دوڑنا و قعر دریا۔(غیاث)

چوں لعل ز خورشید از گرمی و از تابش
من فروگر دارم من زیب و گر دارم

ترجمہ و تشریح: جس طرح لعل آپ کے خورشیدِ جہاں تاب کی بدولت گرمی اور چمک رکھتا ہے اسی طرح آپ کا یہ عاشق بھی کروفر کی ہر وقت نئی نئی شان رکھتا ہے۔

اے عشق صلا گفتی می آیئم و بسم اللہ
آخر بچہ آرامم گر از تو حذر دارم

ترجمہ و تشریح: اے عشق! تو انعام پیش کرنے کا اعلان کرتا ہے تو میں بھی آتا ہوں اور عشق کی بسم اللہ کرتا ہوں۔ اور آخر مجھ کو تیرے سوا آرام بھی کس چیز سے ملے گا اگر میں تجھ سے دور رہوں۔

گر پیشِ تو ناسوتم خط ست ز لاہوتم
قوت ملکی ہستم گر شکل بشر دارم

ترجمہ و تشریح: اگر تیرے سامنے میں ناسوتی ہوں مگر عالم لاہوت سے میرا رابطہ ہے اور قوتِ ملکوتیہ اپنے باطن میں نہاں رکھتا ہوں اگرچہ شکل انسان کی رکھتا ہوں۔

جز خون دل عاشق آں شیر نیاشامد
من زادۂ آں شیرم دلخونم و خونخوارم

ترجمہ و تشریح: عشق صرف دلِ عاشق کا خون پیتا ہے، وہ دودھ نہیں پیتا ہے اور میں اس دودھ سے پیدا ہوا ہوں کہ جس سے ہمارا دل خون ہے اور خون پیتا بھی ہے۔ یعنی سالک جو مجاہدات برداشت کرتا ہے اس سے زمین اور آسمان بھی لرزتے ہیں۔ نفس کی خواہشات کو مارنا آسان نہیں۔ نفس کے شیر کو شکست دینا خرگوش کا کام نہیں ہے۔ یہ اللہ والوں کے تعلّق و فیضانِ صحبت اور ان کی دعاؤں کے صدقہ ہوتا ہے اور ان کو اپنی حالت سے اطلاع کرنا اور ان کے مشوروں پر اتباع کرنے کا ثمرہ ہوتا ہے کہ طالب کا نفس آہستہ آہستہ مرضیاتِ الٰہیہ کے تابع ہو جاتا ہے۔ اگر نفس کو مسخر کرنا اور تابع بنانا اس قدر آسان ہوتا تو آج ہر ایک ولی اللہ نظر آتا۔ لیکن یہ خدائی سودا ایسا سستا نہیں ہے۔

چوں زنم دم کاتشِ دل تیز شد
شیر ہجراں شفتہ و خونریز شد

اس شعر کی وضاحت میں یہ شعر سامنے رکھیے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں کس طرح خاموش رہوں اور آہ و نالہ نہ کروں کیوں کہ دل کی آگ تیز ہو گئی ہے اور جدائی کا دودھ جوش مار رہا ہے اور خونریز ہو رہا ہے۔ پس شعرِ مذکور کے دوسرے مصرعہ میں جس دودھ کا ذکر ہے اس سے مراد شیر ہجراں ہے۔ یعنی ہماری روح عالم ارواح سے دور اس کائنات میں جب سے آئی ہے وہ حق تعالیٰ کے عالمِ قرب کو یاد کر کے رو رہی ہے کیوں کہ ہر شئے اپنے اصل مرکز کی طرف رجوع کرتی ہے۔

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش
باز جوید روزگار وصلِ خویش

جو شخص کہ اپنے اصل سے دور ہوتا ہے پھر اس اصل کے وصل کا متلاشی رہتا ہے۔ عاشق کا خون پینا اور اس کے دل کا خون ہونا یہ اشارہ ہے اس طرف کہ حق تعالیٰ کی راہ میں سالک اپنی اس آرزو کو خون کرتا ہے جو مرضیٔ حق کے خلاف ہوتی ہے۔ احقر نے اس مقام کو جہادِ اکبر کی شہادت سے تعبیر کیا ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں کفار سے لڑنے کو جہادِ اصغر اور اپنے نفس سے مقابلے کو جہادِ اکبر فرمایا گیا ہے۔ بس جو شخص اپنی آنکھوں کو حسینوں سے بچاتا ہے اور قلب کو ان کے خیالات سے محفوظ رکھتا ہے یعنی اپنے قصد و ارادے سے ان کے تصورات میں مشغول نہیں ہوتا وہ عنداللہ جہادِ اکبر کا شہید ہے۔ اسی مقام کو احقر نے اس شعر میں عرض کیا ہے۔

ترے حکم کی تیغ سے میں ہوں بسمل
شہادت نہیں میری ممنونِ خنجر

احتراز از نااہل

درخواست مکن خواجہ من با تو نمی گویم
من مردہ نمی شویم من خار نمی کارم

ترجمہ و تشریح: اے خواجہ! تو مجھ سے اسرارِ عشق و مستی مت پوچھ کہ تو زاہد خشک اس کا اہل نہیں۔ نااہل سے ایسی گفتگو کرنا چوں کہ بے سود ہے اس لیے مردہ نہلانے اور کانٹا بونے کا کام میں نہیں کرتا۔ یہاں مردہ نہلانا اصطلاحی لفظ ہے یعنی بے کار کام کرنا۔ اصطلاح نہ سمجھنے سے نااہل اور نادان لوگ صوفیا کے کلام پر اعتراضِ بے جا کرتے ہیں۔

ز تو سر مست خمارم خبر از خویش ندارم
سر خود نیز ندارم کہ تقاضائے تو دارم

ترجمہ و تشریح: آپ کی محبت سے سرمست اور بے خود ہوں حتّٰی کہ میں اب اپنی خبر بھی نہیں رکھتا۔ آپ کی طلب کے صدقے اپنی خودسری بھی فنا ہوچکی ہے۔

دیدۂ از ہمہ بستم چو جمالش دیدم
مست بخشائش او گشتم و جاں بخشیدم

ترجمہ و تشریح: جب سے میری آنکھوں نے اس کا جمال دیکھا ہے سب سے آنکھوں کو بند کرلیا ہے۔ اس ذاتِ پاک کی عطایا و عنایات سے مست ہوں اور جان فدا کردی میں نے۔

قَمَرٌ سَارَ اِلَیْنَا حُبُّہٗ فَرْضٌ عَلَیْنَا
سَکَنُ الْعَیْشِ لَدَیْنَا بجز از دوست ندارم

ترجمہ و تشریح: چاند میری طرف آیا، اس کی محبت ہم پر فرض ہے، زندگی کا سکون بغیر اس محبوب کے میں نہیں پاتا ہوں۔ غالباً چاند سے حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں کیوں کہ مولانا رومی کے پاس تشریف لائے تھے تربیت کے لیے الہام غیبی سے۔ پس مولانا کو جو لطف ان کی صحبت اور دوستی سے ملا ہے اس کو مصرعۂ ثانیہ میں بیان فرمایا۔

شمس تبریز کہ نور مہہ و صد اختر از وست
گرچہ زارم زغمش ہمچو ہلال عیدم

ترجمہ و تشریح: حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کہ لاکھوں ستاروں نے اور چاند نے

ان سے نور حاصل کیا یعنی ان کی صحبت سے کتنے اولیاء پیدا ہوئے۔ اگرچہ میں حضرت شمس کی جدائی کے غم سے لاغر و کمزور ہوں مگر مثل عید کے روشن ہوں ہلالِ عید لاغر تو ہوتا ہے لیکن باعثِ مسرت و پیغام عید ہوتا ہے۔

حقوق و آداب و تقاضائے عشق مرشد

من ازیں خانۂ پُر نور بدر می نروم
من ازیں شہر مبارک بسفر می نروم

ترجمہ و تشریح: میں حضرت شمس تبریز کی پُرنور مجلس سے باہر نہ جاؤں گا اور میں تبریز جیسے مبارک بافیض شہر سے باہر سفر نہ کروں گا۔ یعنی خوب جم کر فیضِ مرشد حاصل کروں گا۔

گر جہاں موج شود بحر شود سر تا سر
من بجز جانب قعرش بہ گہر می نروم

ترجمہ و تشریح: یہ جہاں سر تا سر موجِ حوادث ہو یا بحر حوادث ہو لیکن میں اپنے مرشد کے دریائے معرفت کی گہرائی میں جستجوئے گہر کے سوا کہیں نہ جاؤں گا۔

منم و ایں صنم و عاشقی و باقی عمر
گر مرا تو نبری جائے دگر می نروم

ترجمہ و تشریح: میں ہوں اور میرا محبوب مرشد تبریزی ہے اور میری عاشقی ہے اور اب میری جتنی عمر باقی ہے تو اے محبوب! اگر مجھے تو اپنے ہمراہ نہ بھی لے جاوے گا تب بھی اب کسی غیر کے پاس میں نہ جاؤں گا۔

ارشاد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مرید اور شیخ کا تعلق ایسا ہے جس طرح میاں بیوی کا ہوتا ہے۔ پس کوئی عورت

اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کی طرف تاک جھانک کرے تو وہ فاحشہ ہے اسی طرح دوسرے شیخ کی طرف بھی متوجہ ہو یہ خلاف طریق ہے۔ اور مرشد کے ساتھ یہی عقیدت ہو کہ اس سے بڑھ کر میرے لیے جہاں میں کوئی مفید نہیں۔ اگرچہ علم الٰہی میں اور بھی بڑے بڑے اولیاء موجود ہوں لیکن ایسی عقیدت مرشد کامل متبع سنت کے ساتھ مطلوب ہے ورنہ اگر غلط انتخاب کر لیا اور وہ ناقص ہے، طریق اور فن سے بے خبر ہے تو اس کا ترک واجب ہے۔ پس انتخاب مرشد میں نہایت احتیاط سے کام لیا جاوے اور خوب مناسبت دیکھ لے پھر مرید ہو۔

شہر ماتحت گہہ و منزل آں سلطانست
من ز سلطان سلاطین بدر می نروم

ترجمہ و تشریح: میرا شہر وہی ہے جہاں سلطان شمس تبریزی قیام پذیر ہو، میں ایسے سلطان الاولیاء اور شیخ المشائخ کی صحبت سے باہر نہ جاؤں گا۔ سلطان سلاطین یہاں مجازاً استعمال کیا گیا ہے۔ ترجمہ میں اسی معنٰی کی رعایت ہے۔

شہر ما از شہہ ما جنت ما وائے خوش ست
من ز فردوس بریں سوئے سقر می نروم

ترجمہ و تشریح: میرا شہر میرے مرشد کی برکت سے۔

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں دست ہمیں ست

کے مصداق ہے، پس میں اس فردوس بریں معنوی کو چھوڑ کر ناجنسوں کی صحبت میں جو مترادف سقر ہے نہ جاؤں گا۔

ایں خبر رفت بہر سود بہر گوش رسید
من ازیں بے خبری سوئے خبر می نروم

ترجمہ و تشریح: یہ خبر ہر طرف اڑ رہی ہے اور ہر کان میں پڑ رہی ہے کہ اب حضرت رومی فیضان شمس سے عالم بے خودی و بے خبری سے نکل کر عالم ہوش و خبر کی طرف نہ آئیں گے۔

تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھ کو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا

حاجی امداد اللہؒ

مراد یہ کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا استغراق اہل علم کے حلقوں میں باعث حیرت تھا اور حضرت شمس کے اس فیضان کو اس وقت نہایت اہمیت سے ذکر کیا جارہا تھا۔

معارف و حقائقِ عشق

منم آں بندۂ مخلص کہ ازاں روز کہ زادم
تن و جاں راز تو دیدم دل و جاں را بہ تو دادم

ترجمہ و تشریح: میں وہ بندۂ مخلص ہوں کہ جس روز سے پیدا ہوا ہوں یعنی حیاتِ روحانی بہ فیضان شمس تبریز عطا ہوئی ہے اسی دن سے نور معرفت کی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا کہ یہ جسم و جان صرف اے خدا! آپ کی عطا ہے۔ پس یہ آپ کے ہیں تو اے خدا! آپ ہی پر ان کو فدا کرتا ہوں۔

تو چہ از کارفزائی سر دستار نمائی
کہ من از ہر سر دوئے سر و دستار بر آرم

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! تو کس کام سے میرا مرتبہ بلند کرنا چاہتا ہے اور مجھے دستارِ فضیلت کیا دکھاتا ہے میں نے تو روزِ اول ہی راہِ عشق میں قدم رکھتے ہی اپنے ہر بُنِ مو سے دستار فضیلت کو اتار پھینکا ہے۔

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستار فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

یعنی اگر اہل علم اپنے احساس علم کو فنا کر کے کسی اللہ والے کی کچھ دن صحبت اٹھالیں تو پھر ان کا علم غلغلہ مچادے گا اور ان کے اخلاص کا دھواں بالائے فلک ہلچل مچادے گا۔ ان کے درد کی خوشبو آفاقِ عالم میں نشر ہوگی۔

علی و خالد و رستم بگرد من نرسد
بدست نفس مخنث چرا زبوں باشم

ترجمہ وتشریح: بڑے بڑے پہلوانوں کو جو علی و خالد و رستم کے لقب سے مشہور تھے میرے مقابلے میں آنے کی ہمت نہ کرسکے (یہ عام مسلمانوں کے نام مراد ہیں نہ کہ حضرات صحابہ کے مبارک اسماء۔ خوب سمجھ لیں) لیکن اس نفس مخنث کے مکر و فریب سے میں گناہوں میں مبتلا ہو کر ذلیل و خوار ہوں۔ مطلب یہ کہ نفس کو پچھاڑنا جسمانی طاقت سے ممکن نہیں کسی اللہ والے کا دامن مضبوط پکڑنے سے جو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے اس سے یہ زیر ہوگا۔

دریں گلستاں من عندلیب رحمانم
مجوے حد و کنارم ز حد بروں باشم

ترجمہ وتشریح: میں دنیا کے اس چمن میں دنیا کے گلوں کا بلبل نہیں ہوں۔

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
خدا کے چاہنے والوں کو کوئی کیا جانے

اخترؔ

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں۔ دنیا میں رہتے ہوئے اپنے مولیٰ ہی کا عاشق اور بلبل ہوں۔ لہٰذا میری حدودِ پرواز کی تم سے تعیین نہ ہوسکے گی کیوں کہ میں غیر محدود ذات کی طرف اُڑ رہا ہوں۔

مرا بہ عشق بہ پرورد شمس تبریزی
بہ درد از ہمہ روحانیاں فزوں باشم

ترجمہ و تشریح: چوں کہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے میری پرورش عشق کے ذریعے سے کی ہے اس وجہ سے میرا مقام دردِ محبت دوسرے روحانی لوگوں سے بلند و بالا ہے۔

گر بر دلِ تو غبار بینم

از اشک خودش فرو نشانم

ترجمہ و تشریح: اے محبوب! اگر آپ کو ناراض دیکھتا ہوں تو اپنے ندامت کے آنسوؤں سے آپ کو راضی کرتا ہوں۔

ہم خانہ گریخت از نفیرم

ہمسایہ رمید از فغانم

ترجمہ و تشریح: میری گریہ وزاری کی آواز سے گھبرا کر میرے ہم خانہ بھاگ نکلے اور میری آہ وفغاں سے عاجز و تنگ ہو کر میرے پڑوسی بھی بھاگ گئے۔ مراد یہ نہیں کہ ایسا واقعی ہوا ہے کیوں کہ ہمسایہ اور ہم خانہ کو تنگ کرنا تو گناہ ہے پس مراد مجازی معنیٰ ہوں گے یعنی عشاق کو انتہائی گریہ کی عادت ہوتی ہے۔

اے طالب مال و جان بندہ

آتش زدہ بجان و مانم

ترجمہ و تشریح: اے محبوب! اپنے بندوں کے جان و مال کا طالب ! تو نے ہمارے سامانِ زندگی کو آتشِ عشق سے سوختہ کر دیا۔

روزے کہ گزر کنی بگورم

یاد آوری از نفیر شورم

ترجمہ و تشریح: اے محبوب! جس دن تو میری قبر پر آوے گا اس دن بھی تو میرا آہ و نالہ یاد کرے گا۔ پس۔

کچھ کرم تو نقد فرما دیجیے
بعد مرنے کے نہ وعدہ کیجیے
اختؔر

پر نور کنی تک لحد را
اے دیدہ و اے چراغ نورم

ترجمہ و تشریح: میرے قبر کی گہرائیوں کو بھی تو پُر نور کردے گا کہ تو ہی میرے دیدہ اور چراغ کا نور ہے۔

من ہدہدِ تو ام اے سلیماں
یکدم مگذار بے حضورم

ترجمہ و تشریح: اے محبوب اے سلیمان! میں آپ کا ہدہد ہوں ایک سانس کو بھی اپنے سے مجھے جدا نہ کیجیے۔

خامش کردم تو گوی باقی
کز گفت و شنود خود نفورم

ترجمہ و تشریح: میں اپنے کو خاموش کرتا ہوں اب آپ ہی بیان شرح عشق فرمایئے کہ میں خود اپنی گفت و شنید سے متنفر ہوں۔

گر با غم عشق یار داریم
بر دلِ غم او ہزار داریم

ترجمہ و تشریح: اگر غم کے ساتھ ہوں لیکن عشقِ یار کی دولت بھی حاصل ہے تو اس لذّتِ عشق کے ساتھ اپنے دل پر ہزاروں غم محبوب رکھتا ہوں۔ یعنی عشقِ الٰہی سے طاعات و مجاہدات آسان اور لذیذ ہو جاتے ہیں۔

یارب تو مده قرار ما را
گر بے رخ او قرار داریم

ترجمہ و تشریح: آپ کے بغیر اگر میں سکون سے رہوں تو اے رب! آپ میرا سکون و قرار چھین لیجیے۔

روئے تو چو نو بہار دیدم
گل را ز تو شرمسار دیدم

ترجمہ و تشریح: آپ کا چہرہ (تجلیاتِ خاصۂ الٰہیہ) مثل نوبہار دیکھا اور تمام کائنات کے گل و چمن کو اس کے سامنے شرمندہ دیکھا۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

تا در دلِ من قرار کردی
جاں راز تو بے قرار دیدم

ترجمہ و تشریح: اے محبوب! جب سے آپ میرے دل میں آئے ہیں (نسبت مع اللہ خاصہ علیٰ سطح الولایۃ جب طالب کے قلب کو عطا ہوتی ہے) اپنی جان کو آپ کے بغیر بے قرار پاتا ہوں۔

من چشم شدم ہمہ چو نرگس
کاں نرگس پُر خمار دیدم

ترجمہ و تشریح: جب سے اس نرگس پُر خمار کی تجلی دیکھی ہے خود سراپا چشمِ نرگس ہو رہا ہوں یعنی۔

ان کی جھلک بھی تھی مری چشم پُر آب میں

از جملہ جہاں و عیش عالم
من عشق تو اختیار دیدم

ترجمہ و تشریح: اے محبوبِ حقیقی! تمام کائنات کے عیش و آرام سے رخ پھیر کر آپ کی محبت کو میں نے انتخاب کیا ہے۔

چوں ملک تو گشت عالم جاں
در یک تو بشر ہزار دیدم

ترجمہ و تشریح: میرے روح کا ملک جب سے آپ کی جلوہ گاہ ہے ایک بشر میں ہزاروں بشر میں نے دیکھے ہیں۔ یعنی بہ اعتبار روحانیت کی صفات کے ایک تعلق مع اللہ والا بشر ہزاروں بشر بلکہ لاکھوں بشر سے افضل ہے۔

ہاں و ہاں ایں دلق پوشان من اند
صد ہزار اندر ہزاراں یک تن اند

ترجمہ: خبردار! یہ گدڑی پوش ہمارے خاص بندے ہیں۔ ان کا ایک خاکی تن میرے تعلّقِ خاص کے شرف سے لاکھوں انسانوں سے افضل ہے۔

من مردم و از تو زندہ گشتم
ایں عالم را دوبار دیدم

ترجمہ و تشریح: میں آپ سے غافل ہونے کے سبب مثل مردہ کے تھا۔ آپ کے تعلّقِ خاص کے فیض سے اب زندہ ہو گیا ہوں۔ پس اس ایمانی حیات کے صدقے گویا کہ مجھے حیات بعد الممات عطا ہوئی یعنی دوسری حیات نورانی عطا ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ خدا سے غافل مثل مردہ ہے اور ذاکر مثل زندہ ہے۔

بردار کلہ کہ اندریں راہ
بسیار کلاہ دار دیدم

ترجمہ و تشریح: اے سالک! تکبر کا کلاہ اتار کر پھینک دے کہ میں نے خدائے پاک کی

راہ میں ہزاروں کلاہ دار دیکھے ہیں جن کی کلاہ کا پتا بھی نہ چلا۔ یعنی اپنے رب کی عظمت کے سامنے فنا ہوگئے کہ ہستی کا تار و پود بھی باقی نہ رہا۔ یعنی مرضیاتِ الٰہیہ کے تابع ہوگئے اور اپنی مرضیات کو فنا کردیا۔

بس کن کہ ملول گشت دلبر
بر خاطرِ او غبار دیدم

ترجمہ و تشریح: اے رومی! خاموش ہوجا کہ زیادہ گوئی سے محبوب ملول خاطر ہوگیا اور اس کی خاطر پہ غبار دیکھا میں نے۔

کمالاتِ عشق و عاشقانِ خدا

آتش از تو میان جاں دارم
لیک صد مہر بر زباں دارم

ترجمہ و تشریح: آپ کی محبت کی آگ جان کے اندر رکھتا ہوں لیکن زبان پر ہر وقت سینکڑوں عنایات بیان کرتا ہوں۔ یعنی آتشِ محبت کو خلق سے مخفی رکھتا ہوں کیوں کہ اس آگ کا لذیذ ہونا عامۃ الناس کے عقول متوسطہ کے ادراک سے بالاتر ہے۔

دو جہاں را کند یکے لقمہ
شعلہ ہائے کہ در نہاں دارم

ترجمہ و تشریح: جو شعلہ ہائے عشقِ حق کے میرے سینے میں اٹھتے رہتے ہیں وہ دونوں جہاں کے فکر و غم کو ایک لقمہ بناڈالتے ہیں۔ مطلب یہ کہ عاشقِ ذات حق ہر وقت ذاتِ حق ہی کی فکر و ذکر میں مشغول ہے اور ان کے تو ذرۂ غم میں یہ تاثیر ہے چہ جائیکہ شعلہ ہائے عشق جسے عطا فرمائے گئے ہوں۔ احقر کا شعر ہے؎

ہو آزاد فوراً غمِ دوجہاں سے
ترا ذرۂ غم اگر ہاتھ آئے

گر جہاں را ہمہ فنا برسد

بے جہاں ملک صد جہاں دارم

ترجمہ و تشریح: اگر تمام کائنات کو فنا طاری ہو جاوے تو بھی حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے تعلّقِ خاص کے صدقے میں ہم اپنی روح میں سینکڑوں جہاں رکھتے ہیں۔ یعنی ہم اس جہاں کے محتاج نہیں رہے بسبب اس کے کہ ہم خالقِ جہاں سے تعلق رکھتے ہیں۔
جگر کا شعر کیا ہی خوب ہے ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مشت خاک کے گرد

طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گزرے

اور کبھی کبھی کا لفظ صرف صاحبِ تلوین کے لیے مناسب ہے ورنہ صاحبِ تکوین کو یہ مقام علیٰ سبیل دوام حاصل رہتا ہے، اور یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہیں فرمائیں۔
اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا مِنْہُ نَصِیْبًا

شکر آں را کہ جاں دہد تن را

دل ازو شاد و جاں رواں دارم

ترجمہ و تشریح: شکر اس ذاتِ پاک کا کہ جو خاکی تن میں روح مرحمت فرماتا ہے، میرا دل ان ہی کے تعلق سے شاد ہے اور روح اسی ذات کی طرف رواں ہونے والی ہے۔

انچہ دادست شمس تبریزی

از من آں جو کہ من ہماں دارم

ترجمہ و تشریح: جو فیوض و برکات کہ مجھے حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئے ہیں ان کے علاوہ مجھ میں اور کچھ مت ڈھونڈو کہ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں رکھتا ہوں۔

ایں نشاں ہا کہ بر رُخم پیدا ست

واں کہ از شاہ ہم نشیں دارم

ترجمہ و تشریح: یہ نشانیاں میرے چہرے سے نمایاں ہیں، تم اے دیکھنے والو! یقین کرلو کہ میں اپنے باطن میں اس شاہِ حقیقی کو ہم نشین رکھتا ہوں۔ پس میرے قلب سے اس خالقِ آفتاب و ماہتاب کا نور چھلک کر میرے چہرے سے بھی نمایاں ہورہا ہے۔ احقر شارح عرض کرتا ہے کہ حدیث شریف میں اللہ والوں کی نشانی بھی یہی بتائی گئی ہے کہ جب ان کو دیکھا جاتا ہے تو خدا یاد آجاتا ہے۔

تاب نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
ان کی جھلک بھی تھی مری چشم پُر آب میں

آں یکے گنج کز جہاں بیش است
در دل و جان خود دفیں دارم

ترجمہ و تشریح: تعلق مع اللہ اور نسبت مع اللہ کا وہ خزانہ جو تمام کائنات اور اس کے خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے میں اپنے دل و جان میں مدفون رکھتا ہوں۔

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دلِ تباہ میں ہے

مَرکبِ زہد را برم بہ پئے
زاں کہ بر پشت عشق زیں دارم

ترجمہ و تشریح: زہدِ خشک کی سواری کو تو میں نے پیچھے چھوڑدیا کیوں کہ میں نے عشق (تیز رفتار) کی پشت پر اپنی زین رکھ دی ہے، یعنی مرکبِ عشق ہمارا مرکب ہے (مرکب: سواری)

پائیدار ست جانِ من در عشق
زاں کہ پاہائے آہنیں دارم

ترجمہ و تشریح: میری جان عشق میں نہایت مضبوط ہے کیوں کہ میں آہنیں پاؤں رکھتا

ہوں یعنی تعلق مع اللہ کی باطنی طاقت کے سبب میں کوہ استقامت ہوں۔

ازو مم بوئے گل ازاں آید
کز دروں باغ و یاسمیں دارم

ترجمہ و تشریح: میری گفتگو اور سانس سے حق تعالیٰ کی خوشبوئے قرب اس سبب سے آتی ہے کہ میرے باطن میں (قلب وروح میں) قرب بارگاہِ حق کا باغ و یاسمین ہے۔

از فرح پایم از زمیں دور ست
زاں کہ در لامکاں مکیں دارم

ترجمہ و تشریح: غلبۂ فرحتِ روحانی سے میرا پاؤں زمین پر نہیں زمین سے دور ہے کیوں کہ میری روحانیت لامکاں میں مکین ہے۔

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
خدا کے چاہنے والوں کو کوئی کیا جانے

نالۂ بلبل بہار کنیم
تا ازاں بلبلاں شکار کنیم

ترجمہ و تشریح: بلبلوں کے شکار کے لیے میں نے نالۂ بلبل مشق کیا ہے اور یہ تبلیغ کا نہایت جاذب اور مؤثر طریقہ ہے کہ جس ذوق کا آدمی مجلس میں آوے اس سے کچھ دیر اسی کے مذاق کی گفتگو کرکے اس کو مانوس کیا جاوے اور پھر اس کو دامِ محبت الٰہیہ میں شکار کرلیا جاوے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میری مجلس میں جو جس فن کے اندر اپنے کو ماہر سمجھ کر آتا ہے میں اس کو اسی فن میں متحیر اور متأثر کرتا ہوں (اس کے بعد وہ مانوس ہوکر استفادۂ عشقِ حق کے لیے آمادہ ہوجاتا ہے)۔

زاہدوں پر مے اچھالی جائے گی
روح ان مُردوں میں ڈالی جائے گی

بسط بعد القبض

بارِ دگر جانبِ یار آمدیم
خیرہ نگر نزد نگار آمدیم

ترجمہ و تشریح: غفلت دور کر کے دوبارہ اس یارِ حقیقی کی جانب ہم آ گئے اور اس حالت بسط میں مشاہدۂ تجلیات سے ہم خیرہ نگر یعنی مقرب بارگاہِ حق ہیں۔

(خیرہ نگاہی: شوکت تجلی سے نگاہوں کا محو حیرت ہونا۔)

نافۂ آہو چو بزد بر دماغ
دام گرفتیم و شکار آمدیم

ترجمہ و تشریح: خوشبوئے قرب (مشک نافۂ آہو) نے دماغ کو اس طرح بے خود کر دیا کہ ہم دیوانہ وار دام محبت کو پکڑتے ہوئے محبوبِ حقیقی کے شکار ہو گئے۔

اے ہمہ ہستی مکن از ما کنار
زاں کہ ز ہستی بکنار آمدیم

ترجمہ و تشریح: اے حی و قیوم! مجھے اپنے سے دور نہ فرمائیں کیوں کہ آپ کی دوری سے ہم اپنی ہستی ہی سے دور ہو گئے یعنی ہلاکت کے قعر میں گر گئے۔

باز چو دیدیم رخِ عاشقاں
جملہ خموشاں بہ نثار آمدیم

ترجمہ و تشریح: ہم نے پھر اہل اللہ (عاشقانِ حق) کے مبارک چہروں کو دیکھا نہایت خاموشی کے ساتھ ہم ان پر نثار ہو گئے۔

فیضان نسبتِ باطنی

چہ دانی تو کہ در باطن چہ شاہ ہم نشیں دارم
رخ زرین من منگر کہ پائے آہنیں دارم

ترجمہ وتشریح: اے مخاطب! تو میری اس باطنی نعمتِ عظمیٰ کو کیا جانتا ہے کہ میں باطن میں کیسے سلطان السلاطین اور احکم الحاکمین کو ہم نشین رکھتا ہوں۔ میرے پیلے چہرے کو مت دیکھ کہ یہ مجاہداتِ عشقِ حق سے زریں ہورہا ہے، میرے آہنیں پاؤں کو دیکھ (یعنی نسبت مع اللہ کی طاقت کو غیر اہم مت سمجھ)۔

جو دل پر ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

حکایت

حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں درس حدیث شریف دے رہے تھے کہ ایک مولوی صاحب رامپور سے نواب رامپور کے فرستادہ و قاصد بن کر آئے اور کچھ موقع پاکر عرض کیا کہ حضرت! آپ کو نواب صاحب نے یاد فرمایا ہے اور یہ پیغام کہلایا ہے کہ اگر شاہ صاحب تشریف لائیں تو ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کروں گا۔ ارشاد فرمایا: ارے ظالم! ایک لاکھ روپیہ پر ڈالو خاک، میری بات سنو جو میں کہہ رہا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی گفتگو کے سامنے یہ کیا پیش کردیا، پھر یہ شعر مست ہوکر پڑھا ؎

جو دل پر ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

گہے خورشید را مانم گہے دریائے پُر دُر را
درون دل فلک دارم برون دل زمیں دارم

ترجمہ و تشریح: کبھی تو آفتاب کو اپنے نورِ باطن سے شرمسار کرتا ہوں اور کبھی باطنی نسبت مع اللہ کے دُر یکتا سے زمین پر دریائے پُر دُر کو نادم کرتا ہوں۔ اپنے قلب کے اندر فلکِ تاباں از آفتابِ حق رکھتا ہوں اور دل کے باہر زمین رکھتا ہوں۔ مراد اس سے تعلّقِ خاص اور معیتِ خاصہ ہے جو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ مختص ہے۔ پس اہل ظاہر کو ظاہری الفاظ پر معترض ہونا نادانی ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات مکان سے اور زمان سے پاک ہے۔ صوفیا کے الفاظ کو اصطلاحِ تصوف سے سمجھنا چاہیے۔ اور یہ ہر فن کا قاعدہ ہے کہ اس کے مضامین کو اسی فن کی اصطلاح سے سمجھتے ہیں۔ مثلاً شریعت میں صلوٰۃ کا مفہوم شارع علیہ السلام کی اصطلاح میں سمجھا جاوے گا نہ کہ لغوی مفہوم صرف دعا کو لیں گے۔

چرا پژمردہ باشم کہ بشگفت ہر جزوم
چرا خربندہ باشم براقے زیر زیں باشم

ترجمہ و تشریح: میں کس طرح افسردہ ہو سکتا ہوں جب کہ میرا ہر جز تعلق مع اللہ کے فیض سے زندہ اور شگفتہ ہو گیا ہے اور گدھے کا غلام کیسے ہو سکتا ہوں جب کہ براقِ عشق پر میری زین ہے۔

(خربندہ: بندہ خر۔ اضافت مقلوبی ہے)

شعاع آفتابم من اگر در خانہا گردم
عقیق و لعل و درم من ولادت زاب و طیں دارم

ترجمہ و تشریح: اگر میرا فیض سالکین کے قلوب میں منور ہو رہا ہے تو کیا تعجب کہ آفتاب کی شعاعیں ہر گھر میں داخل ہوتی ہیں پھر خالص آفتاب کا نور تو کیا کچھ قوی تر ہو گا۔ اور اگر میں پانی اور کیچڑ سے مولود ہوں تو یہ بات میری حقارت کا سبب نہیں ہے کیوں کہ اسی مٹی سے لعل اور عقیق اور موتی بھی پیدا ہوتے ہیں جو اپنی قیمت کے سبب سلاطین کے سروں پر بیٹھتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ اسی آب و گل سے دُرِّ نبوت اور دُرِّ ولایت پیدا فرماتے ہیں اور ان کے فضل کا تو عجیب عالم ہے۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

طلبِ الطاف وعنایاتِ مرشد

بیا اے شمس تبریزی مکن سنگین دل با من
کہ بے تو لعل و لولو را نمی دانم نمی دانم

ترجمہ وتشریح: اے مرشد حضرت شمس الدین تبریزی! میرے ساتھ عنایت کا معاملہ فرمائیے کہ آپ کے بغیر لعل اور موتی بھی مجھے بے قدر معلوم ہوتے ہیں۔

نہ آں بے زہرہ دل دارم کہ از دلدار بگریزم
نہ آں خنجر بکف دارم کہ از پیکار بگریزم

ترجمہ وتشریح: میں ایسا بے پتاوالا دل نہیں رکھتا ہوں یعنی بے ہمّت اور پست حوصلہ نہیں ہوں کہ خوفِ مجاہدات سے محبوبِ حقیقی سے بُعد پر صابر رہوں اور میں اپنے ہاتھ پر وہ خنجر نہیں رکھتا ہوں کہ جہاد سے بھاگوں۔

زہے دریائے بے ساحل پُر از ماہی درونِ دل
چنیں دریا ندیدستم چنیں ماہی نمی دانم

ترجمہ وتشریح: اے محبوب! تو دریائے بے ساحل کی طرح میرے قلب میں پُر ماہی ہے یعنی آپ نے اپنی تجلیات صفات سے میرے قلب کو پُر کیف کیا ہوا ہے۔ میں نے کائنات میں نہ ایسا دریا دیکھا اور نہ ایسی مچھلی دیکھی۔

ہزاراں جان یعقوبی ہمی سوزد ازیں خوبی
چرا اے یوسفِ خوباں دریں چاہے نمی دانم

ترجمہ وتشریح: آپ کے ہزاروں عاشق مثل حضرت یعقوب علیہ السلام گریاں و سوزاں

ہیں۔ اے یوسفِ خوباں! آپ کنویں میں یعنی قلوب خواص عشاق میں کیوں جلوہ فرما ہیں میں نہیں جانتا ہوں۔

حقائق و معارف

من از اقلیم بالائیم سر عالم نمی دارم
نہ از خاکم نہ از آبم دل آبم نمی دارم

ترجمہ و تشریح: میں آفاقِ عالم اور حدودِ کائنات سے غیر ملتفت ہو کر اپنی روح کا (بہ فیضِ مرشدِ کامل) مولائے عرشِ کریم سے رابطہ رکھتا ہوں اور تکوینی امور کائنات کا سر چشمہ اور مرکز چوں کہ عالمِ امر ہے اور وہ مافوق الافلاک ہے پس حق تعالیٰ کے رابطۂ خاص کا ایک فیضان مِن جملہ یہ بھی ہے کہ سِرِّ عالم کی طرف بھی توجہ نہیں رکھتا ہوں کیوں کہ میں مرتبۂ روح کے اعتبار سے نہ خاکی ہوں نہ آبی (بلکہ ایک طائرِ لاہوتی ہوں) اور یہ دل بھی ان پر فدا کرنے کے سبب دل بھی نہیں رکھتا ہوں۔

بہ شادیہا چو بے زارم سرِ غم از کجا دارم
بغیرِ او چو من خود را خوش و خرم نمی دارم

ترجمہ و تشریح: میں تو دنیا کی خوشیوں سے بھی بے زار ہوں بوجہ ان کے عارضی اور حادث ہونے کے تو پھر دنیا کے غم کے اسرار کی کیا پرواہ ہو گی۔ بقولِ شخصے

غمِ دنیا مخور کہ بے ہودہ است

اور میری روح کو یہ مقام عدمِ التفات کا حق تعالیٰ کے تعلّقِ پاک سے عطا ہوا۔ یعنی میری روح اس ذات پاک سے اس قدر مانوس ہے کہ بدون ان کی معیت کے میں اپنے کو خوش و خرم نہیں رکھ سکتا ہوں اگرچہ قدموں میں ہفت اقلیم کی دولت ہو۔

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تو ساتھ تو صحرا میں گلشن کا مزہ پاؤں

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

تمام عمر ترے دردِ محبت نے مجھے
کسی سے دل نہ لگانے دیا گلستاں میں

اختؔر

در آں شربت کہ جاں سازد دلِ مشتاق جاں بازد
خرد خواہد کہ در تازد منش محرم نمی دارم

ترجمہ و تشریح: روح تعلق مع اللہ کی جو لذّت محسوس کرتی ہے اس شربتِ وصال نے ہی دلِ عشاق کو جانبازی سکھائی ہے اور عقل جو اس راہِ عشق میں دوڑنا چاہتی ہے میں اسے تو اس راہ کا محرم نہیں قرار دیتا۔

پئے آں خمر چوں عیدم شکم را روزہ بر بندم
کہ من آں سرو آزادم کہ برگِ غم نمی دارم

ترجمہ و تشریح: جب سے حق تعالیٰ کی محبت کا جام نوش کر کے روح مسرور ہوئی ہے پیٹ کی طرف سے التفات جاتا رہا۔ بلکہ نفلی روزوں سے شکم کو خالی رکھتا ہوں۔ میں ذاتِ حق سے رابطے کی بدولت ایک ایسے آزاد درخت سرو کے مانند ہوں کہ جس میں غم کے برگ نہیں رکھتا ہوں۔

نہ بر منہاج روز و شب بود عشاق را مذہب
کہ من مسلک بزیر ایں کہن طارم نمی دارم

ترجمہ و تشریح: چوں کہ میری رفتار مرتبۂ روح میں مافوق الافلاک ہے اس لیے یہاں کے شب وروز کے راستوں سے عشاقِ حق کو کوئی واسطہ نہیں۔

فیضانِ عشقِ حقیقی

طوافِ حاجیاں دارم بگرد یار می گردم
نہ اخلاقِ سگاں دارم نہ بر مُردار می گردم

ترجمہ و تشریح: میں اپنے محبوب کے گرد مثل حاجیوں کے طواف کرتا ہوں یعنی مرتبۂ روح میں حق تعالیٰ کی صفات میں غور و فکر سے مست رہتا ہوں۔ نہ کتوں جیسے حسد و حرص و طمع کے اخلاق رکھتا ہوں نہ دنیائے مردار اور اس کے عاشقوں کے گرد پھرتا ہوں۔

جہاں مار است زیر او یکے گنج است پنہانی
سر آں گنج می دارم بگرد مار می گردم

ترجمہ و تشریح: میرے باطن میں تعلق مع اللہ کا ایک پنہاں خزانہ ہے۔ اس کی بدولت میری کائنات اور میرا جہاں ہی الگ ہے اور میرا جہاں پُر لطف ہے۔

جب کبھی وہ ادھر سے گزرے ہیں
کتنے عالم نظر سے گزرے ہیں

میں اس خزانۂ مخفیہ باطنیہ نسبتِ الٰہیہ پر عاشق ہوں اور ظاہر ہے کہ ہر خزانے پر سانپ ہوتا ہے پس اس خزانے کے گرد بھی سانپ (مجاہدات کے) ہیں جن کے گرد میں مست پھرتا ہوں یعنی حق تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ہر تکلیف کو میں دیوانہ وار قبول کرتا ہوں۔

نمی دانی کہ رنجورم کہ جالینوس می جویم
نمی دانی کہ عطارم کہ بر گلزار می گردم

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! تو نہیں جانتا کہ میں روحانی عشق کا بیمار ہوں اور جالینوس یعنی مرشدِ کامل ڈھونڈتا ہوں۔ تو نہیں جانتا کہ میں عطار ہوں یعنی خوشبوئے محبتِ الٰہیہ کی دوکان لگاتا ہوں۔ پس چمن اور گلزار کے گرد پھرتا رہتا ہوں کہ گلوں کی خوشبو حاصل

کروں یعنی عاشقانِ حق اور اہلِ نسبت و حاملان درد آتشِ پنہاں کی تلاش میں پھر تا ہوں کہ ان سے حق تعالیٰ کی محبت کا کوئی ذرہ درد کا حاصل ہو۔

نمی دانی کہ سیمرغم کہ گردِ قاف می گردم
نمی دانی کہ مخمورم کہ بر خمار می گردم

ترجمہ و تشریح: تو نہیں جانتا کہ میں بوجہ قوی نسبت مع اللہ رکھنے کے روحانی چڑیوں کی جنسِ اعلیٰ سیمرغ سے ہوں۔ نسبت مع اللہ چوں کہ کُلی مشکک ہے جس کے افراد ضعف اور قوت کے اعتبار سے متفاوت المراتب ہوتے ہیں پس قوی النسبت کو سیمرغ سے تشبیہ دی کہ صنف طیور میں سب سے اعلیٰ جنس شمار ہوتا ہے اور اس کا نشیمن بقول مشہور کوہِ قاف ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارا نشیمن بھی عالمِ لاہوت ہے۔ اور اے مخاطب! تو نہیں جانتا کہ میں مست ہوں پس مستانِ حق و عاشقانِ حق کے گرد پھرتا ہوں۔

بہ ہر نقشے کہ پیش آید درو نقاش می بینم
برائے عشق لیلے واں کہ مجنوں دار می گردم

ترجمہ و تشریح: جو نقش اور جو صورت میرے سامنے آتی ہے میں نقاش کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں۔

چہ باشد آں نگارے خود کہ بندد ایں نگار ہا

یعنی مصنوع سے صانع اور مخلوق سے خالق پر استدلالی اور استحضاری حالت میں مشغول ہو جاتا ہوں لیکن یہاں بھی مخلص ہوں یعنی دنیوی اغراض کے لیے یہ نہیں ہوتا بلکہ اس کیفیت پر مجھے عشقِ صانع اور عشقِ خالق مجبور کرتا ہے۔

اولیائے کرام اور عارفین کے دو مقام ہوتے ہیں:

۱) ایک وہ جو مخلوق پر نظر اوّلاً ڈالتے ہیں پھر ثانیاً مشاہدۂ صفاتِ خالق کرتے ہیں۔

۲) دوسرے وہ عارفین قوی النسبت ہیں جو اوّلاً خالق پر نظر ڈالتے ہیں ثانیاً مخلوق پر نظر ڈالتے ہیں۔ یعنی مخلوقات پر جب نظر ڈالتے ہیں تو اپنے رب کے ساتھ اس قوی

نسبت اور قوی روحانی اور قلبی رابطے کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں جس کا نور ان کی نظر میں توجہ الی اللہ کا مقام مرتبۂ اولیٰ میں رکھتا ہے اور یہ وجدانی نعمت استدلالِ عقلی سے محسوس نہیں ہوتی بلکہ اہل اللہ کی صحبت میں کچھ مدت مجاہدات اور ذکر و فکر کے بعد میسر ہوتی ہے۔

حکایت

علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیا کے باطنی مقامات و اصول کو سمجھنے کے لیے کتبِ تصوف کا مطالعہ کیا۔ کچھ تشفّی اور تسلّی نہ ہوئی پھر قلب میں وارد ہوا کہ اولیاء کے مقامات کو پہچاننا مشکل کام ہے جب تک روح کو مقامِ ولایت کی کرسی پر نہ بٹھادیا جاوے (وزارتِ عظمیٰ کا نشہ اور لطف جب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کرسی پر کسی کو بٹھادیا جاوے) پس جس طرح غیر نبی مقامِ نبوت کے قرب کا عقل سے ادراک نہیں کرسکتا اسی طرح غیر ولی مقامِ ولایت کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس کے بعد پھر تصوف میں قدم رکھا اور اکابر اولیاء سے ہوئے۔ اے خدا! ہمیں بھی ان بزرگوں کے حصوں سے حصہ عطا فرما، آمین۔ آپ کی عطا کے لیے ہماری نااہلیت مانع نہیں ہوسکتی بلکہ خود اہلیت آپ کی عطا کی محتاج ہے۔

حکایت

ایک فقیر کو اچانک بادشاہ بنادیا گیا۔ بادشاہ کے انتقال ہوتے ہی مجلسِ وزرا میں یہ طے ہوا کہ جو شاہی محل کے دروازے سے صبح گزرے گا اسی کو اس کرسی پر بٹھادیا جائے گا۔ پس حکمِ خدا سے اور عطائے خداوندی سے ایک فقیر نے شاہی دروازے پر صدائے سوال لگائی اور فوراً وزرا نے اس کو پکڑ کر غسل دے کر شاہی لباس فاخرہ پہنا کر ایوانِ شاہی میں شاہی اجلاس میں بٹھادیا۔ اس نے صحیح صحیح فیصلے کیے اور جب اجلاس ختم ہوا تو اس نے دو وزیروں کو حکم دیا کہ آئیں اور بغل میں ہاتھ لگا کر سابق شاہ کی طرح مجھے اٹھائیں۔ وزراء حیران تھے کہ اس بھک منگے کو یہ شاہی آداب کس نے سکھادیے، باادب سوال کیا کہ حضور! اگر اجازت ہو تو ایک سوال کروں۔ بعد اجازت عرض کیا کہ

صبح تو آپ بھک منگے تھے یہ آدابِ سلطنت آپ کو کس نے سکھائے؟ جواب دیا کہ جو بھک منگے کو سلطنت دینا جانتا ہے وہ آدابِ سلطنت بھی سکھانا جانتا ہے۔

بہانہ می کنم ناں را و لیکن مست خبازم
نہ از دینار می نالم نہ از دلدار می گردم

ترجمہ و تشریح: میں نانبائی کا عاشق ہوں اور روٹی کو میں نے بہانہ بنایا ہوا ہے یعنی حق تعالیٰ کی نعمتوں کو بہانہ بنایا ہوا ہے میں تو اس نعمت دینے والے پر فدا ہوں۔ میں دینار نہ ہونے سے نہیں روتا ہوں کہ میرے پاس پیسہ نہیں تو روٹی کیسے خریدوں گا۔ بلکہ میں تو حالتِ افلاس میں بھی خباز سے مست ہوں (یعنی نانبائی سے) مطلب یہ ہے کہ میں ہر حالتِ ضراء و سراء تنگ دستی و فراخی دونوں میں اپنے مالک و خالق پر فدا ہوں۔ میں تنگ دستی سے پریشان ہو کر اپنے محبوبِ حقیقی کی یاد سے نہیں بھاگ سکتا۔

بیا اے شمس تبریزی بصورت گرچہ پرہیزی
شفق وا ر ا ز دلِ شمست بریں آثار می گردم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! آپ میرے پاس آیئے۔ اگرچہ آپ صورت سے مستغنی ہو کر غرق معنیٰ ہیں اجسام اور صورتوں سے بے پرواہ ہو کر ہمہ تن حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہیں میری طلب تو دیکھیے کہ میں مثلِ شفق آپ کے آفتابِ قلب سے انوارِ نسبت کے آثار پر فدا ہو رہا ہوں۔

گفتگوئے عاشقاں درکارِ رب

ز عالم من ترا تنہا گزینم
روا داری کہ من تنہا نشینم

ترجمہ و تشریح: اے محبوبِ حقیقی! کائنات میں ہم نے لا الٰہ سے سب کی محبت منفی کی ہے اور الا اللہ سے صرف آپ کو اپنا مقصود و مراد بنایا ہے۔ پس جب کہ کائنات و موجودات

سے سب کو نظر انداز کر کے صرف آپ کو ہم نے انتخاب کیا ہے تو آپ ازراہِ کرم ہمیں تنہا نہ چھوڑیے اور اپنے نبی رحمت علیہ السلام کے صدقے میں اپنی معیت خاصہ اور تعلّقِ خاص کو علیٰ سطح الولایت ہمیں عطا فرمادیجیے۔یعنی جس درجہ تعلّق و محبت پر آپ بندوں کو اپنا ولی بناتے ہیں اس درجہ کی محبت ہمیں بھی عطا فرمادیجیے۔

دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا
تو بخش بے حساب کہ ہیں جرم بے حساب
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

دلِ من چو قلم اندر کفِ تست
زتست ارشاد مانم در حزینم

جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے اسی طرح آپ کے ہاتھ میں میرا قلب ہے۔ پس میرے قلب کی خوشی اور غم آپ ہی کے قبضے میں ہے۔ میرا مسرور ہونا اور مغموم ہونا آپ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

گر تو خواہی عین غم شادی شود
عین بند پائے آزادی شود

ترجمہ و تشریح: لہٰذا اگر آپ چاہیں تو عینِ حقیقت غم کو حقیقتِ خوشی سے تبدیل فرمادیں یعنی غم ہی کو خوشی بنادیں اور عینِ قید کو آزادی بنادیں۔ چناں چہ مشاہدہ ہے کہ اہل اللہ کو اسبابِ غم میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود سکون اور اطمینان میسر رہتا ہے۔

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے
اخترؔ

بجز انچہ تو خواہی من چہ خواہم
بجز آں کت نمائی من چہ بینم

ترجمہ وتشریح: اے خدائے قادر مطلق! میری مشیت بھی آپ کی مشیت کی غلام ہے۔ اور آپ جس طرح ہمارے قلوب کے مالک ہیں ابصار کے بھی مالک ہیں لہٰذا اپنے کرم سے حق پسندی اور حق بینی کی توفیق ہم کو عطا فرمائیے۔

گہہ از من گل بروید و گہے خار
گہے خارم خلد گہہ گل بہ چینم

ترجمہ وتشریح: کبھی آپ کا کرم اعمالِ صالحہ کے پھول مجھ میں اگاتا ہے اور کبھی میری شامتِ عمل سے آپ کی نگاہ کرم ہٹ جاتی ہے اور نفس و شیطان مجھ پر غالب ہوتے ہیں اور سیئات کے خار اُگنے لگتے ہیں، پس ہم کو کبھی خار چبھتے ہیں اور کبھی ہم پھول چنتے ہیں، یعنی سالک پر مد و جزر، قبض و بسط کے مختلف حالات طاری ہوتے رہتے ہیں۔

تو بودی اوّل و آخر تو باشی
تو بہ کن آخرم از اوّلینم

ترجمہ وتشریح: آپ ہی اوّل ہیں آپ ہی آخر ہیں پس اے قدیم ذات! تو میری آخری حالت کو میری پہلی حالت سے بہتر فرما یعنی حسنِ خاتمہ عطا فرما۔

چو تو پنہاں شدی از اہلِ کفرم
چوں تو ظاہر شدی از اہلِ دینم

ترجمہ وتشریح: جب آپ ہم سے پنہاں ہو جاتے ہیں یعنی حالتِ قبض طاری فرماتے ہیں تو ہم قلب میں انتہائی گھٹن محسوس کرتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلب میں ایمان بھی ہے یا نہیں۔ یعنی بسط کی اعلیٰ حالتِ ایمانی کے مقابلے میں یہ ادنیٰ حالت اور عدم حضوری و اضمحلال نسبت مع الحق سے شبہ ہونے لگتا ہے جیسا کہ روایت میں ہے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حالت میں تغیر محسوس کیا اور فرمایا نَافَقَ حَنْظَلَۃُ حنظلہ تو منافق ہو گیا اور اپنا حال بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ جو حالتِ ایمانی آپ کی مجلس میں رہتی ہے وہ آپ سے دوری میں اور دوسری

مشغولیوں میں نہیں رہتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سَاعَةً کَذَا وَسَاعَةً کَذَا یعنی یہ نفاق نہیں ہے بلکہ یہ حالت اسی طرح بدلتی رہتی ہے کبھی ایسی اور کبھی ایسی۔ یکساں حالت نہیں رہتی۔ دوسرے مصرعہ کا ترجمہ یہ ہے جب آپ پھر حالتِ بسط عطا فرماتے ہیں تو ہم اہلِ دین معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

گہہ رشک فرشتہ برد باپاکی ما
گہہ خندہ زند دیو ز ناپاکی ما

ایماں چو سلامت بہ لب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

ترجمہ: کبھی تو ہماری اچھی دینی حالت پر فرشتہ بھی رشک کرتا ہے اور کبھی ہماری دینی بدحالی پر شیطان بھی خندہ زن ہوتا ہے۔ پس جب ایمان کو سلامتی سے قبر تک لے جاؤں گا تو میں اپنی چستی و چالاکی پر اس وقت اَحْسَنْتَ کہوں گا یعنی اس وقت تعریف کروں گا۔

حکایت

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے ساتھ ایک کنجڑن سبزی فروش کی دوکان سے گزر رہے تھے کہ اس نے کہا: اے جنید! آپ کی داڑھی بہتر ہے یا میرے بکرے کی۔ آپ خاموش ہوگئے اور فرمایا: اس کا جواب پھر کبھی دوں گا۔ مریدوں کو غصہ آیا۔ آپ نے فرمایا: غصہ مت کرو ابھی ہمیں اپنے خاتمہ کا علم نہیں اگر اچھا ہوا تو اس سے افضل میری داڑھی ہوگی اگر خراب ہوا تو میری داڑھی اس بکرے کی داڑھی سے خراب و ذلیل ہوگی۔ پھر شیخ نے دعا کی کہ اے خدا! میرا حسنِ خاتمہ جب ہوجاوے اور قبرستان کی طرف میرا جنازہ جاوے تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے حیات دے دیجیے کہ اس بڑھیا کو جواب دے دوں۔ اور شیخ نے مریدوں کو وصیت کی کہ میرا جنازہ اس سبزی فروش بڑھیا کی دوکان کی طرف سے گزارنا۔ چناں چہ جب جنازہ گزرا تو کفن سے سر اٹھا کر فرمایا کہ اے بڑھیا! تیرے بکرے کی داڑھی سے میری داڑھی بہتر

ہے کیوں کہ میرے کریم مولیٰ کے کرم سے میرا خاتمہ اچھا ہوا۔

قبض وبسط کی حکمت

سالک پر اگر ہمیشہ بسط کی حالت رہے تو عجب و کبر پیدا ہو جاوے لٰہذا کبھی کبھی قبض طاری فرماتے ہیں۔ چوں کہ حالتِ قبض میں عبادات کے اندر کیفیت و لذت نہیں رہتی اس لیے سالک کا سب پندار اور تکبر خاک میں مل جاتا ہے اور عاجزی و تواضع اور فنائیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے لکھا ہے کہ قبض من جملہ احوالِ رفیعہ سے ہے، سالک کو ایسی حالت سے دل گیر اور نا امید نہ ہونا چاہیے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قبض میں بھی بسط کا تو لطف لے
بے تسلی بھی تسلی چاہیے

ہے جلالی تو جمالی گو نہیں
چاہے جیسی ہو تجلّی چاہیے

دل کیوں نہیں لگتا طاعتوں میں
اس فکر کے پاس بھی نہ جانا

دل لگنا کہاں ہے فرض تجھ پر
تیرا تو فرض ہے دل لگانا

لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری
نہ پڑ امرِ غیر اختیاری کے پیچھے

عبادت کیے جا مزہ گو نہ آئے
نہ آدھی کو بھی چھوڑ ساری کے پیچھے

بجز چیزے کہ دادی من چہ دارم
چہ می جوئی ز جیب و آستینم

ترجمہ و تشریح: اے خدائے پاک! بجز اس کے کہ آپ جو کچھ ہم کو عطا فرمائیں ہمارے پاس اور کیا ہو سکتا ہے۔ پس میری جیب و آستین کی تلاشی کی آپ کو چنداں ضرورت نہیں کیوں کہ آپ عالم الغیب ہیں۔

در بیان آثارِ عشقِ حقیقی

ز شوقت من ز تن بیگانہ گردم
شرابِ عشق را پیمانہ گردم

ترجمہ و تشریح: آپ کے شوق میں اپنے جسم سے بیگانہ ہو رہا ہوں۔ یعنی آپ کی لقاء و رضا کی فکر و عمل میں اس درجہ محویت و استغراق ہے کہ اپنی تن پروری و تن آرائی کے اسباب سے بے پروا ہو گیا ہوں اور آپ کی محبت کی شراب کا پیمانہ بن گیا ہوں۔

شوم آزاد و فارغ از دو عالم
غلام خو بپئے جانا نہ گردم

ترجمہ و تشریح: میں دونوں جہاں کو عشقِ حق کی بازی میں ہار چکا ہوں اس لیے میں ایسا عاشقِ ذاتِ حق ہوں کہ بس ان ہی کی خوبیوں کا غلام ہوں۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

متاعِ عقل و دانش عمر بھر جو جمع کی ہم نے
وہ میقاتِ حرم پر عشق کی بازی میں ہار آئے

ما مقیمان کوئے دلداریم
رخ بہ دنیائے دوں نمی آریم

رسانم عشق را از سوز جائے
کہ در اقلیم ہا افسانہ گردم

ترجمہ و تشریح: میں اپنے دردِ محبت کو سوز عشق سے اس طرح نشر کررہا ہوں کہ تمام آفاقِ عالم و اقلیموں میں میرا افسانہ وچرچا ہو رہا ہے۔

ہماری تمہاری محبت کے قصّے
رہیں گے یہ افسانے مشہور ہو کر

حدیثم بعد ازیں مستانہ باشد
بہ بازار اندروں مستانہ گردم

ترجمہ و تشریح: جب سے میں نے بازاروں میں نعرۂ مستانہ شروع کیا ہے میری گفتگو بھی مستانہ ہونے لگی ہے۔ مراد یہ کہ میری محبت و نسبت مع الحق کا اثر صرف مسجد و خانقاہ تک نہیں بلکہ بازاروں اور مخلوقات کے ہنگاموں میں بھی میں اپنا دردِ محبت سناتا ہوں۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
برسرِ منبر سنائیں گے ترا افسانہ ہم

بہ پیشِ عشق چو شیراں در آیئم
چو طفلاں چند در کاشانہ گردم

ترجمہ و تشریح: میں عشق کے میدان میں مثلِ شیر آیا ہوں (یعنی تمام اعمال رضائے حق اور تمام معاصی سے بچنے کی تکلیف کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو کر طریقِ سلوک میں داخل ہوا ہوں) مثل بچوں کے کب تک آخر دودھ پیتا رہتا، یعنی غفلت کی زندگی میں فانی دنیا کو مقصود کب تک بنائے رکھتا۔ یہ دنیا تو ایسی دھوکا باز معشوقہ ہے جو موت کے وقت ہماری ران سے کھسک کر ہمیں قبر میں کیڑوں کے حوالے کر دے گی اور خود دوسرے عشاق کو تلاش کر لے گی۔

جہاں اے برادر نماند بہ کس
دل اندر جہاں آفریں بندو بس

سعدی

ترجمہ: یہ جہاں کسی کے ساتھ بھی وفادار نہیں لہٰذا اے بھائی! دل کو جہاں کے خالق سے رابطہ قائم کرنے پر تیار کر اور اسی پر قناعت کر کہ ایک باوفا لاکھوں بے وفاؤں سے بہتر ہے۔

چرا باشم ز بازاں و ز ہمایاں
چو چغداں چند در ویرانہ گردم

ترجمہ و تشریح: میں بازوں اور ہما سے کب تک دور رہوں گا اور اُلّوؤں کے اُلّوستان میں کب تک پھرتا رہوں گا، یعنی اہل اللہ اور شیرانِ خدا سے بے گانہ رہ کر میں دنیا داروں میں اپنے ایامِ زندگی کو کب تک رائیگاں کرتا رہوں گا۔

چرا در دام ہمچوں مرغ ناداں
فتادہ از پئے یک دانہ گردم

ترجمہ و تشریح: میں مرغِ ناداں کی طرح ایک دانہ کے لیے (یعنی دنیائے حقیر کے لیے) کب تک اپنے کو دامِ طمع میں گرفتار رکھوں گا۔

چرا در شعلۂ ایں شمع ہستی
برائے سوختن پروانہ گردم

ترجمہ و تشریح: میں کیوں فانی ہستی کے چراغ پر نادان کی طرح اپنی ہستی کو برباد کروں۔ خلاصہ یہ کہ عشقِ حی وقیوم کسی عاشقِ حق سے سیکھنا چاہیے کہ جسے کبھی فنا نہیں اور خدا کی یاد میں نکلی ہوئی آہیں اور نکلے ہوئے آنسو بھی رائیگاں نہیں ہوتے بلکہ اشکِ محبت و خوفِ حق شہیدوں کے خون کے ہمسر ہیں۔

قطرۂ اشکِ ندامت در سجود
ہمسری خونِ شہادت می نمود

مثنوی اختؔر

جن کے قلوب کو حق تعالیٰ کا خاص تعلّق عطا ہو گیا ہے ان اولیاء کی شان یہ ہے۔

جو نکلی آہیں تو حور بن کر جو نکلے آنسو تو بن کے گوہر
یہ کون بیٹھا ہے دل کے اندر یہ کون چشمِ پُر آب میں ہے

مجذؔوب

خمش گردم چو در بازم جہاں را
یگانہ عاشق دیوانہ گردم

ترجمہ و تشریح: میں خاموش ہوں اور جہاں سے کھیلتا ہوں یعنی دنیا کو ایک کھیل سمجھتا ہوں اور تنہا عاشق دیوانہ پھرتا ہوں۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے

زبوئے یوسفے سرمست بودم
کہ حسنش ہر دمے گوید الستم

ترجمہ و تشریح: میں حق تعالیٰ کی خوشبو سے سرمست ہوں کیوں کہ (ذکر کی برکت اور مرشدِ کامل کے فیض سے) ہر وقت تجلیاتِ خاصہ کا پیہم توارد مجھے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی آواز دے رہا ہے۔

مبادم سر اگر جز تو سرے ہست
بسوزاں ہستیم گر بے تو ہستم

ترجمہ و تشریح:اے خدائے پاک! اگر میرے سر میں آپ کے علاوہ کسی کا خیال ہے تو اس سر سے مجھے بے سر کر دیجیے اور اگر آپ کے بغیر میں زندہ رہوں تو میری زندگی میں آگ لگا دیجیے۔ مولانا نے غلبۂ عشق میں یہ دعا مانگی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اے خدا! مجھے مجبورِ محبت کر دیجیے۔ یعنی میں آپ کا نہ بھی ہونا چاہوں تو بھی آپ اپنے کرم سے مجھے اپنا بنا لیجیے۔

بیا اے شمس تبریزی نظر کن
دلم را بر تو برخیرہ بہ بستم

اے شمس الدین تبریزی! مجھ پر نظرِ عنایت فرمایئے میں نے دل کو آپ کی خصوصی عنایات سے آپ کے ساتھ وابستہ کر لیا ہے۔

بیانِ اصلاحِ نفس از مکائدِ نفس

ز زندہ زہرہ را آزاد کردم
روانِ عاشقاں را شاد کردم

ترجمہ و تشریح:میں نے زہرہ کو آزاد کیا قید خانہ سے اور عاشقوں کے قافلے کو میں نے مسرور کیا۔ زہرہ نام ہے ایک ستارہ کا جو تیسرے فلک پر تاباں ہے اور رنگ اس کا سفید ہے۔ لیکن احقر کے نزدیک یہاں یہ معنٰی مراد نہیں بلکہ زہرہ سے مراد وہ عورت ہے جس پر ہاروت اور ماروت عاشق ہوگئے تھے۔ کیوں کہ سالک کی روح پر بھی نفس و شیطان (مثل ہاروت و ماروت) اظہارِ شیفتگی اور دعوت لذّتِ معاصی دیتے ہیں اور مرشدِ کامل روح کو نفس و شیطان سے آزادی دلاتا ہے اور نفس و شیطان سے خلاصی کے بعد حق تعالیٰ کے راستے پر چلنے والوں کا قافلۂ عشاق نہایت عمدہ اور احسن طریق سے

راستہ طے کرتا ہے اس وجہ سے طالبانِ حق مرشدِ کامل کے اس فیض سے (یعنی قیدِ نفس و شیطان سے آزاد ہو کر) جب وصول الی اللہ کے منازل بہ آسانی طے کر لیتے ہیں تو نہایت مسرور اور شکر گزار مرشد ہوتے ہیں۔

دہانِ اژدھا را بر دریدم
جہانِ عیش را آباد کردم

ترجمہ و تشریح: نفس کے سانپ کا منہ اور کلہ میں نے پھاڑ دیا ہے اور روح کے اندر عیش کا جہاں (تعلق مع اللہ کا عالم) میں نے آباد کیا ہے۔

ز چاہے یوسفے را بر کشیدم
چو از یعقوب مخزوں یاد کردم

ترجمہ و تشریح: حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی طرح جب ہم نے گریہ وزاری اپنے محبوبِ حقیقی کے لیے شروع کر دی تو جس طرح ان کی آہ نے اثر دکھایا اور حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو چاہِ کنعاں سے باہر نکال لیا اور لذّتِ وصال پسر سے آنکھیں پُرنور اور مسرور ہوئیں اسی طرح گریہ وزاری کر کے ہم نے بھی اپنے مولائے کریم کو راضی کر لیا اور لذّتِ قرب دوام سے ہم بھی مسرور ہیں۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

ترجمہ: کیا ہی مبارک ہیں وہ آنکھیں جو حق تعالیٰ کے لیے روتی ہیں اور کیا ہی مبارک وہ دل ہے جو ان کے لیے جلتا اور بھنتا ہے۔

زہے باغے کہ من ترتیب دادم
زہے شہرے کہ من بنیاد کردم

ترجمہ و تشریح: کیا ہی عمدہ باغ ہے کہ جس کی ہم نے ترتیب دی ہے۔ باغ سے مراد باغ قربِ الٰہی ہے۔ ترتیب سے مراد اعمالِ صالحہ کی ترتیب ہے اور کیا ہی عمدہ شہر ہے جس

کی ہم نے بنیاد ڈالی ہے۔ یہاں شہر سے مراد شہرِ عشقِ حقیقی ہے جو قلب و روح میں عارفین آباد کرتے ہیں۔

چو شیرانے کہ می غرند بر من
چو روبہہ عاجز و منقار کردم

ترجمہ وتشریح: مثل شیروں کے غراتے ہوئے مجھ پر نفس نے گناہوں کے تقاضوں سے حملہ کیا لیکن خدا کے خوف سے میں نفس کو اس طرح چت کرتا ہوں کہ اس کے تقاضوں کے شیروں کو لومڑی بنادیتا ہوں اور عاجز و درماندہ کردیتا ہوں۔ یعنی نفس کو ہماری روح شکست دے کر نافرمانی کے وبال سے محفوظ اور نورِ تقویٰ سے منوّر اور قربِ حق سے مسرور ہوگئی۔

غلام خواجہ را آزاد کردم
منم کاستاد را استاد کردم

ترجمہ وتشریح: روح جو خواجہ ہوتے ہوئے نفس کی غلام ہورہی تھی حالاں کہ تن سواری اور روح سوار ہے۔ جب روح نہ ہو تو یہ سواری بے کار ہے، روح جسم کو جدھر چاہتی ہے چلاتی ہے مگر اس سرداری کے باوجود نفسِ مکار نے گناہوں کی عارضی لذت والی لعنتی زندگی کا سبز باغ دکھا کر روح کو اپنا غلام بنالیا تھا۔ میں نے اس خواجہ کو آزادی دلائی اور وہ اس غلامی سے نجات پاگئی۔ پس میں وہ ہوں کہ استاد کو استاد بناتا ہوں یعنی خواجہ کو خواجگی دلاتا ہوں۔ ''میں'' سے بظاہر دعویٰ اور تفاخر معلوم ہوتا ہے مگر مولانا نے جو میں استعمال فرمایا یہاں مراد ہر مرشدِ کامل کی روحانیت ہے۔

عجب خاکم کہ من از آتشِ عشق
دماغ چرخ را برباد کردم

ترجمہ وتشریح: میں عجیب خاکی بشر ہوں کہ عشقِ حق کی آگ نے مجھے وہ بلندی بخشی ہے کہ آسمان کا دماغ بھی میں نے ڈھیلا کردیا یعنی اولیائے حق کی روحانی رفعت کے سامنے

افلاک بھی محوِ حیرت و سرنگوں ہیں۔

ملامت نیست چوں مستم تو کردی
بزن من نفس را منقار کردم

ترجمہ و تشریح:اے مرشد! جب آپ نے مجھے عشقِ الٰہی سے مست کر دیا تو اب مجھے ملامت کا خوف نہ رہا۔ آپ ہر طرح میرے نفس کی اصلاح کے لیے میری ڈانٹ ڈپٹ روک ٹوک فرمائیے میں نے نفس کو مغلوب اور تابع کر لیا ہے۔

دہل کوباں بروں آیئم از خود
کہ مارا عزمِ رفتن شد مصمم

ترجمہ و تشریح:ببانگِ دہل (ڈھول پیٹتے ہوئے) خوشی خوشی ملامتِ کائنات سے بے خوف ہو کر میں خودی سے بے خودی کی طرف جارہا ہوں اور میرا عزمِ سفر سیر الی اللہ کا اب پختہ ہو چکا ہے۔

دہل زن گر نباشد عید عید ست
جہاں را عید شد واللہ اعلم

ترجمہ و تشریح:اور اگر خوشی کا دن ہو اور خوشی کا نقارہ بجانے والا نہ ہو تو بھی عید کا دن تو عید ہی کا دن ہے اور عاشقوں کے لیے تو یہ سارا جہاں خوشی سے پُر ہے واللہ اعلم۔

یہاں تو ایک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
ان ہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

بیا نزدیک در رویم نظر کن
نشانی ہا نگر کز عشق دارم

ترجمہ و تشریح:اے مرشد! میرے قریب آیئے اور میرے چہرے پر غور فرمایئے

اور ان نشانیوں کو دیکھیے جو عشقِ پنہاں سے میرے چہرے پر ہویدا ہیں۔

ان کی جھلک بھی ہے مری چشمِ پُر آب میں

جو نکلی آہیں تو حور بن کر جو نکلے آنسو تو بن کے گوہر

یہ کون بیٹھا ہے دل کے اندر یہ کون چشمِ پُر آب میں ہے

بسوزم پردۂ ہفت آسماں را

اگر از آہِ دل دودے بدارم

ترجمہ و تشریح: جس وقت حق تعالیٰ کی یاد میں دل سے آہ نکلتی ہے تو اس آہِ سوزاں کے دھواں سے (جو سوختہ جانی کے سبب نکلتا ہے) میں ہفت آسمان کو جلا دیتا ہوں۔ یعنی آسمان کے حجابات میری آنکھوں سے (بوجہ غایتِ قرب و انکشاف تجلیاتِ خاصہ) دور ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سالک بزبانِ حال یہ مصرعہ پڑھتا ہے۔

مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

خزاں گر باغ و بستاں را بسوزد

بہ خنداند جہان نو بہارم

ترجمہ و تشریح: اگر یہ موسمِ خزاں باغات و بستاں و چمن کو جلا دیتا ہے تو میرے باطن کی بہار (قرب کا فیض) ایک جہانِ نو کو خندہ کرتا ہے۔ یعنی اہل اللہ کو جو قرب حق تعالیٰ کا عطا ہوتا ہے وہ ان کی زندگی کو اس قدر پُر لطف کر دیتا ہے کہ ان کے پاس جو بھی بیٹھتا ہے اگر ہزاروں غم رکھتا ہو گا تو سکون اور اطمینان کی دولت لے کر اٹھتا ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کے قلوب میں جو چین اور سکون اور اطمینان کی دولت ہوتی ہے سلاطینِ دنیا اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے کیوں کہ یہ نعمت تو اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے سے ملتی ہے، جنگ اور تلواروں سے نہیں مل سکتی۔

منم آں رند سرمست شکر خا
میان جملہ رنداں ہائے ہایم

ترجمہ وتشریح: میں ان کا وہ دیوانہ سرمست ہوں کہ تمام دیوانوں میں میری آہ پُراثر مشہور ہے۔

بدیدم عشق را سرمست می گفت
بلایم من بلایم من بلایم

ترجمہ وتشریح: میں نے عشق کو دیکھا کہ سرمست تھا اور یہ کہتا تھا کہ میں بلا ہوں۔ مراد یہ کہ عاشقی ناز پرور و نازک مزاج لوگوں کا کام نہیں، یہ ایک دریائے خون ہے جسے عبور کرنا ہے۔ اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑنا آسان نہیں۔

ترغیبِ صحبت و مجالستِ اہل اللہ

اگر تو نیستی در عاشقی خام
بیا مگریز از یارانِ بدنام

ترجمہ وتشریح: اے شخص! اگر تو خام (کچا) عاشق نہیں ہے تو ملامتِ خلق سے بے خوف ہو کر ہم یارانِ بدنام کے پاس آیا کر یعنی صوفیا و مشائخ کو چوں کہ علمائے ظاہر طعن و اعتراض کا نشانہ بناتے ہیں اس لیے تو ان کے پاس آنے سے اگر گھبرایا تو سمجھ لے کہ تو ابھی خام ہے۔ حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ لو نام الفت جو خود داریاں ہیں
بڑی ذلّتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

شیخ کی پگڑی اچھالی جائے گی
سرکشی سر سے نکالی جائے گی

زاہدوں پر مے اچھالی جائے گی
روح ان مُردوں میں ڈالی جائے گی

مراد یہ کہ زاہدِ خشک نہ بنو کہ اعمال بدون درد و محبت و عشقِ حق کے جسم بے روح ہوتے ہیں پس کسی خدا کے عاشق دیوانے متبعِ سنت و شریعت کی صحبت میں رہ کر عشق و محبت اپنی روح میں پیدا کرو۔ مے اچھالنا ایک اصطلاح ہے مراد ظاہری شراب حرام اور لعنت والی نہیں بلکہ زہدِ خشک سے طریقِ عشق میں آنا ہے۔

تو آں صیدی کہ میل دانہ داری
نباشد درجہاں یک دانہ بے دام

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! تو وہ شکار ہے کہ دانہ کا حریص ہے اور اس جہاں میں ایک دانہ بھی ایسا نہیں جو بدون جال کے ہو۔

اگر ناموس راہِ تو بگیرد
بکش او را و خونش را بیا شام

ترجمہ و تشریح: اے عاشقِ حق! اگر حق تعالیٰ کی راہ میں تجھے دنیا کی جاہ و عزت اور ناموس رکاوٹ ڈالے کہ لوگ ملّا یا دیوانہ کہیں گے تو ایسے دشمن راہِ خدا کی یعنی ناموس کی گردن اڑا دے اور اس کا خون پی لے۔

ہمارا کام ان کی یاد اور ان کی اطاعت ہے
نہ بدنامی کا خطرہ اور نہ پروائے ملامت ہے

مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عشق کی ذلّت بھی عزت ہوگئی
لی فقیری بادشاہت ہوگئی
ایک اُن سے کیا محبت ہوگئی
ساری دنیا ہی سے نفرت ہوگئی

بڑھ گیا ان سے تعلّق اور بھی
دشمنئ خلق رحمت ہوگئ

مکن ناموس با قلاش بنشیں
کہ پیشِ عاشقاں چہ خاص و چہ عام

ترجمہ و تشریح: ناموس ترک کر اور ہم قلاشوں اور مستوں کے پاس بیٹھا کر کیوں کہ عاشقوں کی مجلس میں خاص و عام کچھ نہیں۔ یعنی تفاخر و تکبر اور برتری کا احساس نہیں ہوتا سب اپنے کو فنا کیے ہوتے ہیں۔

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

مجذوب

برفتم در کنارِ شمس تبریز
گزر کردم ز خویش و باب و زبام

ترجمہ و تشریح: میں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر اور اپنے نفس سے بھی آزاد ہو کر حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے۔ یعنی مرشدِ کامل کی صحبت میں رہنے کا ارادہ کرلیا ہے۔

دربیانِ اخلاص در دوستی

بیا تا قدر یک دیگر بدانیم
کہ تا ناگہ ز یک دیگر نمانیم

ترجمہ و تشریح: اے ہم خیالِ عاشقِ حق! میرے پاس آ تاکہ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ حق تعالیٰ کی محبت و معرفت کی باتیں کرکے ایمان تازہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم

میں سے کوئی جدا ہو جاوے یعنی رحلت کرے پس زندگی کو غنیمت شمار کرو۔

چو مؤمن آئینہ مؤمن یقیں شد
چرا با آئینہ ما رو گرانیم

ترجمہ و تشریح: جب روایت حدیث کے مطابق ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے آئینہ ہے پھر ہم آپس میں دوستی و صلح اور مجالست اور شیر و شکر ہونے سے کیوں گریز کرتے ہیں اور ثقیل سمجھتے ہیں۔ مراد یہ کہ ملاقاتِ دوستاں کو بوجھ مت سمجھو۔

کریماں جاں فدائے دوست کردم
سگے بگذار باہم مرد مانیم

ترجمہ و تشریح: اہلِ کرم نے تو دوستوں پر جاں فدا کر دی، کتاپن چھوڑو ہم لوگ تو انسان ہیں۔ یعنی یہ کتے کی خصلت ہے کہ کسی کتے سے نہ ملے اور اپنے بھائی کو دیکھ کر بھونکے۔

غرض ہا تیرہ دارد دوستی را
غرض ہا را چرا از دل نرانیم

ترجمہ و تشریح: یہ خود غرضی والی دوستی، دوستی کو تاریک و بے نور و بے کیف کرتی ہے پس اللہ کے لیے مخلصانہ ملاقات کریں اور اغراضِ دنیویہ کو قلب سے نکال پھینکیں۔

چو بر گورم بخواہی بوس دادن
رُخم را بوسہ دہ اکنوں ہمانیم

ترجمہ و تشریح: اے محبوب! جب آپ کو میری قبر پر بوسہ دینا ہی ہے تو ابھی تو میں زندہ ہوں، اس زندگی میں بھی مجھ پر عنایت فرما دیجیے۔ اس وقت ایک عجیب شعر یاد آیا۔

مجھ کو نہیں امید کہ وہ صاحبِ الطاف
پہلی ہی ملاقات میں ہوجائے خفا بھی

اس شعر میں حق تعالیٰ کے الطاف و کرم کو کس لطیف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

نصیحت

احقر شارح عرض کرتا ہے کہ دنیا میں یہ دولت یعنی بے غرض دوستی صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہے اور کسی کو میسر نہیں ہے۔ یعنی اللہ والے جس سے محبت کرتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہیں برعکس تمام اہلِ دنیا کوئی نہ کوئی غرض رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب غرض پوری ہوئی ان کی دوستی میں تغیر اور زوال آجاتا ہے۔ اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ؎

مہر پاکاں درمیان جاں نشاں
دل مدہ الّا بہ مہر دلخوشاں

دل کسی کو مت دینا مگر خدا کے پاک اور مقبول بندوں کو دل دینا اور ان کی محبت کو درمیانِ جان داخل کرلینا اور اس کا ایک نفع تو یہ ہوگا کہ یہ محبت ہمیشہ قائم رہنے والی ہوگی کیوں کہ یہ بے غرض صرف اللہ کے لیے ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آخرت میں یہ محبت سایۂ عرشِ الٰہی میں جگہ دلائے گی (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے)۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تمہاری مغفرت کا ذریعہ بنے گی (بروایتِ حدیث)۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ جس ولی اللہ سے تمہیں قلبی محبت ہوگی اس کی اچھی اچھی عادتیں تمہارے اندر شعوری اور غیر شعوری طور پر آجائیں گی۔ یعنی اعمالِ ظاہرہ اور اعمالِ باطنہ دونوں سنور جاویں گے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ[10] ہر آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوجاتا ہے۔ پس اگر تمہارا خلیل فاسق ہے تو تمہارے اندر فسق کے آثار شروع ہوجائیں گے اور اگر تمہارا خلیل کوئی بندۂ مقبول ہے تو تمہارے اندر بھی مقبولیت کے اعمال و آثار شروع ہوجائیں گے من شاء فلیجرب۔ جو چاہے تجربہ کرلے۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لفظ سے پتا چلتا ہے کہ صحبت یافتہ ہونا کتنی بڑی نعمت ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اپنے اولیاء کی محبت بخشیں اور ان کی صحبت عطا فرمائیں۔

---

[10] سنن ابی داؤد: ۳۰۸/۱، باب ما یؤمر ان یجالس، ایچ ایم سعید

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ[۱۱]

اے اللہ! ہم کو اپنی محبت عطا فرما اور جو تجھ سے محبت رکھتے ہیں اپنے ان عاشقوں کی محبت بھی عطا فرما اور ہم کو ایسے اعمال کی محبت عطا فرما جو تجھ سے قریب کرنے والے ہوں۔

حلاوتِ طاعت وذکرِ محبوبِ حقیقی

دو صد افسوں دو صد داروے نافع
توئی جاں را چو من رنجور باشم

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ ہی میری بیمار و رنجور جان کے لیے باعثِ شفا ہیں یعنی جب تک میرے لیے وہ بیماری حکمت ہے آپ کی یاد کی حلاوت اس بیماری کو محسوس ہی نہیں ہونے دیتی اور جب حکمت ختم ہوئی تو آپ کا کرمِ مطلق ہم کو شفا عطا کرتا ہے۔

شوم شیریں ز لطفِ جوہر تو
اگر چوں بحر تلخ و شور باشم

ترجمہ و تشریح: اور اگر کردار و اعمال کی خرابی سے مثل دریائے شور و تلخ رسوا ہو جاتا ہوں تو آپ کا لطف و کرم مجھے توفیقِ توبہ اور اصلاحِ اعمال و اخلاق سے پھر دریائے شیریں بنا دیتا ہے۔

اگر غم ہمچو شب عالم بگیرد
چو صبح از نور تو منصور باشم

ترجمہ و تشریح: اگر رنج و غم کی تاریکی مثل رات کے تمام عالم میں پھیل جائے تب بھی مثل صبح کے میں آپ کے نور سے مدد پاتا ہوں۔

۱۱؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۷ کتابُ الدعوات، باب ما جاء فی عقدۃ التسبیح بالید، ایچ ایم سعید

بہ من شادند وقتِ صبح نیکاں
کہ پیش آہنگِ تو چوں نور باشم

ترجمہ و تشریح: آخر شب کی عبادت کے انوار جو میرے چہرے پر آپ کے قرب سے ہویدا ہوتے ہیں اس کو دیکھ کر آپ کے نیک بندے نہایت مسرور وشاداں ہوتے ہیں اور اپنی روح میں آپ کے تعلّق و قرب میں ترقی محسوس کرتے ہیں۔

بداں دورم ہمی داری ز اعدا
کہ تا از کیدِ شاں مہجور باشم

ترجمہ و تشریح: نفس و شیطان سے آپ اس لیے ہم کو دور رکھتے ہیں کہ ہم ان کے کید و مکر سے محفوظ رہیں یعنی گناہوں سے محفوظ رہیں۔

چہ غم دارم زنیشِ عقرب اے ماہ
کہ غرقِ شہد چو زنبور باشم

ترجمہ و تشریح: میں بچھّو کے ڈنک سے کیا غم کروں جب کہ میں شہد کی مکھی کی طرح شہد میں غرق ہوں۔ یعنی دنیا کا بے ہودہ غم میرے سامنے ذلیل اور بے حقیقت بن چکا ہے کیوں کہ میں نے آخرت کے لذیذ غم کو حاصل کرلیا ہے اور میں غرق یاد محبوبِ حقیقی ہو چکا ہوں۔

بیانِ عشقِ مرشد

الٰہی آں شکر لب را مدہ غم
مبادا قامت آں سرو را خم

ترجمہ و تشریح: اے خدا! میرے مرشد (غایتِ محبوبیت سے شکر لب فرمایا) کو دنیا کے غم سے محفوظ فرما اور اس قامت سرو محبوبانہ کو خم نہ کیجیو یعنی دنیا کے افکار و حوادث سے خمیدہ کمر نہ کیجیے۔ تجربہ ہے کہ زیادتیٔ غم سے کمر سیدھی نہیں رہتی۔

حکایت

احقر مؤلف نے اپنے مرشد حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے خاص عاشق مرید حضرت خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے تین باتیں دریافت کیں۔

گفتم کہ روشن از قمر
گفتا کہ رخسارِ من است

ترجمہ: حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا: اے مرشد! چاند سے زیادہ روشن کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ میرا چہرہ یعنی طالب کے لیے شیخ کا چہرہ ایسا ہی معلوم ہونا چاہیے خواہ وہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ یعنی اگر کوئی ولی کامل صاحبِ نسبت مرشد سیاہ فام بھی ہو تو اس کا چہرہ مرید کو قمر سے زیادہ روشن معلوم ہونا چاہیے۔

گفتم کہ شیریں از شکر
گفتا کہ گفتارِ من است

ترجمہ: پھر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ اے مرشد! شکر سے زیادہ میٹھی چیز کیا ہے؟ فرمایا کہ میری گفتگو۔ یعنی مرید کو اپنے مرشد کا کلام شکر سے شیریں تر معلوم ہونا چاہیے کیوں کہ شکر اور چاند مخلوق ہیں اور مرشد خالقِ شکر اور خالقِ چاند سے طالب کو ملاتا ہے۔

گفتم کہ خسرو ناتواں
گفتا پرستارِ من ست

پھر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ امیر خسرو کیا ہے؟ جواب ارشاد فرمایا کہ میرا دیوانہ ہے۔ لفظ پرستار سے وحشت نہ ہونی چاہیے کیوں کہ ہر زبان کو اس کے محاورات سے سمجھنا چاہیے۔ جس طرح صلوٰۃ کو لغت سے نہیں بلکہ اصطلاحِ شریعت سے سمجھنا چاہیے ورنہ لغت میں صلوٰۃ کا مفہوم دعا مانگنا ہے اور شریعت میں ایک خاص طریقۂ عبادت کا نام نماز ہے۔ پس اہلِ ایران شغفِ خاص اور تعلّق

شدید رکھنے والے کو پرستار بولتے ہیں۔ اکثر تنہائیوں میں جب صرف احقر اور حضرت ہوتے تو یہ باتیں حضرت والا احقر کو سنایا کرتے تھے۔

تو می دانی کہ باغِ جانِ ما اوست
مباد آں سرو جاں از باغ ما کم

ترجمہ و تشریح: اے خدا! تو جانتا ہے کہ میری روح کا باغ میرے مرشد کی صحبت کے فیض سے ہرا ابھرا اور تازہ ہے پس میری جان کے سرو کو میرے باغ سے دور نہ فرمائیے۔ یعنی مرشد کے فراق سے ہم کو محفوظ رکھیے۔

ہمیشہ تازہ و سرسبز دارش
برو افشاں کرامت ہا دمادم

ترجمہ و تشریح: اے خدا! میرے مرشد کو تازہ و سرسبز رکھیے اور ان کی روح پر ہر وقت کرامتیں برسائیے یعنی اقبال و عزت عطا فرمائیے۔

معظم دارش اندر دین و دنیا
بحقِ حرمتِ آں اسمِ اعظم

ترجمہ و تشریح: اے خدا! دین اور دنیا میں میرے مرشد کو معظم (بزرگ ترین شخصیت) رکھیے اور یہ دعا اپنے اسمِ اعظم کی برکت سے قبول فرمائیے۔

وجودش در بنی آدم غریب است
بدو صد فخر وارد جانِ آدم

ترجمہ و تشریح: میرے مرشد کا وجود مخلوقات میں اہم وجود ہے اور روحِ انسانیت ان کی ہستی پر فخر کرتی ہے (بوجہ کمالاتِ انسانیت کے)۔

مخلد دار او را ہمچو جنت
کہ او نعمائے جناتست باہم

ترجمہ و تشریح: مثلِ جنت کے میرے مرشد کو بھی حیاتِ جاودانی عطا فرمائیے کہ میرا مرشد بھی ہمارے لیے جنت کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یعنی جنت تک پہنچانے والا ہے (اصلاحِ اخلاق و اعمال کے ذریعے)۔

دعا ہائے کہ آں برلب نیاید
کہ بر اوصافِ روحت آں مقسم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! بہت سی دعا ہائے ناگفتہ لب ہمارے قلب میں مخفی ہیں اور آپ کی روحِ مبارک کے اوصاف پر تقسیم ہو چکی ہیں۔ (یعنی دل آپ کے فیضانِ روحانی کو محسوس کرتا رہتا ہے اور دعائیں دیتا رہتا ہے۔)

صلاحِ دین و دنیا ما چو اویست
بادا دولتش باقی بعالم

ترجمہ و تشریح: جبکہ دین و دنیا کی اصلاح کا ذریعہ ہمارا مرشد ہے تو اے خدا! تو اس مبارک ہستی کو عالم میں باقی رکھیو۔ (یہ دعائے برکتِ عمر ہے)

تمنائے لقائے مرشد

بیا تا عاشقی از سر بگیرم
سر و پائے جہاں در زر بگیرم

ترجمہ و تشریح: ایک بار اچانک بدون اطلاع حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ شام روانہ ہو گئے۔ مولانا نے صبح جب مرشد کو نہ پایا نہایت پریشان ہوئے اور اسی حالت میں غالباً یہ اشعار موزوں ہوئے ہیں۔ چناں چہ فرماتے ہیں کہ اے محبوب مرشد! آیئے تاکہ ہم عشق باللہ کا کام شروع کریں (سر سے شروع کرنا محاورہ ہے) اور عشقِ حق کی شان یہ ہے کہ عاشق پر ذاتِ حق غیر محدود کے آثار مرتب ہونے سے وہ تمام آفاقِ عالم کو

اپنے دائرۂ خیال سے محیط ہوتا ہے۔ پس مولانا فرماتے ہیں کہ آؤ جہاں کے پاؤں و سر کو میدانِ عشقِ حق بنالیں چوں کہ مؤمن کے لیے تمام کائنات سجدہ گاہِ رب ہے اس لیے پوری کائنات اس کے لیے میدانِ عبادت و میدانِ محبت و معرفت ہے۔

بیا تا در جوارِ عشق باشم
نسیم از مشک و از عنبر بگیرم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! آیئے تاکہ ہم آپ کے عشقِ تام سے استفادہ کرنے کے سبب جوارِ عشق الٰہی میں مقیم رہیں اور محبوبِ حقیقی کی نسیم قرب سے مشک و عنبر کی خوشبو حاصل کریں۔

زمین و دشت و کوہ و باغ جاں را
ہمہ در حُلّۂ اخضر بگیرم

ترجمہ و تشریح: اور زمین، جنگل، پہاڑ اور باغ کو اپنی جان مضطر کے لیے ذکر محبوب کے فیض سے حُلّۂ اخضر بنالیں۔ یعنی سرسبز و شاداب بنالیں۔

چو لالہ از شراب لامکانے
بکف خود مئے احمر بگیرم

ترجمہ و تشریح: اور مثل لالہ کے شراب لامکاں سے (نور محبت و معرفت حق سے) اپنے ہاتھ میں جام معرفت احمر (تیز والی) رکھیں۔

گہے در گیرم و در بام گیرم
چو بینم روئے تو آرام گیرم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! آپ کی جدائی میں کبھی دروازے پر کھڑا منتظر ہوں کبھی بالاخانہ سے جھانکتا ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ میں آپ کی جدائی سے بے حد مضطر ہوں۔ جب آپ کے چہرۂ انور کو دیکھوں گا تبھی آرام و قرار و سکون پاؤں گا۔

دلم از غم گریباں می دراند
کہ کے داماں آں خوش نام گیرم

ترجمہ و تشریح: میرا دل شدت فراق سے میرا گریبان پھاڑے ڈالتا ہے اور مجھے مضطر کیے ہوئے ہے کہ میں کب اے مرشد! آپ کا دامن ہاتھ میں پکڑوں۔

چو زلف انداختہ ساقی در آید
بدستے زلف و دستے جام گیرم

ترجمہ و تشریح: یہاں ظاہر مفہوم مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر مرشد ظاہر الکرم ہو گا تو ہمارے ایک ہاتھ میں اس کی عنایت و کرم کا جام ہو گا اور ایک ہاتھ میں جام معرفت ہو گا۔

و گر در خرقۂ صوفی در آمد
شوم حاجی و راہ شام گیرم

ترجمہ و تشریح: اور اگر ساقی صوفی کا لباس و خرقہ پہن کر آئے گا تو میں بھی حاجی بن جاؤں گا اور راہ شام اس کی معیت میں اختیار کروں گا۔ یعنی مرشد کی ہمراہی اختیار کروں گا۔ ساقی سے مراد مرشد ہے۔

و گر چوں مرغ اندر دل بہ پرد
شوم صیاد و مرغاں دام گیرم

ترجمہ و تشریح: اور اگر ساقی میرے قلب میں مثل مرغ اڑے گا (یعنی یاد مرشد مجھے بے چین کرے گی) تو میں بھی صیاد بن کر پرندوں کا شکار کروں گا۔ یعنی طالبان حق کو دعوۃ الی اللہ پیش کروں گا۔

بیا کز عشق تو دیوانہ گشتم
وگر گنجے بدم ویرانہ گشتم

ترجمہ و تشریح: آیئے اے مرشد! آپ کے عشق نے تو مجھے دیوانہ کر دیا اور اگر میں خزانہ تھا تو آپ کے عشق نے تو مجھے ویرانہ بنادیا ہے۔ مراد یہ کہ آپ کی محبت نے مجھے میری صفات علم و منطق و فلسفہ سے بیگانہ کر رکھا ہے اور میری مذموم انا کو فنائے محمود بخشا ہے۔

ز عشق تو ز خان و ما بریدم
بدرد عشق تو ہم خانہ گشتم

ترجمہ و تشریح: آپ کی محبت سے میں اپنے مال و متاع اور گھر سے دست بردار ہو گیا ہوں۔ آپ کے درد محبت سے میں ہم خانہ ہو گیا ہوں یعنی آپ کا درد محبت میرا ہم نشین و رفیق بن گیا ہے۔

چناں کاہل بدم کز حد بروں بود
چو دیدم روئے تو مردانہ گشتم

ترجمہ و تشریح: میری کاہلی و سستی تو حد سے گزر گئی تھی لیکن آپ کے چہرۂ انور کی زیارت سے مردانہ ہو گیا ہوں یعنی طاقت و چستی آگئی ہے۔

ہر چند پیر و خستہ وبس ناتواں شدم
ہر گہہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

ترجمہ: ہر چند میں بوڑھا و ناتواں اور خستہ ہوں لیکن جب آپ کو دیکھتا ہوں تو مثل جوان طاقت ور ہو جاتا ہوں۔

ترا بہتر ز خویش و خویش دیدم
ز خویش از بہرِ تو بیگانہ گشتم

ترجمہ: آپ کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور آپ کے لیے خود کو خود سے بیگانہ پاتا ہوں۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یک تنِ بیگانہ کاشنا باشد

ترجمہ: ہزار اپنے ہوں جو خدا سے بیگانے ہیں بے کار ہیں اور میں اس بیگانے پر فدا ہوں جو خدا کا آشنا ہے اگرچہ میرا اس سے وطنیت یا علاقائیت یا خاندان کا کوئی رشتہ نہیں۔

ز عکس شمس تبریزے حقایق
بماندم مسجد و میخانہ گشتم

ترجمہ و تشریح: حضرت شمس الدین تبریزی کے فیضِ روحانی سے وہ جلال الدین رومی جو پہلے زاہد خشک تھا اب عاشقِ حق ہو گیا اور اخلاص و درد کی حلاوت سے اب ایمان و اسلام درجۂ احسان میں عطا ہو گیا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں لفظ میخانہ سے مراد طریقِ عشق ہے جس کو وہ طریقِ زہد خشک کے مقابلے میں استعمال کرتے ہیں۔

انتباہ: واضح رہے کہ ہر فن کو اس کے اصطلاحی لفظ سے سمجھنے کے بجائے محض لغت کے مفہوم کو بنیاد بنا کر بزرگوں کے کلام پر اعتراض کرنا شرعاً ظلم کے علاوہ عقلاً بھی ناانصافی ہے۔

تفویض و تسلیم

کارِ مرا چو او کند کارِ دگر چرا کنم
چوں کہ چشیدم از لبش یادِ شکر چرا کنم

ترجمہ و تشریح: جب حق تعالیٰ ہمارا کام اپنے کرم سے بنا دیتے ہیں تو پھر ہم اغیار کی خوشامد یا غیرِ حق میں مشغولی کیوں اختیار کریں۔ جب خالقِ شکر کی یاد سے میں حلاوتِ قرب حاصل کر رہا ہوں تو پھر شکر کو کیوں یاد کروں۔

از گلزار چوں روم جانب خار چوں شوم
از پئے شب چو مرغ شب ترک سحر چرا کنم

ترجمہ و تشریح: جب توفیقِ خداوندی سے میں اعمالِ قرب و رضا اختیار کرکے گلزارِ قرب میں ہوں تو پھر غیر حق کی طرف التفات کرکے کانٹوں کی طرف کیوں جاؤں۔ اور میں رات کی خاطر مثل خفاش (شب پرست پرندہ یعنی چمگادڑ) کے ترکِ سحر یعنی روشنی سے رو گردانی کیوں کروں۔

بادہ اگر چہ می خورم عقل نہ رفت از سرم
گلشنے چو بہشت را زیر و زبر چرا کنم

ترجمہ و تشریح: بادۂ معرفت پینے کے باوجود میرا سر عقل و حواس سے محروم ہونے کے بجائے اور صاحبِ عقل ہو گیا پس میں حق تعالیٰ کی محبت کے اس چمن و بہشت کو دنیا کے عوض کیسے نظر انداز کروں۔

انتباہ: دنیا کی شراب لعنت والی عقل کو اڑاتی ہے اور خدا کے پاک بندے ذکر اللہ کی کثرت اور اتباعِ سنت کے اہتمام سے خمِ نبوت سے جو اللہ کی شرابِ محبت پیتے ہیں وہ پاک مے عقل کو نورانی اور کامل بناتی ہے اور پینے کا لفظ بھی یہاں مجازاً استعمال ہوا ہے ورنہ پینے سے مراد صرف یہی ہے کہ کثرتِ ذکر و دوامِ ذکر سے ارواح و قلوب عارفین و سالکین پر کیفیاتِ خاصہ کا طریان ہوتا ہے اور جس کی لذت و مستی پر وہ حضرات ہفت اقلیم فدا کرنا چاہتے ہیں بلکہ جان بھی فدا کرنے کے لیے مضطر رہتے ہیں۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

مجذوب

اسی کو عارف رومی فرماتے ہیں۔

نہ تنہا اندریں میخانہ مستم
ازیں مے ہمچو من بسیار شد مست
ازیں مے جرعۂ پاکاں چشیدند
جنید و شبلی و عطار شد مست

۱) میں ہی تنہا اس میخانہ میں مست نہیں ہوں اس جام معرفت سے بہت سے اولیاء میری طرح سرشار و مست ہیں۔

۲) اس بادۂ معرفت سے پاک بندوں نے ایک جرعہ پیا ہے اور اسی سے حضرت جنید و شبلی و عطار مست ہوئے ہیں۔

چوں کہ کمر بہ بستہ ام بہر چناں مہے بجد
از پئے ہر ستارۂ ترک قمر چرا کنم

ترجمہ و تشریح: جب میں نے کمر باندھ لی اس چاند کی تلاش کے لیے (یعنی وصول الی الحق کے لیے) تو پھر ہر ستارہ کی خاطر تلاش قمر کو کیوں ترک کروں۔ یعنی فانی حسینوں کے عارضی حسن کو دیکھ کر میں اگر حق تعالیٰ سے غافل ہوا تو میری مثال ایسی ہوگی کہ کوئی آفتاب کے عکس کو دیوار پر دیکھے اور دیوار کی روشنی پر فدا ہو جائے تو حیران اور غم زدہ کفِ افسوس ملتا ہوا اپنی رائیگاں عمر پر نوحہ خواں ہو۔ پس دنیا کے ان حسینوں کا حسن دراصل ہمارے امتحان کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے ایک مستعار عکس ہے، کچھ دن کے بعد چہرے کی چمک دمک خاک میں مل جاتی ہے اور شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پس جو حکمِ خدا سے اپنی آنکھیں ان حسینوں سے بچائے گا مطابق وعدۂ حدیث دل میں خوشی اور حلاوت ایمان کی پائے گا۔ اور جو ان کے حسن کو دیکھے گا وہ دشمن شیطان کے جال میں پھنس کر پریشان ہوگا۔ کیوں کہ حدیث میں عورتوں کو شیطان کی رسیاں فرمایا ہے کہ شیطان اپنا شکار ان ہی عورتوں کے ذریعے کرتا ہے اور حسین لڑکے عورتوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیوں کہ عورتوں سے تو کچھ آدمی کو بدنامی کا خطرہ ہوتا ہے اور لڑکوں سے بے خوف ملاقات آسان ہوتی ہے۔ آہ! کتنے لوگ عشقِ مجازی کے عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے اوپر سکون و اطمینان اور آرام والی نیند کو حرام کر چکے ہیں، حق تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

احقر کا شعر ان کے عارضی ہونے پر ملاحظہ ہو۔

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

آہ! کتنے لوگ ایسے ہیں جنھوں نے عورتوں یا لڑکوں کے عشق سے یا ہاتھ سے منی نکالنے کی خبیث عادتوں سے اپنے کو اس قدر تباہ کرلیا کہ وہ شادی کے قابل نہ رہے اور دنیا ہی میں ان کو سزا بھگتنی پڑی۔ اور پیشاب کے قطروں کی شکایت بھی ایسے لوگوں کو اس قدر ہوتی ہے کہ پاک رہنا مشکل ہوتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جب بچہ دس سال کا ہو اسی وقت سے اس کو ان خبیث عادتوں سے اور ان کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا جاوے۔ ورنہ صحت کی محرومی کے ساتھ علم سے بھی محرومی ہوجاتی ہے اور زندگی بھر تقویٰ حاصل ہونا نہایت مشکل ہوجاتا ہے۔

دل ز سخن ملول شد و ز خمشی خمول شد
چوں رہ امن یافتم یاد خطر چرا کنم

ترجمہ و تشریح: دل تو زیادتیٔ سخن سے افسردہ ہوگا اور خاموشی سے زیادہ سے زیادہ گم نامی ہوگی پس کیوں نہ راہِ خطر سے بچا جاوے جب کہ امن و بے خطر راہ سکوت کی ہے۔ یعنی کثرتِ کلام سے احتیاط چاہیے۔ مراد یہ کہ غیر مفید گفتگو سے بچے۔

حضوری مع الحق

چوں رخِ آفتاب شد دور ز دیدۂ زمیں
جامہ سیاہ می کند شب ز فراق لا جرم

ترجمہ و تشریح: جب آفتاب زمین کی آنکھوں سے روپوش ہوگیا تو رات سورج کی جدائی سے جامۂ سیاہ پہن لیتی ہے اسی طرح قلب کے محاذات سے جب تجلیٔ خورشیدِ حق کا استتار ہوجاتا ہے تو سالک پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں۔

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بود

ترجمہ: سالک کے قلب پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں جب اسے باطنی نور کے باغ سے ذرا بھی کمی محسوس ہوتی ہے۔

خورچو بہ صبح سر زند جامہ سپید کرد روز

اے رُخت آفتاب جاں دور مشو ز محضرم

ترجمہ و تشریح: آفتابِ صبح طلوع ہوتا ہے تو دن کو نور کا لباس عطا ہوتا ہے۔ آپ کا چہرہ میری روح کا خورشید ہے پس اے میری جان کے آفتاب! اپنے چہرے کو میری محاذات سے محجوب نہ فرمایئے۔

چو ز تو دور می روم غیرتِ خاک تیرہ ام

چوں برسم بہ ماہ نور رونق چرخ اخضرم

ترجمہ و تشریح: اے میری جان کے آفتاب! آپ کی دوری سے تو قلب میں ایسی تاریکی پیدا ہو جاتی ہے کہ خاک تیرہ کو بھی مجھ سے غیرت آتی ہے اور جب آپ کا نورِ پاک میری روح و قلب کو تاباں اور روشن کرتا ہے تو آسمان نیلی فام کے لیے میں رونق بن جاتا ہوں۔

داروے فربہی ز تو یافت زمین و آسماں

تربیتے نما مرا از برخود کہ لاغرم

ترجمہ و تشریح: آسمان اور زمین نے آپ ہی سے وجود اور رونقِ وجود پایا ہے پس ہماری بھی تربیت اپنے خصوصی کرم سے فرمایئے کہ روحانی اعتبار سے ہم لاغر ہیں یعنی اعمال و اخلاق میں نہایت نااہل ہیں ہمیں اچھے اخلاق و اعمال کی توفیق بخش دیجیے۔

دربیانِ صحبت و مجالستِ مرشدِ کامل

باز آمدم خراماں تاپیش تو بہ میرم

اے بارہا خزیدہ در غصہ و زحیرم

ترجمہ و تشریح: اے محبوب مرشد! آپ کے پاس خراماں خوش خوش حاضر ہو گیا تاکہ آپ کے قدموں ہی میں مجھے موت آوے۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

میں آپ سے دور رہ کر اپنے غصہ و دیگر روحانی بیماریوں میں تباہ ہو رہا ہوں۔

من چو زمین خشکم فضل تو ابرو مشکم
جز وعدِ تو نخواہم جز حفدِ تو نگیرم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! میں مثل خشک زمین ہوں اور آپ کے عنایات و فیوض اور آپ کی قلبی دعائیں میری بنجر زمین قلب کے لیے ابرِ باراں ہے اور بوئے محبوب آپ سے پاتا ہوں بس آپ کے وعدۂ کرم اور آپ کی خدمات کے سوا مجھے کچھ نہ چاہیے۔

حلِّ لغت: حفد: جلد خدمت بجالانا۔

اے جان جان مستاں زنہار تنگ دستاں
در جنتِ جمالت من غرق شہد و شیرم

ترجمہ و تشریح: اے مستانِ خدا کے جانِ جاں! ہم تنگ دستوں سے یعنی تہی دامنوں سے جو اخلاق و اعمال سے صفر الید ہیں بے پروائی نہ فرمایئے۔ میں آپ کے روحانی جمال یعنی آپ کی نسبت مع اللہ کی بہاروں کے چمن میں غرق شہد و شیر ہوں۔ یعنی آپ کی نسبت اس قدر قوی النور اور متعدی ہے کہ ہماری جانیں بھی صاحبِ نسبت ہوئی جارہی ہیں۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

انتباہ: میرے مرشد حضرت شیخ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کی محبت مفتاح ہے تمام مقاماتِ سلوک کی۔ یعنی پیر کی محبت سے حق تعالیٰ کے راستے کی منزلیں بہ آسانی طے ہو جاتی ہیں۔ احقر عرض کرتا ہے کہ مرشد سے مراد مرشدِ کامل ہے جس کی علامات یہ ہیں کہ سنت اور شریعت کا پورا پورا پابند ہو اور کسی متبعِ سنت بزرگ کا مجاز و خلیفہ ہو اور اس وقت کے صلحاء اس سے حسن ظن رکھتے ہوں اور اس کی مجلس میں بیٹھنے سے حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی آخرت کی فکر، گناہوں سے بے رغبتی، نیک اعمال کا شوق، دنیا کی بے وقعتی پیدا ہو۔ جب ایسا مرشد مل جاوے پھر خدائے پاک کی طرف سے اس کو عظیم دولت و نعمت سمجھ کر شکر بجا لاوے اور دل و جان و مال و متاع سے اس پر فدا و قربان رہے اور مرشد کا اصل حق اس کو اپنی ہر حالتِ نیک و بد سے آگاہ کرنا اور اس کی ہدایات پر عمل کرنا ہے۔

شیخ کے ہیں تین حق رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتباع و انقیاد

خوشتر اسیرئے تو صد بار از امیرے
خاص آں زماں کہ گوئی خستہ دل اسیرم

اے مرشد! سینکڑوں بار ترک سرداری کر کے آپ کی غلامی کی زنجیر میں گرفتار ہو کر مسرور و شاداں ہوں بالخصوص وہ وقت نہایت ہی قابلِ فخر و مسرت میرے لیے ہوتا ہے جب آپ کا کرم مجھے اے خستہ دل اسیر سے خطاب کرتا ہے۔

خاکے بہ تو رسیدہ بہہ از مہے دمیدہ
خاصہ دمے کہ گوئی کاے بے نوا فقیرم

ترجمہ و تشریح: اے خدا! جو خاکی تن آپ تک رسائی حاصل کر لے وہ اس روشن قمر

سے بہتر ہے جو فلک پر تاباں ہے بالخصوص جب آپ کا کرم اس خاکی تن کو اے بے نوا فقیر سے خطاب فرمائے تو پھر آپ کے عاشقوں کو جو لطف آتا ہے وہ احاطۂ بیان و تحریر سے باہر ہے۔

خاکے بدم ز یادت بالا گرفت خاکم
بے تو کجا روم من ہستی تو ناگزیرم

ترجمہ و تشریح:اے خدا! میں خاکی تھا آپ کی عنایات سے میری خاک آپ کے قرب سے بالاتر ہو گئی۔ آپ کے بغیر میری زندگی موت ہے۔

تا خوانِ تو بدیدم آزاد از ثریدم
تا پیشِ تو رسیدم از خویش در نفیرم

ترجمہ و تشریح:اے خدا! جب سے آپ کا خوانِ کرم روحانی مشاہدہ کرلیا تو آپ کے قرب کی لذّت و حلاوت کے سامنے میں اپنے تن من کا ثرید بھول گیا۔ جب سے آپ کی تجلّیاتِ قرب کا مشاہدہ کیا اپنی ذات سے بے پرواہوں یعنی خود کو بھول گیا۔

در قعدہ ام سلامے آخر قرین من کن
تا بے سلام نبود ایں قعدۂ اخیرم

ترجمہ و تشریح:اے خدا! میں قعدہ میں ہوں (یعنی زندگی کا آخری حصہ ہے) پس میرے قعدہ کے آخری حصے کو سلام عطا فرمائیے۔ میری زندگی کے قعدہ کو بے سلام نہ فرمائیے اور حسن خاتمہ مرحمت فرما دیجیے، مراد یہ کہ جس طرح نماز کا خاتمہ سلام سے ہوتا ہے اسی طرح میرا خاتمہ بھی اچھا کر دیجیے۔

من کف چرا نہ کوبم چوں در کف ست چوبم
من پا چرا نہ کوبم چوں ہم شدست زیرم

ترجمہ و تشریح:میں کیوں خوشی نہ مناؤں کہ جب ہاتھ میں آپ کے قرب کی نعمت ہے

اور میں جب پستی سے عبدیت کی بلندی پارہاہوں تو کیوں نہ خوشی سے کودوں۔

حل لغات: زیر: آواز باریک وپست۔ بم: آواز غلیظ وبلند۔ (غیاث)

تبریز شمس دیں را از ما رساں تو خدمت
خدمت بہ مشرقے بر کز رُوش مستنیرم

ترجمہ و تشریح: اے شمس دین تبریزی! مجھے اپنی خدمت کا موقع عنایت فرمائیے۔ میرے قلب کا چاند جس خورشید سے اخذ نور اور استفادۂ نور کررہا ہے اس خورشید کی خدمت مجھے عنایت کیجیے۔

منم آں نیازمندے کہ بہ تو نیاز دارم
غم چوں تو نازنینے بہ ہزار ناز دارم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! میں صرف آپ ہی کا نیاز مند ہوں اور آپ جیسے محبوب عبد کامل کی غلامی پر میں ہزاروں ناز کرتا ہوں۔

توئی آفتاب و چشمم بہ جمال تست روشن
اگر از تو باز گردم بہ کہ چشم باز دارم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! ہمارے باطن کے لیے آپ ہی آفتاب ہیں۔ میری باطنی آنکھیں آپ ہی کے فیوض روحانی سے روشن ہیں اگر آپ سے محروم ملاقات ہوں گا تو یہ آنکھیں آپ کے علاوہ کس کو دیکھنا گوارا کریں گی۔

ارشاد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ شیخ کے ساتھ ایسا حسن ظن ہو کہ اس سے بڑھ کر روئے زمین پر کسی اور کو اپنے لیے مفید نہ سمجھے۔ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرمایا کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک ہی مجلس میں اکابر اولیائے کرام سلف مثل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ و خواجہ معین الدین چشتی

رحمۃ اللہ علیہم وغیر ہم بیٹھے ہوں اور اسی مجلس میں ہمارے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی بیٹھے ہوں تو میں سوائے حضرت حاجی صاحب کے اور کسی کی طرف نہ متوجہ ہوں گا کیوں کہ ہماری روحانی پرورش تو ان ہی کے ہاتھوں ہوئی۔ہاں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکابر کی طرف متوجہ رہیں کہ وہ سب ان کے بڑے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات اپنے مرشد کا کس درجہ ادب اور کس درجہ حسن اعتقاد رکھتے تھے۔

غم دل نہ گویم اے جاں کہ سخن در از گردد
کنم ایں حدیث کو نہہ کہ رفیق راز دارم

ترجمہ و تشریح: دل کا غم اے میری جان! اب نہ بیان کروں گا کہ مضمون دراز ہوا جاتا ہے اب اس گفتگوئے درد کو مختصر کرتا ہوں تاکہ ان کو رفیق راز رکھوں۔

دربیانِ فیضِ مرشدِ کامل

بہ سفر توئی فتوحم بہ سحر توئی صبوحم
بہ دلم توئی بہشتم بہ عمل توئی ثوابم

ترجمہ و تشریح: اے خدائے پاک! آپ ہی میرے لیے سفر میں فتوح ہیں یعنی آپ ہی کا قرب مقصود اور باعثِ سرور ہے اور بوقتِ سحر آپ ہی کی یاد ہمارا جامِ صبوح ہے اور قلب میں آپ ہی کا تعلق میرے لیے بہشت ہے اور اعمال سے آپ ہی کی رضا ہمارا ثواب ہے۔

حلِّ لغات: فتوح: کشایش روزی و خوشی۔

گویند سوز آتش باشد نصیبِ کافر
محروم ز آتش تو جز بولہب ندیدم

ترجمہ و تشریح: لوگ کہتے ہیں کہ آگ کافروں کے لیے ہے اور میں نے ابولہب کو سب

سے بڑھ کر آپ کی آتشِ محبت سے محروم دیکھا۔

من بر دریچۂ دل بس گوشِ جاں نہادم
رازِ نہاں شنیدم دنداں و لب ندیدم

ترجمہ و تشریح: میں نے قلب کے دریچہ پر اپنی روح کا کان لگا رکھا ہے اور عالم قربِ خداوندی کے اسرارِ مخفیہ کو ہاتفِ غیبی بے دندان و بے لب سے سنا ہے۔

بر بندہ ناگہانے کردے نثارِ رحمت
جز لطفِ بے حد تو آں را سبب ندیدم

ترجمہ و تشریح: اس گناہ گار بندہ پر اچانک حق تعالیٰ کی رحمت نے بارش فرمائی۔ اے خدائے پاک! اس رحمت کا سبب بجز آپ کے کرم و لطف کے اور کچھ نہیں۔

اے ساقی گزیدہ مانندت اے دو دیدہ
اندر عجم نیابد اندر عرب ندیدم

ترجمہ و تشریح: اے مرشدِ کامل شمس دین تبریزی! اس زمانہ میں آپ سے بڑھ کر بافیض ہم نے اپنی جستجو میں عرب و عجم کے اندر نہ پایا۔

چنداں بریز بادہ کز خود شوم پیادہ
کاندر خودی ہستی غیر از تعب ندیدم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! مجھے جام قرب و عرفان اس قدر پلا دیجیے کہ میری انا فنا سے تبدیل ہو جاوے۔ کیوں کہ تکبر اور خود بینی میں بجز عذاب روح و رسوائی کے میں نے کچھ نہ دیکھا۔

جز در جمال شہرت جائے حزن نیامد
جز در خمول وحدت طائے طرب ندیدم

ترجمہ و تشریح: آپ ہی کے جمال کا غم دراصل غم جاودانی اور لذیذ تر اور باعث کامرانی ہے (یہ غم دنیا میں کہیں نہیں ملتا بجز آپ کے خاصان کے) اور آپ کے ساتھ تنہائی میں ذکر و فکر کی مشغولی کے سوا دنیا میں کہیں عیش نہیں۔

اے شمس و اے قمر تو اے شہد و اے شکر تو

اے مادر و پدر تو جز تو نسب ندیدم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! آپ ہی ہمارے شمس و قمر ہیں اور آپ ہی ہمارے شہد و شکر ہیں اور آپ ہی ہمارے روحانی ماں باپ ہیں آپ جیسا عالی نسب میں نے کہیں نہ دیکھا۔

اے شاہ شمس تبریز اے اصل و فضل دل ہا

بے بصرۂ وجودت من یک رطب ندیدم

ترجمہ و تشریح: اے شاہ شمس تبریز! اے قلوب طالبین و سالکین کے لیے باب فضل و رحمت آپ ہمارے لیے معرفت کی کھجوروں کے بصرہ ہیں۔

دربیانِ عشقِ حقیقی

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

ترجمہ و تشریح: چوں کہ میں آپ جیسے آفتاب کا غلام ہوں تو میں آفتاب کی روشنی کی باتیں کرتا ہوں۔ نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا غلام ہوں کہ خواب کی باتیں کروں۔

انتباہ: یہ شعر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان لوگوں کو لکھا کرتے تھے جو خوابوں ہی کے چکر میں مبتلا رہتے تھے، اور ارشاد فرمایا کہ لوگ خواب سے بہت ڈرتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ہر رات کو خواب میں اپنے کو دوزخ میں جلتا ہوا دیکھے اور جاگتے ہوئے اعمال سنت و شریعت کے مطابق اختیار کرتا ہے تو ان شاء اللہ وہ

جنت میں جاوے گا۔ہاں جب بُرا خواب دیکھے تو اٹھ کر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر بائیں طرف تھتکار دے اور بے فکر ہو جاوے۔

بقدم چو آفتابم بہ خراب ہا بتابم
بگریزم از عمارت سخن خراب گویم

ترجمہ و تشریح:جب میری رفتار سنت کے مطابق ہے تو میں سنت کے آفتاب سے ویرانوں میں بھی روشن ہوں اور میں عیش و تن پروری سے گریزاں گفتگوئے مجاہدات وخرابیِ تن کرتا ہوں کیوں کہ ویرانیٔ تن یعنی خواہشات کے قلعہ کو ڈھانے ہی سے روح نور قربِ خداوندی سے روشن ہوتی ہے گویا تعمیرِ روح موقوف ہے تخریبِ تن پر۔

ز جبین زعفرانی کر و فر لالہ گیرم
بہ سرشک ارغوانی صفت سحاب گویم

ترجمہ و تشریح:اے مرشد! آپ کی زعفرانی پیشانی سے میں گلِ لالہ کی شان و شوکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کے ارغوانی اشکِ محبت سے صفت سحاب بیان کرتا ہوں۔

حلِّ لغت:سرشک:قطرۂ اشک (غیاث)۔

حکایت

ہمارے مرشد حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں ہاتھوں سے اپنے آنسوؤں کو تمام چہرہ اور آنکھوں پر ملتے ہوئے تمام داڑھی پر مل لیا کرتے تھے۔ اور یہ ارشاد اس وقت فرماتے جب اپنے آنسوؤں کو اسی طرح چہرۂ مبارک پر ملتے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حکایاتِ صحابہ مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہ روایت منقول ہے کہ خدا کے خوف سے نکلے ہوئے آنسو جہاں تک لگ جاویں گے دوزخ کی آگ اس حصے پر حرام ہوگی اور اسی روایت کے پیشِ نظر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ وہ آنسوؤں کو چہرے اور داڑھی پر مل لیا کرتے تھے۔

حکایت

ایک بار حضرت مرشدنا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف پڑھانے مدرسہ بیت العلوم جارہے تھے، راستے میں تلاوت شریف کا معمول تھا، درمیانِ تلاوت توقف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ حکیم اختر! جب دعا میں رونا آجائے تو سمجھ لو کہ دعا قبول ہوگئی۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ قبولیت کی تین قسمیں ہیں:

۱) دنیا ہی میں اسی وقت عطا ہو جاوے۔

۲) دنیا میں ملے مگر تاخیر سے ملے۔

۳) دنیا میں نہ عطا ہو آخرت میں عطا فرمائیں۔ اور وہ رحیم و حکیم ذات اپنے بندوں کی تربیت کی حکمتوں سے زیادہ باخبر ہے۔

حکایت

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ مجھے اپنی دعا کی قبولیت کا پتا چل جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: کس طرح؟ فرمایا کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہو جائیں، دل دھڑکنے لگے اور آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں تو سمجھ لو کہ وہ دعا قبول ہوگئی۔

چو ز آفتاب زادم بخدا کہ کیقبادم

نہ زنیرم ز زہرہ نہ ز ماہتاب گویم

ترجمہ و تشریح: جب میری پرورشِ روحانی آفتابِ دین (شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ) سے ہوئی ہے تو بخدا کیقباد سے (جو عظیم الشان بادشاہ ایران میں گزرا ہے) کم نہیں ہوں یعنی نسبت مع الحق کی دولت بڑی دولت ہے کیقباد کیا ہفت اقلیم کی دولت بھی اس کے سامنے بے وقعت ہے۔

حلِّ لغت: کیقباد: عظیم الشان بادشاہ ایران میں گزرا ہے (غیاث)۔

چو برد دلم ز دستم بکند خموش و مستم
چو بہ من رسد حسامش سخن از قراب گویم

ترجمہ و تشریح: جب میرے مرشد نے میرا دل خرید لیا تو مجھے خاموش رہنے کا حکم دے رہا ہے اور میں مست ہوں کیوں کہ جب میرے مرشد کی طرف سے تیغِ محبت مجھ تک واصل ہوچکی ہے تو میں اب میانِ تیغ کی گفتگو کروں گا۔ یعنی جس طرح تیغ میان میں ہوتی ہے اور آپس میں علاقہ ظرف و مظروف کا ہوتا ہے اسی طرح میرا دل اپنے مرشد کے لیے مثل میان کے ہے اور وہ میرے دل میں ہیں۔

حلِّ لغات: حسام: تلوار، قراب: نیامِ تیغ (غیاث)۔

حقائق واسرار و معارف

خبرے اگر شنیدی ز جمالِ حسن یارم
سرمست گفتہ باشم من زیں خبر ندارم

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! اگر تو نے مجھ سے میرے محبوب مرشد شمس الدین کے کمالات کا بیان سنا ہے تو میں نے دیوانگی اور وارفتگی میں بیان کیا ہو گا مجھے اپنے مضمونِ بیان کی کچھ خبر نہیں۔

تو بیاز ما گلے را بہ تگ زمیں نہاں کن
بہ بہار سربر آرد کہ من آں قمر عذارم

ترجمہ و تشریح: تو بھی اے مخاطب! اگر میرے گل (مرشد کی محبت) کو اپنے قلب کی زمین میں پوشیدہ کرلے تو تیرے اندر سے بہارِ معرفت و محبتِ الٰہیہ رونما ہو کر میرے شمس کی کرامت کا اظہار کرے گی کہ میں فلاں قمر عذار کا فیض ہوں۔

حلِّ لغت: عذار: رخسار۔ بکسر عین۔

همه پردہا بدراں دلِ خفتہ را بہ پراں

ہلہ اے تو اصل اصلم بجناب تو مطارم

ترجمہ و تشریح: اے لوگو! تمام پردوں کو چاک کردو اور سوئے ہوئے دل کو بیدار کردو اور اے خدا! آپ ہی ہمارے اصل کے بھی اصل ہیں پس آپ ہی کی طرف ہماری پرواز کی جگہ ہے۔ (ہلہ دراصل ہلا کا مخفف ہے کلمۂ تنبیہ ہے)

بخدا کہ روزِ نیکو ز پگہ پدید باشد

کہ در آید آفتابش بوصال در کنارم

ترجمہ و تشریح: بخدا کہ وہ دن نہایت مبارک اور اچھا ہوگا کہ جس دن کی صبح کو میرے محبوب مرشد کا آفتابِ کرم مجھ سے قریب تر ہوگا۔

حلِّ لغت: پگہ: پگاہ کا مخفّف ہے صبح فجر۔

تو خموش کن کہ سوسن بکند حکایت گل

بر شاہدان گلشن کہ رسید نو بہارم

ترجمہ و تشریح: اے رومی! تو خاموش ہوجا کہ تیرا حال خود فیضانِ شمس تبریزی کو آشکار کررہاہے جس طرح کہ سوسن بزبان حال گلہائے چمن کی بہارِ نو کو بیان کرتا ہے۔

حلِّ لغت: شاہدان: جمع شاہد۔ محبوب: مراد گلہائے چمن یا محبوبانِ چمن۔

چوں رسید شاہد من بہ رود ز من قرارم

چو مقابل من آمد بزند بدل شرارم

ترجمہ و تشریح: جب میرے مرشد شمس تبریزی میرے پاس ہوتے ہیں تو ان کی آتشِ عشق حق کے انعکاسِ فیض سے میرا قرار و سکون اڑ جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنے قلب کی آگ کو میرے قلب کے مقابل رکھ کر میرے اندر عشق کی چنگاریاں اڑاتے ہیں۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

چوں گزر کنی خراماں بہ قدے چو سرو نازاں
بشوم ز دست حیراں پیے تو فغاں بر آرم

ترجمہ وتشریح:اے محبوب مرشد! جب آپ خراماں میرے پاس مثل سرو نازاں کے تشریف لاتے ہیں تو میں بے خود و حیران آپ کو دیکھ کر غلبۂ خوشی سے نالہ و فغاں بلند کرتا ہوں۔ اس کو خوشی کا رونا کہتے ہیں جس کو اہلِ ذوق اور اہلِ عشق خوب سمجھتے ہیں۔ جس طرح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر سن کر رونے لگے کہ اے ابی! حق تعالیٰ نے تمہارا نام لے کر یہ فرمایا کہ میں تمہیں سورۂ بینہ سناؤں۔ علماء فرماتے ہیں کہ بندہ کے لیے کس قدر مقام مسرّت ہے کہ خالقِ کائنات مولائے کریم اس کا نام اپنی زبان سے لیں۔ پس اس وقت یہ رونا خوشی کا رونا تھا۔

بخدائے کن تو لطفے بہ مزید پیشِ چاکر
کہ براں دلے کہ بردی مزید جاں سپارم

ترجمہ وتشریح: بخدا اے مرشد تبریزی! آپ اپنے اس غلام رومی پر عنایت مزید فرمایئے کہ آپ نے میرا دل جو لیا ہے میں اس سے بھی بڑھ کر آپ پر جان قربان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ہندی اپنے مرشد حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کانپور سے روانگی کے وقت تانگہ کے پیچھے پیچھے وارفتہ و دیوانہ وار دوڑ رہے تھے حالاں کہ اس وقت وہاں وہ ڈپٹی کلکٹر تھے لیکن عشق دشمنِ ناموس ان پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اسی حال میں یہ اشعار پڑھتے جارہے تھے ؎

دل رُبا پہلو سے اٹھ کر اب جدا ہونے کو ہے
کیا غضب ہے کیا قیامت ہے یہ کیا ہونے کو ہے
اک ذرا ٹھہرو کوئی تم پر فدا ہونے کو ہے

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے امیر خسرو تھے۔ آہ! یہی عشق جب مجاز میں مبتلا ہوتا ہے تو دونوں جہاں میں رسوا ہوتا ہے کیوں کہ وضع الشی علی غیر محلہ کے سبب وہ عاشق ظالم ہوتا ہے جو غیرِ حق یا غیر اہل حق پر دل وجان فدا کرتا ہے۔ دل وجان کا یہ قیمتی سرمایہ عشق ومحبت کا جب محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ اور اللہ والوں پر فدا ہوتا ہے تو یہ عاشق دونوں جہاں میں بامراد وکامران اور بہارِ جاوداں سے مالامال ہوتا ہے۔ اب کوئی کہے کہ بدون دیکھے اللہ تعالیٰ سے محبت کیسے ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب اس حکایت میں ملاحظہ کریں۔

حکایت

ایک شخص نے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں اپنے قلب میں حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت محسوس کرتا ہوں مجھ کو تعجب ہے کہ بدون دیکھے یہ محبت کیسے ہوگئی۔ ارشاد فرمایا کہ محبت کے لیے دیکھنا شرط نہیں، ، دیکھو تم اپنی جان سے محبت محسوس کرتے ہو حالاں کہ جان کو کبھی دیکھا نہیں۔

گر تو او را می نہ بینی در نظر
فہم کن اما باظہارِ اثر

رومیؔ

اگر تو خدا کو نہیں دیکھتا تو خدائے پاک کی نشانیوں میں غور کر۔

حکایت

ایک بدوی سے کسی منکرِ خدا نے پوچھا کہ خدا کو بدون دیکھے کس طرح پہچانتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ البعرۃ تدل علی البعیر اونٹ کی مینگنیاں گواہی دیتی ہیں کہ ابھی ادھر سے اونٹ گیا ہے اور بدون دیکھے اونٹ پر یقین کرتے ہیں۔ فَكَيْفَ اَرْضُ ذَاتُ فِجَاجٍ وَ سَمَآءُ ذَاتُ بُرُوْجٍ لَا تَدُلُّ عَلَى اللَّطِيْفِ الْخَبِيْرِ پس زمین کشادہ راہوں والی اور آسمان برجوں والا اس لطیف وخبیر ذات پاک پر کیوں کر نہ گواہی دے گا۔

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

ہر ایک ذرّہ میں اس کو ہی دیکھتا ہوں
دلیل صانع کی صنعت میں دیکھتا ہوں

اخترؔ

اور عشق مجاز فانی اور عارضی ہوتا ہے، آج جن کی زلف مشکبار عقل بر ہے بڑھاپے میں وہی زلف بڈھے گدھے کی دم معلوم ہوگی۔

آخر او دم زشت پیر خر

رومیؔ

اے بسا خوش رنگ چہ عیاں دارند
ز ہر سیرت دروں نہاں دارند

اخترؔ

ترجمہ: اے لوگو! بہت خوش رنگ چہرے ظاہر میں اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن اندر زہریلے اخلاق بھرے ہوتے ہیں۔

غیر حق را گر کنی اندر نظر
شد یکے محتاج محتاج دگر

یعنی عاشق غیر غلام در غلام ہو جاتا ہے اور مرشد کی محبت چوں کہ اللہ کے لیے ہوتی ہے اس لیے اس کو غیر سمجھنا نادانی ہے۔ محبت للحق بھی بالحق ہی میں داخل ہوتی ہے، اور یہ محبتِ مجازی نہیں بلکہ حقیقی ہے اور شرعاً مطلوب و محبوب ہے۔

وا گر برم نیائی تو ز دور سر بہ جنباں
بہ عنایتم نظر کن کہ کنی امیدوارم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! اگر آپ کو میرے قریب قیام کا موقع نہیں تو آپ دور ہی سے اپنی دعائے خصوصی اور توجّہ خاص سے ہماری روح پر عنایت فرمائیے اور ہم کو مایوس نہ فرمائیے۔

حکایت: احقر نے اپنے مرشد حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ فرماتے سنا کہ قاز ایک چڑیا ہے جو انڈے دے کر دور پہاڑوں میں چلی جاتی ہے اور ہزاروں میل سے اپنے انڈوں کو توجہ پہنچاتی ہے اور ان سے بچے نکل آتے ہیں۔ تو اولیائے کرام کی روحانی توجہات اور دعائیں مریدین کے بُعدِ حسی کے باوجود اپنا اثر دکھاتی ہیں۔ البتہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ کچھ مدت ایک دفعہ شیخ کی خدمت و صحبت میں رہ لینا ضروری ہے جس کی مدت چھ ماہ ہے ورنہ چالیس دن تو ضرور ہی رہ لینا چاہیے پھر خط و کتابت سے کام چل جاتا ہے۔

ز من ایں ہمہ شنیدی تو و ناشنیدہ کردی
بہ بہانہ چشم بستی چہ کہ میلِ خواب دارم

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! آپ نے میری داستانِ درد سنی اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سنا ہی نہیں اور نیند کے غلبہ کا بہانہ فرمادیا۔

حکایت

محبت کے اس عنوان کی تشریح کے لیے حکایت ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ تھانہ بھون میں اپنے مرشد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھے جب حضرت والا کی طرف دیکھتے حضرت غایتِ حیا سے نظر دوسری طرف کرلیتے اور جب خواجہ صاحب نظر نیچی کرتے تو حضرت ان کی طرف نظر فرماتے۔ حضرت خواجہ صاحب نے شیخ کی اس ادا کو اس طرح بیان کردیا ؎

یوں نظر تو مجھ پہ ڈالی جائے گی
جب میں دیکھوں گا ہٹالی جائے گی

بنشاندم بہ پیشت کندم انیس و خویشت
برسد دوائے دردم برسد گلت بہ خارم

ترجمہ وتشریح: میرے مرشد شمس تبریزی مجھے اپنے سامنے بٹھاتے ہیں اور مجھے مانوس کرکے اپنا بناتے ہیں اور ان کی اس عنایت سے میرے درد و ہجر کو دوائے وصال (قربِ حق) عطا ہوتی ہے اور اس طرح اے مرشد! آپ کے اخلاقِ حمیدہ میرے اخلاقِ رذیلہ کو بھی اخلاقِ حمیدہ بنارہے ہیں یعنی آپ کا گل میرے خار کو متاثر کررہا ہے۔

شدم اے نگار خامش چو دگر نماند طاقت
کہ ز روئے ہمچو بدرت چو ہلال سربر آرم

ترجمہ وتشریح: اے مرشد! میں آپ کے سامنے خاموش ہوتا ہوں کیوں کہ آپ جیسے بدرِ کامل کے سامنے ہلال کی طرح میں کیسے سر نمودار کروں۔

بہ رخے چو آفتابت بہ حلاوتِ خطابت
کہ ہزار سالہ رہ می رود آہ گرم و سردم

ترجمہ وتشریح: آپ کے آفتاب جیسے چہرۂ نورانی (جیسا کہ ہر صاحب نسبت کا ہوتا ہے) اور آپ کے نورانی ارشادات کے فیض سے حق تعالیٰ کا ہزاروں سال کا راستہ میری آہ گرم و سرد طے کرلیتی ہے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے مرشد صاحب نسبت کے ساتھ رہ کر بہت جلد حق تعالیٰ کا راستہ تھوڑی عبادات اور ذکر و شغل سے بھی طے ہوجاتا ہے اور اس پر تمام اولیائے امت کا اجماع ہے۔

یارب چہ کار کردم شیرے شکار کردم
در سینہ از پئے او صد مرغزار دارم

ترجمہ وتشریح: یارب! میں نے عشق کا درد لے کر گویا شیر کا شکار کیا ہے اور اپنے سینے میں اپنی تمناؤں کی چراگاہ اور سبزہ زار کو اس کے حوالے کردیا یعنی عاشق کا فرض ہے کہ وہ

حق تعالیٰ کے سوا تمام تمناؤں کو نظر انداز کر دے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

حکایت

خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو وجد آگیا اور مسرور ہوکر فرمایا کہ اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو میں اس شعر پر آپ کو ہدیہ دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نعمت کو قلب میں محسوس کرکے اس کے شکریہ کے طور پر یہ ارشاد فرمایا۔

من خود اگر گریزم با عشق می ستیزم
گوید کجا گریزی من با تو کار دارم

ترجمہ و تشریح: اگر میں اس ظالم عشق سے جان چھڑا کر بھاگنا چاہتا ہوں تو مجھے یہ آواز دیتا ہے کہ کہاں جاتا ہے مجھے تجھ سے کام ہے۔ یعنی یہ جنم روگ ہے زندگی بھر کے لیے خریدتا ہے۔

تمام عمر تری دردِ محبت نے مجھے
کسی سے دل نہ لگانے دیا گلستاں میں

اخترؔ

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو یہاں تک کہ موت آپہنچے۔

بگزر ازیں عناصر مارا خدا ست ناصر
در جانِ ماست ناظر گر اضطرار دارم

ترجمہ و تشریح: عشق کے مجاہدات سے جسم کے لاغر و ضعیف ہونے پر مولانا فرماتے ہیں کہ اے عاشق! تو عناصر کے تحفظ سے بے پروا ہو جا کہ عاشقوں کا خدا ناصر ہے۔

گر قضا صد بار قصدِ جاں کند
ہم قضا جانت دہد درماں کند

رومیؔ

ترجمہ: اگر قضا سو بار تیری جان پر بلائیں ڈال کر تیری جان کا قصد کرتی ہے تو قضا ہی تجھے جان بھی عطا کرتی ہے اور تیرا درمان بھی کرتی ہے۔ بلکہ

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از جان غیب دیگر است

گئی وہ بھول جمالِ رخ مہ و انجم
مری نظر جو رخِ آفتاب سے گزری

پس اگر ہم عشقِ حق کے لیے اپنی جان و تن کو طاعات میں فدا کر رہے ہیں اور اس راہ میں مجاہدات سے جو ہماری جان میں اضطرار ہے تو حق تعالیٰ ہماری جان پر نظرِ عنایت رکھتے ہیں پس کیا غم۔

چو قضا بہ سخرہ خواہد کہ بہ سبلتے بہ خندد
سگِ لنگ را بگوید کہ برس دریں شکارم

ترجمہ و تشریح: جب قضا چاہتی ہے کہ میرا تکبر خاک میں ملادے اور میری مونچھوں کے متکبرانہ تاؤ کو نیچا دکھادے تو ایک لنگڑے کتے کو اشارہ کر دیتے ہیں کہ وہ مجھ کو شکار کرے۔

بھلا ان کا منہ تھا مرے منہ کو آتے
یہ دشمن ان ہی کے ابھارے ہوئے ہیں

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

حلِّ لغت: سبلت: موئے لب، مونچھ۔

چو دانۂ کہ بہ میرد ہزار دانہ شود
شدم بفضلِ خدا صد ہزار چوں مردم

ترجمہ و تشریح: جب ایک دانہ زمین کے نیچے اپنے کو مٹا دیتا ہے تو وہ ہزار دانے ہو جاتا ہے۔ اسی طرح میں اپنے کو جب مٹاؤں گا (یعنی اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو مرضیاتِ الٰہیہ کے تابع کر دوں گا) تو میں خدائے پاک کے فضل و کرم سے قائم مقام سو ہزار کے ہو جاؤں گا یعنی روحانیت اور عروجِ انسانیت کے اعتبار سے ایک فانی فی اللہ لاکھوں باقی بالنفس سے افضل ہوتا ہے۔

رہد ز تیر فلک و ز سنان بہرامش
ہر آں مرید کہ او را بعشق پروردم

ترجمہ و تشریح: وہ مرید فلک کے تیر اور اس کے مریخ کے سنان (نیزہ) سے خلاصی پاتا ہے جس کو میں نے عشق سے پرورش کیا ہے۔ مراد یہ کہ جس مرید کی تربیت شیخِ کامل دردِ محبت سے کرتا ہے وہ حق تعالیٰ کی نہایت قوی نسبت سے مشرّف ہوتا ہے اور وہ عاشق حق، حق تعالیٰ کی خاص عنایت کے سایہ میں حوادث کائنات سے بے فکر اور مطمئن ہوتا ہے۔

حلِّ لغت: بہرام: عراق کے ایک عادل اور سخی بادشاہ کا نام ہے۔ نیز فارسی میں مریخ ستارہ کا نام ہے جو فلکِ پنجم پر ہے۔ (از غیاث)

بہ غم فرو نروم باز سوئے یار روم
بداں بہشت و گلستان و سبزہ زار روم

ترجمہ و تشریح: میں غم سے صاحبِ فراش نہ بنوں گا بلکہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاؤں گا سوئے مسجد جاؤں گا اور بارگاہِ حق میں فریاد کروں گا اور حق تعالیٰ کا قرب میری بہشت و گلستاں و سبزہ زار ہے۔ اس طرح وہ غم سبب قربِ حق ہو جاتا ہے جو غفلت دور کر کے خدا سے مناجات و فریاد کے لیے مضطر کرتا ہے۔

گزرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے
اختؔر

نمی شکیبد ماہی ز آبِ من چہ کنم
چو آب سجدہ کناں سوئے جوئے بار روم

ترجمہ وتشریح: یعنی اضطرار سے روح و قلب حق تعالیٰ سے اس طرح وابستہ ہوتے ہیں کہ آسمان کے حجابات گویا کہ ختم ہو جاتے ہیں۔

مبارک تجھے اے مری آہِ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے
میرا پیام کہہ دیا جاکے مکاں سے لامکاں
اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کردیا
اختؔر

میں کیا کروں کہ مچھلی کو پانی سے صبر نہیں آسکتا اور میری روح بھی مچھلی ہے اور اس کا پانی حق تعالیٰ کا قرب ہے۔ پس جس طرح پانی نشیب کی طرف سجدہ کرتا ہوا جوئے بار سے جاملتا ہے میں بھی اپنے محبوب کی طرف سرنگوں بہا جارہا ہوں۔

حلِّ لغت: جوئے بار: جہاں بہت سی نہریں جمع ہوتی ہیں۔

ز داد عشق بود کاروبارِ سلطاناں
بہ عشق درند روم در کدام کار روم

ترجمہ وتشریح: حق تعالیٰ کا عشق سلطانی کاروبار عطا کرتا ہے یعنی ذکر و فکر کی لذت عطا کرتا ہے جو ہفت اقلیم اور تمام کائنات کی لذت سے افضل ہے بلکہ اس لذت کے بدون تو عاشقوں کا جینا محال ہے، پس اگر کاروبارِ عشق کی طرف میں نہ جاؤں تو پھر اور کون سا کام کروں؟

نہ ہو ذکرِ حق نہ ہو فکرِ حق تو یہ جینا جینا حرام ہے

اختؔر

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

اختؔر

انتباہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ بال بچوں کے حقوق سے بے پرواہو کر ہر وقت ذکر میں لگا رہے یا حلال روزی میں نہ لگے۔ ان اشعار سے صرف یہ مراد ہے کہ ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے باوجود اوقاتِ زندگی رائیگاں نہ کریں اور ذکر و فکر میں لگ جاویں اور اللہ والوں کے پاس حاضری دیں۔ البتہ بال بچوں کے ساتھ اور حلال روزی کے مشاغل میں بھی باخدا رہیں۔ یعنی حق تعالیٰ کی یاد کی خلش قلب میں چبھتی رہے کہ کب فارغ ہوں اور ان کی یاد میں لگوں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حلال روزی کمانے کے لیے اگر کوئی لے امرود یالے سیب کی آواز لگاتا ہے تو سبحان اللہ کا ثواب مل رہا ہے، اور اگر اخلاص نہ ہو صرف دکھاوے کے لیے یا طلبِ دنیا کے لیے کہ لوگ مجھے عابد و فقیر سمجھیں یا لوگ دنیا کا مال و نذرانہ پیش کریں اس نیت سے کوئی سبحان اللہ کہتا ہے تو گناہ لکھا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اخلاص اور فہمِ سلیم عطا فرمائیں، آمین۔

چو شاہ عشق فرستد سگان خود بہ شکار
بہ عشق دل بہ دہانِ سگاں شکار روم

اگر وہ سلطانِ عشق شکار کے لیے اپنے کتوں کو چھوڑتا ہے تو میں دل سے ان کتوں کے منہ میں شکار ہونے کو ان ہی کی طرف بھاگوں گا۔ مراد یہ کہ جس طرح شکاری جس جانور کو شکار کرتا ہے تو اسے ہر طرف سے کچھ پریشان کراتا ہے تاکہ نشانے کی طرف بھاگ کر آجاوے پس اسی طرح اگر وہ محبوبِ حقیقی ہمارے شکار کے لیے ہمارے اوپر پریشانیاں بھیجتا ہے کہ یہ روتا ہوا مسجد میں بھاگ کر آئے اور غفلت سے باز آئے تو میں خوش خوش اس بلا کو نعمت سمجھوں گا کہ یہ بلا نہیں دراصل یہ کمندِ محبت ہے۔ ارے یہ

محبت کی رسی ہے کہ مجھ نالائق کو اسی رسی میں باندھ کر اپنا بنانا چاہتے ہیں۔

اسی کو غم بھی دیتے ہیں جسے اپنا سمجھتے ہیں

انتباہ: ہر بلا سے عافیت کی دعا بھی مانگنا چاہیے اور اگر قضائے الٰہی سے آجاوے تو صبر و تسلیم سے کام لے پریشان نہ ہو دعائے عافیت و استغفار کی کثرت کرتے ہوئے اس میں اپنے لیے حکمت خیر کی سوچتا رہے۔ عن قریب پھر حق تعالیٰ اس بلا کو بھی دور فرمادیتے ہیں کیوں کہ علاج مقصود ہے جب وہ حاصل ہوجائے گا بلا بھاگ جائے گی۔ ہاں علاج کبھی طویل ہوتا ہے یا رفعِ درجات کے لیے ہوتا ہے لہٰذا تاخیر سے گھبرائے نہیں۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام چالیس برس تک حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کی دعا فرماتے رہے اور مایوس نہ ہوئے حق تعالیٰ کی رحمت کے برابر امیدوار رہے۔ یہ سبق ہے ان لوگوں کے لیے جو بہت جلد قبولیتِ دعا کے آثار نہ دیکھنے سے مایوس ہونے لگتے ہیں۔

جہانِ عشق بزیر لوائے سلطانی است
چو از رعیت عشقم بداں دیار روم

ترجمہ و تشریح: عشق کا جہاں سلطانی جھنڈے کے نیچے آباد ہے اور جب کہ میں عشق کی رعایا ہوں تو دیارِ عشق ہی کی طرف جاتا ہوں۔ مراد یہ کہ عشقِ خدا ہی سے بندوں کی عزت ہے۔ عبد المالک کو اپنے مالک کی محبت و اطاعت ہی میں لگنا چاہیے اور اسی صورت سے مالک کی رضا و عنایت حاصل ہوگی۔

جوار مفخر آفاق شمس ملت و ملک
بہشت عدن بود ہم دراں جوار روم

میں اس زمانے کے قطب حضرت شمس تبریزی کے جوار و قرب میں رہوں گا کیوں کہ وہ قوم و ملک کے اس وقت آفتاب ہیں اور مجھے ان کے پاس ایسا سکون ملتا ہے کہ جیسے جنت زمین پر اتر آئی ہے یعنی ذکرِ خالق جنت کے فیض سے ذاکرِ حق کو لطف جنت دنیا ہی میں محسوس ہونے لگتا ہے۔

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

انوکھے ساغر ہیں جن سے مجھ کو مئے محبت پہنچ رہی ہے
کہ جیسے مجھ تک نزول کرکے بہارِ جنت پہنچ رہی ہے

احسن

حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ چوں کہ زبردست عاشقِ حق اور عارفِ حق تھے اس لیے مولانا رومی کو ان سے بڑا فیض ہوا۔

حکایت

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ مولانا رومی مثنوی شریف میں حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر مست ہوجاتے ہیں اور شہر تبریز کی شان میں بھی کئی کئی صفحے اشعار لکھ جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ مولانا کو ان سے بے حد روحانی مناسبت تھی اور حضرت شمس کے فیض سے مولانا کو بہت مختصر مدت میں اس قدر قوی نسبت عطا ہوگئی جو سینکڑوں برس کے مجاہدات و اذکار و اشغال سے عطا ہوا کرتی ہے۔ اس لیے وہ اپنے پیر کے اس درجہ گرویدہ اور اولیائے کرام کے شیفتہ و فریفتہ ہوگئے۔

ارشاد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

احقر عرض کرتا ہے کہ ہمارے حضرت مرشدنا مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ جس کے سینے کو انتخاب فرماتے ہیں اسی میں اپنی محبت کا درد عطا فرماتے ہیں اور پھر یہ اشعار پڑھا کرتے۔

نہ ہر سینہ را رازدانی دہند
نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند

ترجمہ: حق تعالیٰ ہر سینے کو اپنی محبت کا راز عطا نہیں فرماتے اور نہ ہر آنکھ کو دوسری آنکھوں کی راہ نمائی وراہ بری و دیدہ بانی عطا فرماتے ہیں۔

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر چھیڑا نہیں جاتا

نہ ہر گوہرے درۃ التاج شد
نہ ہر مرسلے اہلِ معراج شد

ترجمہ: ہر موتی تاجِ سلطانی پر لگنے کا شرف نہیں پاتا اور ہر رسول صاحبِ معراج نہیں ہوتا۔

برائے سر انجام کار ثواب
یکے از ہزاراں شود انتخاب

ترجمہ: خوشبوئے محبتِ الٰہیہ کے نشر کے لیے ہزاروں سے کسی ایک کو انتخاب فرماتے ہیں۔

در بیان آثارِ تجلیات در کائنات

ہمہ جمالِ تو بینم چو چشم باز کنم
ہمہ شرابِ تو نوشم چو لب فراز کنم

ترجمہ و تشریح: اے خدا! جب بھی آنکھیں کھولتا ہوں تو ہر طرف آپ ہی کا جمال نظر آتا ہے کیوں کہ مصنوعات کی خوبی صانع کی خوبی پر دلالت کرتی ہے۔

اکبر الٰہ آبادی کا شعر ہے۔

اے جان جہاں حور نہ اچھی نہ پری خوب
ہے میری نگاہوں میں تری جلوہ گری خوب

اور جب لب کھولتا ہوں تو تمام کائنات میں ہر طرف آپ کی محبت کو تیز کرنے والی نشانیوں کا جامِ معرفت نوش کرتا ہوں۔ مراد یہ کہ کائنات کا ہر ذرہ آپ ہی کا پیغام دیتا ہے۔

چو پر وبال بر آرم ز شوق چو کیواں

بہ مسجد فلک ہفتمیں نماز کنم

ترجمہ و تشریح: جب حق تعالیٰ کی محبت میں میری روح سے اور قلب کی گہرائی سے آہ نکلتی ہے تو اپنے پروبال کی طاقت سے میری روح اڑ کر فلکِ سابع پر مثل کیواں قرب حاصل کرتی ہے۔ مراد یہ کہ میری روحانیت نہایت قوی السیر (تیز رفتار) ہو جاتی ہے اور میری روح بارگاہ حق تعالیٰ سے نہایت درجہ قرب حاصل کرتی ہے اگرچہ جسم اسی زمین پر ہوتا ہے۔

حل لغت: کیواں: زحل ستارہ کا نام ہے، جو فلکِ ہفتم پر ہے اور ملکِ ہفتم کو بھی مجازاً زحل کہتے ہیں۔ (غیاث)

تصور عرش پر ہے وقف سجدہ ہے جبیں میری

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں

اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کر دیا

اختؔر

آہِ من گر اثرے داشتے

یار بکویم گزرے داشتے

ترجمہ: اگر میری آہ اثر رکھتی ہے تو میرا محبوب تعالیٰ شانہٗ میرے قلب وروح کی دنیا میں اپنی تجلیاتِ خاصہ سے ضرور نوازش فرمائے گا۔ (کلید مثنوی)

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

ترجمہ: کائنات میں ایسا عاشقِ حق نہیں گزرا کہ حق تعالیٰ نے اس پر نگاہِ کرم نہ ڈالی ہو اور اسے وصول الی اللہ عطا نہ فرمایا گیا ہو۔ اے خواجہ! تیرے دل میں دردِ محبت ہی نہیں ہے ورنہ وہاں کچھ کمی نہیں۔ وہاں تو عالم ان کے لطف وکرم کا یہ ہے ؎

تشنگاں از آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

رومیؔ

ترجمہ: اگر پیاسے جہاں میں پانی تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریمِ آں شہے

اخترؔ

ترجمہ: جہاں کہیں بھی کوئی بندہ حق تعالیٰ کے دردِ محبت سے سجدہ میں پڑا روتا ہے وہیں حق تعالیٰ کا حرمِ شاہی آجاتا ہے۔

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی نظر ادھر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

حرم دارم با دیگراں سخن گفتن
وگر حدیثِ تو یابم سخن دراز کنم

ترجمہ وتشریح: میں آپ کے اغیار سے تو گفتگو کرتے ہوئے بھی گھبراتا ہوں اور اے محبوب مرشد! جب آپ کو پاجاتا ہوں تو خوب دیر تک باتیں کرتا ہوں اور یہ مناسبت کی علامت ہے چناں چہ مثنوی میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

علامتِ مناسبت

جوشش نطق از نشانی دوستی است
بستگی نطق از بے الفتی است

ترجمہ: جس کو دیکھ کر خوب گفتگو کو دل چاہے تو یہ علامت باطنی محبت و مناسبت کی ہے اور اگر کسی کو دیکھ کر اس گفتگو کرنے کو دل نہ چاہے تو یہ علامت اندرونی عدم مناسبت کی

ہے یعنی دل ملنے اور نہ ملنے کی یہ پہچان ہے۔

ہر کہ دلبر دید کے ماند خمش
بلبلے گل دید کے ماند ترش

ترجمہ: جو محبوب کو دیکھ لیتا ہے تو کیا وہ خاموش رہتا ہے، کیا بلبل گل کے پاس خاموش رہ سکتا ہے وہ تو چہچہانا شروع کر دیتا ہے۔

حکایت

حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق مرید تھے جب ملتے بہت باتیں کرتے۔ حضرت نے زیادہ بات کرنے کی عادت کی اصلاح کے لیے چالیس دن ان سے گفتگو بند کر دی۔ حضرت خواجہ صاحب پر یہ چلۂ سکوت بڑا ہی شاق گزرا، اپنا حال خود اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

جو چپ بیٹھوں تو اک کوہِ گراں معلوم ہوتا ہوں
جو لب کھولوں تو دریائے رواں معلوم ہوتا ہوں

جب یہ چلہ خاموشی کا ختم ہوا تو حضرت سے انہوں نے خوب جی بھر کے باتیں کیں۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ آپ نے تو آج چالیس دن کی خاموشی کی کسر نکال لی۔

حکایت

ایک بار خواجہ صاحب کو خانقاہ شریف سے نکال دیا گیا۔ خواجہ صاحب نے دروازے پر بستر لگا دیا۔ لوگوں نے پوچھا: یہ کیا؟ فرمایا: یہ خانقاہ نہیں یہ سرکاری سڑک کا فٹ پاتھ ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

ادھر وہ در نہ کھولیں گے ادھر ہم در نہ چھوڑیں گے
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں ان کی کہیں میری

حکایت

جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا خواجہ صاحب خانقاہ تھانہ

بھون میں ایک حجرے کی چوکھٹ پکڑے کھڑے تھے۔ اچانک مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

چمن کا رنگ گو تو نے سراسر اے خزاں بدلا
نہ ہم نے شاخ گل چھوڑی نہ ہم نے آشیاں بدلا

ز خار بند خیالت چو خار چیں گردم
ز نرگس و گل و صد برگ احتراز کنم

ترجمہ و تشریح: آپ کے دیار کے کانٹوں کے خیال سے بھی جب میں لطف حاصل کرتا ہوں تو اس کی لذّت کے سامنے سینکڑوں برگ و گل و نرگس کو بھول جاتا ہوں۔ مراد یہ کہ حق تعالیٰ کی محبت جب دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو عبادات کا بجالانا اور معاصی سے اجتناب کا مجاہدہ ناگوار چہ معنیٰ لذیذ تر ہو جاتا ہے اور زندگی کا سنگ میل بن جاتا ہے یعنی بدون ذکر و فکر جینا دشوار اور گناہوں میں موت نظر آنے لگتی ہے۔

میں نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

کوئی مزہ مزہ نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ہزار گو نہ بلنگم بھر رہم کہ برند
رہے کہ آں بسوئے تست ترک تاز کنم

ترجمہ و تشریح: ہزار کاہل و سست اور لنگڑا معلوم ہوتا ہوں جب کسی دوسری راہ پر مجھے لے چلتے ہیں اور جب آپ کی راہ پر چلتا ہوں تو دوڑتا ہوا چلتا ہوں۔ یہ محبت کی علامت ہے۔

چو آفتاب شوم آتشیں ز گرمی دل
چو ذرّہ ہا ہمہ را مست عشق باز کنم

ترجمہ و تشریح: جب میرے قلب میں حق تعالیٰ کی محبت کا درد تیز ہوتا ہے تو اس آتش عشق کی گرمی سے میرا قلب آفتاب بن کر دوسرے طالبین کو مثل ذروں کے روشن اور مست اور عشق باز کرتا ہے۔ یعنی میرے پاس جو بیٹھتا ہے وہ بھی خدائے پاک کا عاشق ہو جاتا ہے۔

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ز آفتاب و ز مہتاب بگزرد نورم
چو روئے خود بہ شہنشاہ دلنواز کنم

ترجمہ و تشریح: جب سے میں نے حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے تعلّق اور رابطہ قائم کرلیا ہے اس وقت سے دنیا کے تمام حسینوں سے (جو مثل آفتاب و ماہتاب ہیں) میری روح نجات پاچکی ہے اور جو آفتاب و ماہتاب آسمان پر ہیں ان سے بھی اوپر میرا نور بلند ہوچکا ہے اور یہ مجاہدات کی برکت ہے۔

توڑ ڈالے مہہ و خورشید ہزاروں ہم نے
تب کہیں جاکے دکھایا رخِ زیبا تو نے

اور حق تعالیٰ کی ذات کو شہنشاہِ دلنواز سے خطاب کیا ہے کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے عاشقوں کے دلوں پر چین اور سکون اور اطمینان کی ٹھنڈک اتارتے ہیں اور یہ دلنوازی ہے کہ کائنات میں اس کی نظیر نہیں برعکس عشقِ مجازی کے کہ ایک عذاب ہے نیند حرام ہو جاتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی عذاب الٰہی ہے، عشقِ مجازی اور نظر بازی کی تباہی اور بربادی پر ایک حکایت پیش کرتا ہوں تاکہ دوسروں کو سبق حاصل ہو۔

نظر بازی اور عشق بازی کی تباہ کاری کا آنکھوں دیکھا حال

ایک صاحب دوکاندار تھے، بال بچے دار تھے، اس دوکان سے فرصت پا کر ایک امیر خاندان میں ٹیوشن کرتے تھے، کچھ لڑکے اور کچھ لڑکیاں بھی پڑھنے لگیں۔ یہ شاعر خوش آواز بھی تھے۔ بد نگاہی کرتے کرتے عشق مجازی میں مبتلا ہوگئے۔ اور پھر ان پر عذاب الٰہی شروع ہوگیا، راتوں کی نیند حرام ہوگئی، دوکان برباد ہونے لگی، گھر میں فاقے ہونے لگے، صحت خراب ہوگئی، آنکھیں اندر کو دھنس گئیں۔ ایک دن احقر ان کی دوکان سے گزرا، دیکھا کہ بال بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

مل ہی جائے گا کوئی کنارہ مجھے
موج غم دے رہی ہے سہارا مجھے

لیکن شاعری سے کنارہ نہیں ملتا۔ غم سے نجات دینا تو حق تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ ایک دن دیکھا کہ سخت پریشان بیٹھے ہیں خیریت معلوم کی۔ کہا: دوکان کا ستیاناس ہوچکا، بچے بھوکے مر رہے ہیں، دل میں آگ لگی ہے، تین ماہ سے نیند اڑی ہوئی ہے، کسی بزرگ کا نام بتاؤ جہاں جاکر سکون حاصل کروں۔

احقر یہ حالت دیکھ کر کانپ گیا اور خدا سے پناہ مانگی۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یاد آیا کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے خدا ہم سب کو محفوظ رکھے۔ اس کے بعد احقر پاکستان آگیا نہ معلوم اس کا کیا حشر ہوا۔ اس کے برعکس جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اس کے قلب کو سکون ملا اور بہت اچھی نیند آئی۔

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
تیرے کرم نے گود میں لے کر سلادیا

اس کا راز یہ ہے کہ ہماری روح کو حق تعالیٰ سے ایسا ہی تعلق ہے جیسے مچھلی کو پانی سے اور مچھلی بدون پانی کے بے چین رہتی ہے۔ عشق مجازی کے تو لغوی معنیٰ ہی خلاف حقیقت کے ہیں، جیسے کوئی بالو کو پانی سمجھ کر بالو کی چمک دمک پر فریفتہ ہو یا کھاری پانی سے عشق

ہو تو پیاس کو سکون نہ ہو گا۔ آبِ شور سے علاج پیاس کا نہیں ہو سکتا ؎

نیست آبِ شور درمانِ عطش

حکایت

ایک لڑکا لندن انگریزی تعلیم کے لیے گیا، جب واپس آیا تو اس کی شادی کا انتظام ہوا۔ ایک ہفتے کے بعد لڑکی والوں نے طلاق کا مطالبہ کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنا سرمایہ عشق بازی میں تباہ کر کے نامرد ہو چکا ہے۔ نہایت ذلّت کا یہ دن دیکھنا پڑا۔ خدا اس عذاب سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین (ان صاحب سے احقر بخوبی واقف ہے)

حکایت

ایک بڑے رئیس صاحب جو بی اے بھی تھے ایک مکان کے اندر بند تھے اور ہر چہار طرف آدمیوں کا ہجوم محاصرہ کیے ہوئے تھا معلوم ہوا کہ یہ عشق مجازی میں رسوا اسی گھر میں بند ہیں۔ کسی پرانے شاعر کا شعر ہے ؎

جو پہلے دن ہی سے دل کا نہ ہم کہا کرتے
تو اب یہ لوگوں سے باتیں نہ ہم سنا کرتے

اس قسم کے واقعات عشقِ مجازی کی رسوائیوں کے بے شمار ہیں۔ یہاں آنکھوں دیکھے صرف تین واقعات عبرت کے لیے تحریر کیے گئے۔ حق تعالیٰ حفاظت فرمائیں، آمین۔

بدید عشق مرا گفت من ہمہ نازم
ہمہ نیاز شو آں لحظۂ کہ ناز کنم

ترجمہ و تشریح: عشق نے مجھے دیکھا اور مجھ سے کہا کہ میں سراپا ناز ہوں جس وقت کہ میں تجھ پر اے عاشق! اپنا ناز دکھاؤں تو تو سراپا نیاز ہو جایا کر یعنی جس وقت جس حکم شریعت کا جو تقاضا ہو اس کو بدون پس و پیش کر لو۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حکمِ شریعت کے سامنے تاویل اور مصلحت اندیشی نہ کرو بلکہ مصالح کو تو مصالحہ کی طرح پیس ڈالو اور حکمِ خدائے پاک بجالاؤ۔

چو ناز را بگذاری ہمہ نیاز شوی
من از برائے تو نازم ہمہ نیاز کنم

ترجمہ وتشریح: اے عاشق! جب تو ناز کو ترک کرے گا سراپا نیاز ہو جاوے گا میں اسی لیے تجھ پر ناز کرتا ہوں کہ تیرے تکبر اور خود بینی کو پاش پاش کر دوں۔

نہ گفتمت مرو آنجا کہ آشنات منم
دریں سرائے فنا چشمۂ حیات منم

ترجمہ وتشریح: ان اشعار میں حق تعالیٰ کی طرف سے حکایت ہے۔ اے شخص! میں نے تو نہیں کہا کہ تو کہیں اور جا کیوں کہ تیرا آشنا اور تیری جان سے قریب تر تو میں ہوں۔ اس سرائے فانی دنیا میں میرا تعلق ہی تیرے لیے چشمۂ حیات ہے یعنی تعلق مع اللہ سے تجھے زندگی عطا ہو گی اور غفلت سے زندہ ہوتے ہوئے بھی تو مردہ رہے گا۔

وگر بجد بگریزی ہزار سال ز من
بعاقبت بہ من آری کہ منتہات منم

ترجمہ وتشریح: اے مخاطب! تو اگر میری ذات سے نافرمانی کی طرف یا غفلت کی طرف ہزار سال بھاگتا رہے گا لیکن آخر کار مرنے کے بعد میری طرف ہی آئے گا کیوں کہ تیرا منتہا میری ہی ذات ہے۔

نہ گفتمت کہ منم بحر تو یکے ماہی
بیا کہ قوتِ پرواز پر و پات منم

ترجمہ وتشریح: اے مخاطب! کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا کہ میں سمندر ہوں اور تو میرے سمندر کی مچھلی ہے۔ پس تو میری طرف آجا کہ تیرے پر اور پاؤں کی طاقت میرے ہی پاس ہے۔ یعنی مچھلی پانی میں چل سکتی ہے اور خشکی میں بے جان ہو کر مردہ ہونے لگتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ سے دور ہو کر تو بے جان اور مردہ ہونے لگے گا۔

ز ہر طرف بہ جہد بے قرار یعقوبے
کہ بوئے پیرہنِ یوسفے بیافت مشام

ترجمہ وتشریح: جب سیدنا یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کی خوشبو پائی تو ہر طرف بے قراری سے ان کی جستجو میں کوشش شروع فرمادی۔ اسی طرح جب سالک کو حق تعالیٰ کی خوشبو ذکر و فکر میں فیضِ مرشد سے آتی ہے تو شوق اور تیز تر ہو جاتا ہے اور رفتارِ سلوک میں ترقی ہو جاتی ہے۔

یکے شدیم من و عشق ہمچو شیر و شکر
بیاد آں شہہ تبریز شمس دیں کہ سلام

ترجمہ وتشریح: حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی فیضِ روحانی کے صدقے میں عشق اور میں مثل شیر و شکر کے ایک ہورہے ہیں یعنی میں سراپا عشق ہورہا ہوں۔

رگوں میں لہو ہے کہ چنگاریاں ہیں
میں کیا کہوں کہاں ہے محبت کہاں نہیں
رگ رگ میں دوڑی پھرتی ہے نشتر لیے ہوئے

تن را چو مشت خاک داں درزیرِ او دریائے خوں
گرچہ ز بیروں ذرۂ صد آفتابے از دروں

ترجمہ وتشریح: جسم کو ایک مشتِ خاک سمجھ لیکن اس کے نیچے مجاہدات کا دریائے خون ہے یعنی اس خاک میں گناہوں کے تقاضے بھی ہیں جن کو مغلوب کرنے میں جگر خون کرنا پڑتا ہے۔

ترے حکم کی تیغ سے ہوں میں بسمل
شہادت نہیں میری ممنون خنجر

بالخصوص جب کسی حسین عورت سے آنکھوں کو بچانا پڑتا ہے اس وقت اہلِ محبت کو بے حد

مجاہدہ کرنا ہوتا ہے مگر حق تعالیٰ کی رضا کے لیے دل کا خون کرنا ہی اصل ولایت ہے۔

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

مجذوب

اسی مجاہدہ کی برکت سے تقویٰ کا نور قلب میں پیدا ہوتا ہے جس کو مولانا دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ انسان کامل ایک ذرۂ خاک صرف باہر سے معلوم ہوتا ہے مگر اندر نورِ تقویٰ اور نورِ ولایت سے سینکڑوں آفتاب رکھتا ہے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

نصیحت

یہ تو اللہ والوں کے حالات ہیں اور جو لوگ آنکھوں کی حفاظت نہیں کرتے وہ عشقِ مجازی میں مبتلا ہو کر برباد ہوتے ہیں اور دنیا ہی میں ان کو جس قدر پریشانی کا عذاب ہوتا ہے وہ خود عاشق مجاز ہی محسوس کرتا ہے اور انجام کار کتنے لوگ بجائے کلمہ کے اسی معشوق کا نام لیتے لیتے مر گئے اور کلمہ نصیب نہ ہو۔ بعضوں نے پریشانی سے تنگ آکر خودکشی کرلی لیکن اس حرام موت مرنے سے بھی انہیں سکون نہ ملے گا۔ قبر میں بھی عذاب ہی ہو گا۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ مچھلی کا مرکز پانی ہے جب اس کو پانی سے دور کر دیا جائے تو اس کا سکون چھن جائے گا خواہ اسے کتنے ہی اسبابِ عیش و آرام فراہم کر دیے جائیں۔ اسی طرح انسان کے قلب اور روح کا مرکز حق تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو خدا سے جس قدر دور ہو گا اسی قدر سکون سے محروم ہو گا۔ اس مضمون کو ان اشعار سے سمجھیے۔

ظالم ہے عدل کے خلاف غیر کو دل دیا اگر
جس نے دیا ہے دل تجھے دل کو فدا اسی پہ کر
اس کا سکون چھن گیا مرکز سے جو جدا ہوا
مرکزِ دل خدا ہے بس دل نہ فدا کسی پہ کر

تشریح: یہ ہے کہ دل تو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہے پھر اس دل کو خدا کے سوا دوسروں پر فدا کرنا عشقِ مجاز کے لیے کیسے جائز ہوگا اور شرعاً ہر طرح نامناسب ہے۔ہاں جو محبت اللہ کے لیے ہو اور نفس کے لیے نہ ہو وہ محبت بھی باعثِ ثواب ہے جیسے بیوی یا ماں باپ یا اولاد یا استاد یا پیر کی محبت یہ سب باعثِ ثواب ہے۔

نصیحت

جوانی میں شہوت کے گناہوں سے بچنا نہایت ضروری ہے کیوں کہ اس وقت طاقت بھی جوان ہوتی ہے لہٰذا سالک کو چاہیے کہ فوراً کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرکے اپنے حالات میں مشورہ کرتا رہے اور بد نگاہی وغیرہ کا جو علاج مرشد بتائے اس پر ہمّت سے عمل کرے بالخصوص حسین لڑکوں سے بہت دور رہے کہ اس فتنے میں بہت آسانی سے شیطان مبتلا کردیتا ہے اور زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ دنیا اور آخرت کی ذلت اور عذاب کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ مزہ عارضی اور تھوڑی دیر کا، تکلیف اور عذاب دائمی اور رسوائی دائمی۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے؂

جو پہلے دن ہی سے دل کا نہ ہم کہا کرتے
تو اب یہ لوگوں سے باتیں نہ ہم سنا کرتے

دل کو خدا نہ بناؤ۔ جس بات سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں اس جگہ دل کی بات ہرگز نہ مانو ورنہ دل خود تباہ ہوگا اور تمہیں بھی تباہی میں مبتلا کردے گا۔ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہر وقت حرزِ جان بنا کر رکھنا چاہیے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

خوب سن لو کہ دلوں کا اطمینان اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے عطا ہوتا ہے۔

احقر کا کلامِ عبرتناک برائے علاجِ عشق ہوسناک یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

کلامِ عبرتناک برائے علاجِ عشقِ ہوسناک

وہ زلف فتنہ گر جو فتنہ ساماں تھی جوانی میں
دُمِ خر بن گئی پیری سے وہ اس دارِ فانی میں
سنبھل کر رکھ قدم اے دل بہارِ حسنِ فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خون ہے بحرِ جوانی میں
ہماری موت روحانی ہے عشقِ حسنِ فانی میں
حیاتِ جاوداں مضمر ہے دل کی نگہبانی میں
جو عارض آہ رشک صد گلستاں تھے جوانی میں
وہ پیری سے ہے ننگِ صد خزاں اس باغِ فانی میں
جو ابرو اور مژگاں قتل گاہ عاشقاں تھے کل
وہ پیری سے ہیں اب مژگان خر کیچڑ روانی میں
وہ جانِ حسن جو تھا حکمراں کل بادشاہوں پر
ہے پیری سے بغاوت آج اس کی حکمرانی میں
محبت بندۂ بے دام تھی جس روئے تاباں کی
زوالِ حسن سے نادم ہے اپنی جانفشانی میں
وہ ناز حسن جو تھا زینتِ شعر و سخن کل تک
وہ اب پیری سے ہے محصور کیوں ریشہ دوانی میں
کہاں کا پردۂ محمل کہاں کی آہ مجبوری
وہ بت پیری سے ہے رسوا غبار شتربانی میں

شبابِ حسن کی رعنائیاں صبحِ گلستاں ہے
مگر انجامِ گلشن دیکھ شامِ باغبانی میں

وہ جانِ نغمۂ عشاق اور جانِ غزل گوئی
ہے پیری سے گلِ افسردہ بہارِ شعر خوانی میں

ہزاروں حسن کے پیکر لحد میں دفن ہوتے ہیں
مگر عشاقِ ناداں مبتلا ہیں خوش گمانی میں

اگر ہے عشق تو بس عشقِ حی لا یزل باقی
محبت عارضی ہوتی ہے عشقِ حسنِ فانی میں

نہ کھا دھوکا کسی رنگینیٔ عالم سے اے اخترؔ
محبت خالقِ عالم سے رکھ اس دارِفانی میں

شیرِ خدا دیگر بود شیرِ ہوا دیگر بود
شیرِ خدا کم دیدۂ بنگر دریں آثارِ من

ترجمہ و تشریح: شیرِ خدا دوسرے ہوتے ہیں اور شیرِ ہویٰ دوسرے ہوتے ہیں۔ شیرِ خدا تم نے نہیں دیکھے ہیں لہٰذا میرے آثار یعنی اعمال و اخلاق میں مشاہدہ کرو (یہ دعویٰ نہیں ہے، گو بظاہر دعویٰ معلوم ہوتا ہے، دراصل مولانا کی مراد یہاں اولیاء اللہ کے اعمال و اخلاق ہیں اور ان کی طرف سے وکالتاً اور حکایتاً مولانا اس طرح کا مضمون بیان فرمادیتے ہیں۔ اہلِ ظاہر کو خوب سمجھ لینا چاہیے اور اولیائے حق سے سوءِ ظن نہ کرنا چاہیے)

اے باغباں اے باغباں آمد خزاں آمد خزاں
بر شاخ و برگ از دردِ دل بنگر نشاں بنگر نشاں

ترجمہ و تشریح: اے باغباں اے باغباں! خزاں کا موسم آگیا خزاں کا موسم آگیا اور چمن

کے برگ و شاخ پر میرے دردِ دل کے نشانات کو دیکھیے ۔ اس شعر میں مرشد کو قبضِ باطنی سے مطلع کررہے ہیں۔

ہرگز نباشد بے سبب گریاں دو چشم و خشک لب
نبود کسے بے دردِ دل رخ زعفراں رخ زعفراں

ترجمہ و تشریح: بدون سبب آنکھیں نہیں روتی ہیں اور بدون کسی باطنی غم کے لب خشک نہیں ہوتے اور بدون دردِ دل کے کسی کا چہرہ زعفرانی (زرد) نہیں ہوتا۔

اے گل کجا رفتی بگو آخر جوابے باز دہ
در قعرِ دریائے تو یا بر آسماں بر آسماں

ترجمہ و تشریح: اے گل (تو موسم خزاں میں) کدھر گیا مجھے کچھ تو جواب دے تو دریا کی گہرائی میں چلا گیا یا آسمان کے اوپر (حالت قبض میں احوال خاصۂ بسط کی مفقودیت کو بیان فرمایا ہے)

پوشیدہ چوں جاں میروی اے درمیان جانِ من
سروے خراماں میروی اے رونق بستان من

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ کا نور بے تکیف میری جان میں مثل جان کے مخفی ہے اور میری روح کا باغ آپ کے قرب ہی سے پررونق ہے۔

چوں میروی بے من مرو اے جانِ من بے تن مرو
بیروں زچشمِ من مرو اے شعلۂ تابانِ من

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! اگر آپ جاتے ہیں تو ہم کو بھی ساتھ رکھیے کہ روح کو جسم کے ساتھ سفر کرنا چاہیے اور آپ بمنزلہ جان ہیں اور میں بمنزلہ تن ہوں۔

بے بال سر کردی مرا بے خواب وخور کردی مرا
در پیش یعقوب اندر آ اے یوسفِ کنعانِ من

ترجمہ و تشریح: میرا سر بے شوق اور مجھ کو بے خواب و طعام آپ نے کر دیا۔ اے میرے یوسف! اپنے یعقوب کے سامنے آجایئے۔ مراد مرشد کی جدائی میں ان سے ملاقات کی تمنا بیان کرنا ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام سے صرف اصطلاحی مفہوم محبّ اور محبوب مراد ہیں۔

در بیانِ دیوانگی و عشق

چہ نشستی دور چوں بیگانگاں
اندر آ در حلقۂ دیوانگاں

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! تو مثل بیگانوں کے دور کیوں بیٹھا ہے ہم دیوانوں میں شریک ہو جا۔ (اکثر زاہدِ خشک عاشقانِ خدا سے دور بیٹھتے ہیں مولانا نے یہاں کسی زاہدِ خشک کو اس طرح خطاب کیا ہے۔)

آنکہ عشقش خانہا برہم زدست
آمد اندر خانۂ ہمسائگاں

ترجمہ و تشریح: عشقِ حق نے جسے گھر سے بے گھر اور بے سروسامان کر دیا وہی عاشقانِ خدا کا ہمسایہ اور مقرب رہتا ہے۔ یعنی فراغِ قلب سے صحبتِ اہل اللہ میں وہی رہتا ہے جو دنیا کو دل سے نکال چکا ہو۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی حق تعالیٰ کے راستے کا اول قدم ہے۔

کف بر آور دستِ ایں دریائے عشق
سر فرو کرد دستِ آں مہہ ز آسماں

ترجمہ و تشریح: جب آسمان سے چاند نے سمندر کی طرف رخ کیا تو بحرِ عشق نے اس کی ملاقات کی طمع میں منہ سے جھاگ نکالنا شروع کیا۔ مشہور ہے کہ سمندر کا مدوجزر آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا چاند کے گھٹنے بڑھنے سے تعلّق رکھتا ہے۔

مطلب یہ کہ اے محبوب حقیقی! آپ ہمارے قلب پر نگاہِ کرم ڈالیے کہ آپ ہمارے چاند ہیں۔ پھر اعمال واخلاق اور عشق ومحبت گریہ وزاری سوز وگداز کی تمام کیفیات وحالاتِ قلب کے دریامیں مثل جھاگ کے ابھریں گے۔

تا تو پیدائے نہان ست از تواو
او شود پیدا چو تو گردی نہاں

ترجمہ وتشریح: جب تک تم اپنے نفس کو نہ مٹاؤ گے اور اپنی انا کو باقی رکھو گے تو تم عیاں ہوگے اور وہ محبوبِ حقیقی نہاں ہوگا اور جب تم نہاں ہوگے تو وہ محبوبِ حقیقی عیاں ہوگا۔

با عاشقاں نشیں و ہمہ عاشقی گزیں
با آنکہ نیست عاشق یکدم مشو قریں

ترجمہ وتشریح: اے زاہدانِ خشک اور اہلِ ظاہر! تم عاشقانِ خدا کے پاس بیٹھا کرو (اور اپنی خود سری وخود بینی سے توبہ کرو) اور ان کی صحبت میں رہ کر تم بھی حق تعالیٰ کی عاشقی سیکھ لو اور اس نصیحت کو خوب یاد رکھو کہ جو خدائے پاک کا عاشق نہ ہو اس کے پاس نہ بیٹھا کرو۔

ماہیاں را صبر نبود یک زماں بیروں ز آب
عاشقاں را صبر نبود در فراقِ دلستاں

ترجمہ وتشریح: مچھلیوں کو پانی کے باہر ایک لمحہ کو بھی صبر نہیں آسکتا۔ اسی طرح عاشقانِ خدا کو خدا کی جدائی پر صبر نہیں آسکتا یعنی حق تعالیٰ سے غفلت میں ان کو موت نظر آتی ہے اور ان کی یاد میں زندگی۔

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

ہر دوعالم بے جمالت بندہ را زنداں بود
آبِ حیواں در فراقت گر خورم دارو زیاں

ترجمہ و تشریح:اے خدا! آپ کے قرب کی بہار کے بغیر دونوں جہاں ہمارے لیے قید خانہ ہیں، اگر آپ کے بغیر ہم آبِ حیات بھی پئیں تو بھی زندگی موت ہی سے ہمکنار ہوگی۔

ایں نگارستانِ عالم برنشان دستِ تست
لیک از شوق رخ تو جاں نمی جوید نشاں

ترجمہ و تشریح:کائنات کی تمام مصنوعات اور مخلوقات اے خدا! آپ کے دست قدرت کی نشانی ہے لیکن میری روح تو آپ کے قرب و رضا کی طالب ہے اور غلبۂ شوق دیدار میں آپ کے رخ تاباں کے علاوہ اور نشانیوں کی طرف توجہ نہیں ہورہی ہے۔

قطرۂ خون دلم را چوں جہانے کردۂ
تا ز حیرانی ندانم قطرۂ را از جہاں

ترجمہ و تشریح:اے خدا! آپ کے کرم نے اپنے عشاق کے قلوب میں اپنے تعلق کی دولت سے ایک ایسا جہاں آباد فرمار کھا ہے جس کے سامنے تمام افلاک وزمین مثل ایک ذرہ اور ایک قطرہ کے ہیں۔

ہر وقت ہے اب ان سے مناجات کا عالم
کچھ اور ہی اب ہے مرے دن رات کا عالم

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

کبھی کبھی تو اسی ایک مشت خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گزرے

جگرؔ

جگر صاحب نے ”کبھی کبھی“ فرمایا ہے لیکن دراصل وہ اولیاء اس نعمت سے ہمہ وقت مشرف ہیں جو مقام تمکین پر فائز ہیں اور ”کبھی کبھی“ والا مقام تو مقام تلوین کہلاتا ہے جو سلوک کے متوسلین کا حال ہے۔

جو آہیں نکلیں تو حور بن کر جو نکلے آنسو تو بن کے گوہر
یہ کون بیٹھا ہے میرے دل میں یہ کون چشم پُر آب میں ہے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

اور اے خدا! جو لوگ آپ کے تعلق خاص سے محروم ہیں وہ حیرانی اور نادانی سے احساس کمتری کا شکار ہو کر خود کو جزو کائنات سمجھتے ہیں کیوں کہ ان کے قلب کو وہ وسعت میسر نہیں جو اہل اللہ کو تعلق لامکان کے فیض سے نصیب ہوتی ہے۔

عجب کیا جو مجھے عالم بایں وسعت بھی زنداں تھا
میں وحشی بھی تو وہ ہوں لامکاں جس کا بیاباں تھا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

چرخ گردد پیش ذاکر ہمچو فرش
خاصہ آں ذکرے کہ با درد غمش

اخترؔ

ترجمہ: ذاکر حق کے سامنے آسمان مثل زمین کے قریب ہو جاتا ہے خاص کر وہ ذکر جو حق تعالیٰ کے درد محبت اور غم عشق کے ساتھ ہو۔

شمس تبریزی بیک صبح از بخود گیرد مرا
انچہ می جویم بیابم دردِ دل خود رائگاں

ترجمہ و تشریح: میرے مرشد حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی دن میرے قلب پر خصوصی توجہ کا فیضان ڈالیں تو میں اپنے قلب میں قرب و نسبت مع الحق وغیرہ جو نعمتیں چاہتا ہوں بدون مجاہدہ و مشقت پا جاؤں اور در حقیقت ہوا بھی یہی تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء اللہ کی تعریف میں مست و دیوانے ہو جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا کو تھوڑی مدت میں بدون مجاہدہ و مشقت حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت بلند مرتبہ باطنی دولت ملی تھی۔

آفتابا بارِ دیگر خانہ را پُر نور کن
دوستاں را شاد گرداں دشمناں را کور کن

ترجمہ وتشریح:اے مرشد! آیئے اور اپنے آفتابِ نسبت سے ہمارے خانۂ دل کو روشن کیجیے اور دوستوں کو اپنے فیوض سے مسرور اور دشمنوں اور معترضوں کو محروم کیجیے اور معترض اور معاند تو ہمیشہ محروم رہتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ محفوظ فرمائیں، آمین۔

اے چراغِ آسماں و اے طبیبِ عاشقاں
مفلساں را دستگیر و چارۂ رنجور کن

ترجمہ وتشریح:اے آسمانِ ہدایت کے چراغ اور عاشقوں کے طبیب!(مرشدِ کامل) آیئے اور ہم مفلسوں کی راہ بری کیجیے اور ہماری روحانی بیماریوں کی دوا کیجیے۔

گر جہاں پُر نور خواہی پردہ از رخ باز گیر
در جہاں تاریک خواہی روئے خود مستور کن

ترجمہ وتشریح:اگر آپ جہاں کو روشن کرنا چاہتے ہیں تو اپنے رُخ سے پردہ ہٹایئے یعنی خلوت سے جلوت میں آیئے اور فیضان ارشاد و ہدایتِ خلق میں مشغولی اختیار فرمایئے اور اگر آپ خود کو مستور رکھیں گے تو ہمارے قلوب کس طرح منور ہوں گے۔

بوئے آں باغ و بہار گلشن زیباست ایں
بوئے آں یار جہاں آرائے جاں افزاست ایں

ترجمہ وتشریح:اس جہاں کے باغات و گلشن کی تازگی اور زیبائش دراصل حق تعالیٰ کی طرف سے خوشبو کا فیضان ہے اور حق تعالیٰ ہی کی خوشبوئے قرب سے اولیائے حق کی ارواح مست و دیوانہ ہیں۔

سمجھ کے دوستو میں بوئے پیرہن اس کا
چمن میں لالہ و سوسن کو سونگھتا ہوں میں

احقر ایک دینی تبلیغی سفر میں تھا اس وقت یہ شعر موزوں ہوا۔

میں اپنے گھر سے ہوا ہوں جو اس طرح بے گھر
خدا کے چاہنے والوں کو ڈھونڈتا ہوں میں

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

اختر گویند از بالا کہ ایں خورشید نیست
ماہیاں گویند در دریا کہ چہ غوغا ست ایں

ترجمہ و تشریح: آسمان پر ستارے کہہ رہے ہیں کہ اجالا خورشید کا نہیں خورشید میں عکس نورِ حق متجلّی ہے اور سمندر میں مچھلیاں کہہ رہی ہیں کہ یہ موجوں کا شور و غل ان کا نہیں کسی اور کا کرشمہ ہے جو پنہاں ہے۔

عشقِ من پیدا و معشوقم نہاں
یارِ بیروں فتنۂ او در جہاں

ترجمہ: ہمارا عشق (وضو، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد) تو ظاہر ہے مگر وہ محبوب پوشیدہ ہے جس کی خاطر یہ اعمال محبت کے کیے جارہے ہیں۔ محبوب تو جہاں سے مخفی ہے لیکن ان کی خوشبوئے قرب نے عاشقوں کو دیوانہ کر رکھا ہے۔

بوئے آں دلبر چو پراں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

ترجمہ: اس محبوبِ حقیقی کی خوشبوئے قرب جب عاشقوں کی ارواح کو محسوس ہوتی ہے تو اس لذت کو بیان کرنے کے لیے تمام لغات و الفاظ قاصر ہو جاتے ہیں اور تمام زبانیں عاجز ہو جاتی ہیں۔

ہمارے مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ”عشق من پیدا“ والا شعر تہجد کے وقت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

چرخ را دو دگر آموخت ایں سلطان عشق
ایں چہ عشق ست اے خدایا اے عجب سوداست ایں

ترجمہ وتشریح: سلطان عشق نے آسمان کو دوسری گردش کی تعلیم دی ہے۔ اے خدا! آپ کے عشق نے کیا کرشمہ دکھایا ہے کہ عاشقوں کے دن رات صبح و شام ارض و سما اور شمس و قمر دوسرے ہیں۔

اب وہ زماں نہ وہ مکاں اب وہ زمیں نہ آسماں
تو نے جہاں بدل دیا آ کے مری نگاہ میں

اصغؔر

شمس تبریزی چہ گفتارم بہ سمعت می رسد
بہر تحسیں را بسوئے ما بہ جنباں آستیں

ترجمہ وتشریح: اے مرشد تبریزی! اگر میری یہ عاشقانہ باتیں آپ کو اچھی معلوم ہورہی ہوں تو آپ میری حوصلہ افزائی کے لیے اپنا دستِ مبارک ہلا کر شاباش فرمائیے۔

مناجاتِ عاشق از قاضی الحاجات

اے خدا ایں وصل را ہجراں مکن
سر خوشان عشق را نالاں مکن

ترجمہ وتشریح: اے خدا! اس قرب کو کبھی جدائی سے نہ تبدیل کیجیے اور اپنے عشق کے سر مستوں اور دیوانوں کو جدائی کا صدمہ نہ دیجیے۔

تلخ تر از فرقت تو ہیچ نیست

ترجمہ: کوئی چیز آپ کی جدائی سے زیادہ تلخ نہیں۔

باغ جاں را تازہ و سرسبز دار
ایں چنیں آباد را ویراں مکن

ترجمہ و تشریح: میری روح کے باغ قرب کو اے خدا! ہمیشہ تازہ و سرسبز رکھیے، وہ روح جو آپ کی محبت سے رشکِ صد بہار ہے اسے ویران نہ کیجیے یعنی توفیقات و عنایات خاصہ کو دائم رکھیے اور بہ سبب شامت اعمال انتقام نہ لیجیے بلکہ حلم و عفو و کرم کا معاملہ کیجیے۔

چوں خزاں بر شاخ و برگ دل مزن
خلق را مسکین و سرگرداں مکن

ترجمہ و تشریح: میرے دل کے برگ و شاخ کی تازگی جو آپ کے قرب سے قائم ہے اس پر اپنی جدائی اور دوری کی خزاں نہ مسلط کیجیے (بہ سبب شامت اعمال) اے خدا! ہم مسکینوں کو دوری کی وحشت سے سرگرداں نہ فرمائیے۔

بر درختے کاشیان مرغ تست
شاخ مشکن مرغ را پرّاں مکن

ترجمہ و تشریح: آپ کے جس درخت قرب پر آپ کے عشاق کی ارواح کی چڑیوں نے نشیمن بنا رکھا ہے اس شاخ کو مت توڑیے اور ان چڑیوں کو وہاں سے نہ اڑائیے یعنی قرب دوام کی نعمت سے بسبب ہماری شامت اعمال کے ہم کو محروم نہ کیجیے۔

ہر شاخ سے لپٹ کر روتی ہے کوئی چڑیا
دیکھا ہے جب سے اپنا جلتا ہوا نشیمن

یعنی اہل اللہ سے اگر کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے تو گریہ وزاری میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

جب فلک نے مجھ کو محروم گلستاں کر دیا
اشک ہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کر دیا

یعنی گریہ وزاری سے وہ دوری پھر قرب سے بدل جاتی ہے کیوں کہ حق تعالیٰ کریم ہیں **وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ** ہیں۔ میرے مرشد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے ہمارے ایک سوال کا جواب عطا فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ حق تعالیٰ ہم سے فرما رہے ہیں کہ جانتے ہو کہ میں کیوں بہت بخشنے والا ہوں۔ اس لیے کہ میں غفور

کے ساتھ ودود بھی ہوں یعنی بہت محبت کرنے والا بھی ہوں پس میری محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں تمہاری خطاؤں کو معاف کردوں۔

نیست در عالم ز ہجراں تلخ تر
ہر چہ خواہی کن و لیکن آں مکن

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ کی جدائی سے تلخ تر چیز اس جہاں میں اور کوئی نہیں پس از راہ لطف و کرم آپ اپنی جدائی کا غم نہ دیجیے۔

یارِ شب را روزِ مہجوری مدہ
جان قربت دیدہ را دوری مدہ

اے خدا! اپنے شب خیز دوستوں کو جدائی کا دن نہ دکھایئے اور جس جان نے آپ کے قرب کی لذت چکھ لی ہے اسے دوری کا عذاب نہ چکھایئے (آمین یارب العالمین)۔

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

جس طرف کو رخ کیا تو نے گلستاں ہوگیا
جس طرف سے تو نے منہ پھیرا بیاباں ہوگیا

چوں بہ میرم تو رحم خواہی کرد
آنچہ آخر کنی تو پیشیں مکن

ترجمہ و تشریح: اے محبوبِ حقیقی! جب میں مرجاؤں گا تو مجھ پر آپ ضرور رحم کریں گے، پس جو آپ بعد مرنے کے کرم فرمائیں گے اس میں سے کچھ پہلے ہی عنایت فرمادیجیے۔
مولانا یہ مضمون غلبۂ حال میں فرما گئے۔ پھر جب افاقہ ہوا تو اگلے شعر میں معافی طلب کی۔

بس کنم شدر حد گستاخی
من کہ باشم کہ گویمت ایں کن

ترجمہ و تشریح: اے خدا! مجھ سے گستاخی ہوگئی اور میں توبہ کرتا ہوں، میری کیا حقیقت ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنی رائے و تجویز پیش کروں۔ کیوں کہ بندگی اور عبدیت کا تقاضا تو افنائے رائے اور تفویض و تسلیم ہے۔

گر نبود ایں سخن ز من لائق
انچہ لائق بود تو تلقیں کن

ترجمہ و تشریح: اے خدا! یہ گفتگو میری نامناسب تھی، آپ اپنے کرم سے مناسب اور لائق مناجات میرے قلب میں تلقین فرمایئے۔

در بیانِ دردِ فراق و طلبِ وصال از خدائے ایزدِ متعال

اے ہفت دریا گوہر عطا کن
ویں مسِ مارا رو کیمیا کن

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ تمام خزانوں کے مالک ہیں اپنے ہفت دریا سے ایک موتی ہی مجھے عطا فرمادیجیے اور میرے تانبے کو اپنے کرم سے کیمیا بنادیجیے۔ (تانبے سے کیمیا گر سونا بنادیتے ہیں۔)

بگریست بر ما ہر سنگ خارا
ایں درد مارا جاناں دوا کن

ترجمہ و تشریح: میری نالائقی اور بربادی و تباہ حالی پر ہر پتھر جیسے قلب کو بھی رونا آگیا۔ اے محبوب! ہمارے اس درد (ناصور کہن) کی دوا کردیجیے۔

اے آفتابم اے نور و کوکب
در ظلمتِ شب چوں مہہ سخا کن

ترجمہ و تشریح: اے میرے آفتاب اے نورِ مطلق اے خالقِ کواکب! میری اندھیری رات میں مثل چاند کے سخاوت کیجیے۔

درد قدیمے رنج سقیمے
گرد یتیمی از ما جدا کن

ترجمہ و تشریح: میرا درد بہت پرانا ہے اور میری بیماری نے مجھے نڈھال کر دیا ہے۔ میری یتیمی کے گرد و غبار کو آپ دور فرما دیجیے۔ (اپنے قرب اور نور تقویٰ سے اور اخلاق حسنہ اور اعمال حسنہ سے)۔

گر در نعیم با زر و سیم
بے تو فقیرم درمان ما کن

ترجمہ و تشریح: اے خدا! اگر تمام دنیا کی نعمتوں میں اور سونے چاندی کے ڈھیر میں بھی رہوں مگر آپ سے دور رہ کر میں مفلس ہوں پس آپ میرا درمان اور علاج کیجیے یعنی اعمال رضا کی توفیق دے کر اپنے قرب کی دولت سے ہمارا افلاس دور کر دیجیے۔

من لب بہ بستم در غم نشستم
بکشائے دستم قصد لقا کن

ترجمہ و تشریح: میں خاموش ہوں اور غمگین بیٹھا ہوں، اپنے کرم سے اپنا قرب خاص عطا فرما کر مجھ کو مسرور کر دیجیے۔

ز تو بادہ دادن ز من سجدہ کردن
ز من شکر کردن ز تو گوہر افشاں

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ کا کام ہم کو بادۂ معرفت عطا کرنا ہے ہمارا کام آپ کو سجدہ کرنا ہے۔ ہمارا کام آپ کے احسانات کا شکر کرنا ہے اور آپ کا کام احسانات کے موتی لٹانا ہے۔

خرابم کن ایجاں کہ از دیہہ ویراں
خراجے نخواہد نہ سلطاں نہ دیواں

ترجمہ و تشریح:اے محبوب ! میری جان کو اپنی محبت و معرفت سے مست و خراب کر دیجیے کہ میری ویرانی ظاہری طور ہو گی مگر ویرانہ میں آپ کے قرب کا خزانہ نہاں ہو گا لیکن ظاہری ویرانی کے سبب دنیا کے سلاطین ہم سے خراج و ٹیکس نہ لیں گے جس طرح کہ زمین غیر آباد پر خراج نہیں لگتا۔

بیا اے مونس جاں ہائے مستاں
بہ بیں اندیشہ و سودائے مستاں

ترجمہ و تشریح:اے محبوب اے مونس جانِ مستان! اپنے عاشقوں کی دیوانگی اور بلند پروازیٔ فکر مشاہدہ کیجیے۔

ہمہ شب می رود تا روز اے مہ
ہر اہلِ آسماں ہیہائے مستاں

ترجمہ و تشریح:اے محبوب! آپ کے عاشقوں کے آہ و نالے رات دن آسمان والوں تک یعنی فرشتوں تک جارہے ہیں۔

کلاہ جملہ ہشیاراں ربودند
دریں بازار کوچہ جائے مستاں

ترجمہ و تشریح:اے خدا! آپ کے دیوانوں کے کوچے میں جب اہلِ ہوش و اہل خرد کا گزر ہوتا ہے تو ان کی ٹوپیاں اور پگڑیاں بھی سر سے اتر جاتی ہیں۔یعنی آپ کے دیوانے ان ہوشمندوں کو بھی دیوانہ بنادیتے ہیں۔

نہ جانے کیا سے کیا ہوجائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستار فضیلت گم ہو دستار محبت میں

شنیدم چرخ گرداں را کہ می گفت
منم یکہ لقمہ از حلوائے مستاں

ترجمہ و تشریح: میں نے سنا کہ آسمان گردش والا مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ میں حق تعالیٰ کے دیوانوں کے سامنے ان کے حلوائے قرب و معرفت کا ایک لقمہ ہوں۔ مراد یہ کہ اہل اللہ کا مقام مرتبۂ روح میں افلاک سے بلند تر ہوتا ہے۔

شنیدم اژدہائے عشق می گفت
منم معشوقۂ زیبائے مستاں

ترجمہ و تشریح: میں نے سنا کہ عشق کا اژدہا یہ کہہ رہا تھا کہ میں خدا کے دیوانوں کا معشوق ہوں مراد یہ کہ عاشقان خدا کو خدا کے راستے کی ہر تکلیف محبوب ہو جاتی ہے۔

و لیکن شمس تبریزی حقائق
ندارد از فرح پروائے مستاں

ترجمہ و تشریح: لیکن ہمارے مرشد شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اوپر انکشاف حقائق سے ایسے مست ہیں کہ انہیں اپنے لطف قرب کے سامنے ہم مستوں کی پروا نہیں ہے۔ یہ دراصل مولانا کا ناز ہے شیخ کی توجہ و مہربانی حاصل کرنے کے لیے ہر ایک کا یہ مقام نہیں ہوتا۔

یکے پندت دہم اے طالب دیں
یکے پند دلاویزے خوش آئیں

ترجمہ و تشریح: مولانا فرماتے ہیں کہ اے طالب دین! میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ نصیحت نہایت عمدہ اور کام کی ہے۔

مشیں غافل بہ پہلوئے حریصاں
کہ جاں غافل شود از جان گرگیں

ترجمہ و تشریح: اور وہ نصیحت یہ ہے کہ غافل دلوں کے پاس کبھی مت بیٹھنا کیوں کہ غافل جانوں کے پاس بیٹھنے سے تمہاری جان بھی غافل ہو جاوے گی۔

ز خارستان دل گر پاک گردی
ز جاں یابی حلاوت ہائے والتّیں

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! اگر تو دل کی گندگی سے پاک ہو جاوے گا تو اپنی روح میں بعد تزکیۂ نفس خدا کے قرب کی حلاوت کو محسوس کرلے گا۔

بجوشد از درون دل عروساں
چو مرد حق شوی اے مرد عنّیں

ترجمہ و تشریح: اے مخنث نامرد! جب تو مغلوبیت نفس سے نجات پاکر اپنے نفس پر غالب ہو جائے گا تو تو رجال اللہ میں سے ہو جائے گا اور تیرے قلب میں حق تعالیٰ کے خاص انوار و تجلیات محسوس ہوں گے۔

بیا میز اند کے اے کان رحمت
کہ تاگردد رخ زرد از تو رنگیں

ترجمہ و تشریح: اے سرچشمۂ رحمت! اپنی رحمت میرے حال پر مبذول کیجیے تا کہ آپ کے قرب سے عشاق کے زرد چہرے خوشی سے رنگین ہو جائیں۔

زہے اوصاف شمس الدین تبریز
زہے کر و فر امکانِ تمکیں

ترجمہ و تشریح: حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف کا کیا کہنا ہے کہ ان کو حق تعالیٰ کے قربِ خاص پر تمکین حاصل ہے۔

نہ زاں حکمت کہ مایہ گفت گویست
ازاں حکمت کہ جاں گردد خدا بیں

ترجمہ و تشریح: اے خدا! میں آپ سے علم کی وہ دولت نہیں مانگتا جس سے آدمی صرف متکلم اور مقرر ہو جاتا ہے بلکہ وہ علم و معرفت مانگتا ہوں جس سے جان خدا بیں ہو جاتی ہے یعنی جان آپ کو دیکھنے والی جان ہو جاتی ہے۔

ز شہواتے بر بانے رساں ما
بر اوجِ عرش بیں زیں عالم طیں

ترجمہ و تشریح: اے خدا! ہماری جانوں کو شہوات سے پاک کر کے قربِ ربانی عطا فرما دیجیے اور آپ پھر ان عاشقوں کو عالم آب و گل سے نکال کر عرش پر دیکھیے یعنی اپنا مقرب بنا لیجیے۔

دوش چہ خوردۂ دلا راست بگو نہاں مکن
چوں خمشان بے گنہ روئے بایں و آں مکن

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! رات آپ نے ذکر و فکر کی کیا مستی حاصل کی ہے سچ سچ بتا دیجیے، پوشیدہ نہ کیجیے۔ مثل خاموش اور سادے لوگوں کے آپ اپنی باطنی دولت کو چھپانے کے لیے چہرہ کو اِدھر اُدھر نہ کیجیے۔

خصم نیم جفا مکن کبر نیم غزا مکن
بے گنہم سزا مکن رخ ترش و گراں مکن

ترجمہ و تشریح: میں آپ کا غلام ہوں فریق اور مخالف نہیں کہ آپ مجھ پر جور و جفا کریں۔ میں آپ کا مخلص ہوں آپ میری طرف ترش رو اور چیں بہ جبیں نہ ہوں۔

از تپش مئے نہاں روئے شود چو ارغواں
روئے بعشق آر بس روئے باسماں مکن

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! آپ کے عشقِ باطن کی مئے آتشیں سے آپ کا چہرہ سرخ ہورہا ہے اپنے چہرے کا عاشقانہ رنگ ظاہر نہ ہونے دیجیے۔ باطنی عشق کی آتش کو چھپانے کے لیے چہرہ آسمان کی طرف نہ کیجیے۔ (جیسا کہ بہانہ بنانے کے لیے آسمان کی طرف دیکھتے ہیں)۔

آنکھوں نے تری پی ہے جو پیمانۂ ھو سے
ہیں بے نیاز میکدۂ جام و سبو سے

اختؔر

کار دلم بجاں رسید کار و باستخواں رسید
نالہ کنم بگویدم دم مزن و فغاں مکن

ترجمہ و تشریح: عشق کا غم قلب سے تجاوز کرکے میری جان میں داخل ہوچکا ہے۔ اور اس کا خنجر میری ہڈیوں تک پہنچ چکا ہے اور جب میں نالہ و فریاد کرتا ہوں تو وہ مجھ سے کہتا ہے: دم مت مار اور فغاں مت کر۔

تاتو حریفِ من شدی اے مہہ دلستانِ من
ہمچو چراغ می جہدِ نور تو از دہانِ من

ترجمہ و تشریح: اے قمر (خطاب بہ محبوب حقیقی) اے دل کے خریدار! جب سے آپ کا نور میرے باطن میں داخل ہوا ہے اس وقت سے میرے مواعظ و مجالس ارشاد میں مثل چراغ آپ کا نور میرے منہ سے نکل رہا ہے یعنی انوار ذکر و فکر و طاعات پنہاں الفاظ میں شامل ہوکر طالبین کے قلوب کو بھی روشن کررہے ہیں۔

شیخ نورانی زرہ آگہہ کند
نور را بالفظ ہا ہمرہ کند

ترجمہ و تشریح: اللہ والے اللہ تعالیٰ کا راستہ بھی بتاتے ہیں اور اپنے نورِ باطن کو الفاظ کے ہمراہ سامعین کے قلوب تک پہنچادیتے ہیں۔

عشق برید کیسہ ام گفتم ہے چہ میکنی
گفت ترا نہ بس بود رحمت بیکران من

ترجمہ و تشریح: عشق نے میرے ظاہری علم و عقل کی تھیلی کو جب کاٹنا چاہا تو میں نے کہا کہ ارے! یہ کیا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ کیا میری رحمتِ بے پایاں تیرے لیے کافی نہیں۔ مراد یہ کہ حق تعالیٰ کی محبت میں نفس کی خواہشات کا خون کرنے میں دریغ اور پس و پیش اور تاخیر نہ کرو کہ اس ویرانی ہی میں وہ اپنے قرب کے خزانے کو رکھتے ہیں اور اپنی رحمتِ بیکراں سے ہر وقت اس بندہ پر متوجہ رہتے ہیں۔

احقر کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

اس خنجرِ تسلیم سے وہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

انہیں ہر لحظہ جانِ نو عطا ہوتی ہے دنیا میں
جو پیشِ خنجرِ تسلیم گردن ڈال دیتے ہیں

گزرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

ترے حکم کی تیغ سے میں ہوں بسمل
شہادت نہیں میری ممنونِ خنجر

حق تعالیٰ کی راہ میں نفس سے ہر وقت جہاد اور گناہوں کے تقاضوں سے ہر وقت مقابلہ یہ شریعت میں جہادِ اکبر کہلاتا ہے اور کافروں سے جہادِ اصغر ہے کیوں کہ اس میں ایک بار جان دینا ہے اور اس میں تمام زندگی بار بار جان دینا ہے اور جہاد نفس میں دل کو جو غم ہوتا ہے اس کا انعام ملاحظہ ہو۔

بپاسِ خاطرِ دیوانہ مے آتی ہے جنت سے
یہی انعام ہے نہلا اٹھے جو خونِ حسرت سے

وہ زندگی حرم کی کبھی پاسباں نہ تھی
جس زندگی میں غم کی کوئی داستاں نہ تھی

اک غم زدہ جگر پہ کسی کی نظر بھی ہے
شب ہائے غم پہ سایۂ لطف سحر بھی ہے

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

ہزار خونِ تمنا ہزارہا غم سے
دلِ تباہ میں فرمانروائے عالم ہے

برگ نداشت ایں دلم می لرزید برگ وش
گفت مترس کامدی در حرم امانِ من

ترجمہ و تشریح: مجاہدات سے میرے قلب کے باغ و بہار کے پتے جھڑ گئے اور ابھی باقی ماندہ کے خوف سے کانپ رہا تھا کہ عشق نے کان میں خوشخبری دی کہ مت ڈر اب تو میرے امان کے حرم میں آگیا ہے۔ یعنی اب تیری حفاظت خدائے پاک فرمائیں گے کہ جو ان کا ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ بھی اس کے ہو جاتے ہیں مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر پڑھا کرتے تھے۔

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

بر تو زنم ترانۂ مست ابد کنم ترا
تاکہ یقیں شود ترا عشرت جاوداں من

ترجمہ و تشریح: عشق حق کی طرف سے حکایتاً مولانا فرماتے ہیں کہ اے عاشق! میں ایسا ترانہ تجھے سناؤں گا کہ تجھے مست ابد کر دوں گا۔ (یعنی عشق حق کی دولت سے غیر فانی بہار عطا ہوتی ہے) اور اس وقت تجھے میر اعیش جاوداں معلوم ہو گا۔ یعنی اہل اللہ کی باطنی لذت و حلاوت جو قرب خداوندی سے عطا ہوتی ہے دائمی ہوتی ہے۔

زمانے نے دی ہے ہر اک چیز فانی
محبت نے بخشا غمِ جاودانی

سینہ چو بوستاں کند دمدمۂ بہار من
چہرہ چو ارغواں کند بادۂ گلستان من

ترجمہ و تشریح: حکایتاً عن العشق الحقیقی ارشاد ہے کہ اے عاشق! میری بہار کا دمدمہ تیرے سینے کو مثل بوستاں کرے گا اور میری بادۂ گلستاں تیرے چہرے کو مثل ارغواں کرے گی۔ چناں چہ خدائے پاک کے عاشقوں کا یہی پُر لطف حال رہتا ہے۔

من بکنم خموش تا شمس حقم بنطق خود
باز بگویدم بگو بلبل گلستان من

ترجمہ و تشریح: میں اب خاموش ہوتا ہوں تا کہ میرے مرشد شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان مبارک سے پھر یہ فرمائیں کہ اے میرے گلستان باطن کے بلبل پھر کلام عاشقانہ و عارفانہ سے چہچہانا شروع کر۔

چہ بہ پیش کوہ حلمت گنہاں چو کاہ آمد
بگناہ چوں کہہ ما نظر حقارتے کن

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ کے کوہ حلم و کرم کے سامنے ہمارے گناہ مثل تنکے اور گھاس کے ہیں پس آپ اپنی رحمت سے ہمارے پہاڑ جیسے عظیم گناہوں کو بھی نگاہ حقارت سے دیکھیے یعنی ان کو معاف فرما دیجیے۔

تن ما و قطرۂ بد کہ ز لطف آدمی شد
صفت پلید را ہم صفت طہارتے کن

ترجمہ و تشریح: ہمارا جسم ایک قطرۂ منی تھا جو آپ کے لطف سے آدمی ہو گیا پس ہمارے ناپاک اخلاق وصفات کو پاکیزہ اخلاق وصفات عطا فرما دیجیے۔

ز جہاں غیب جاں ہا چو اسیر آب و گل شد
تو ز دار حرب گل شاں برہاں و غارتے کن

ترجمہ و تشریح: عالم غیب سے ہماری ارواح جب دنیا میں اجسام کے آب و گل میں اسیر ہو گئیں تو آپ اس دار حرب آب و گل سے ہماری ارواح کو رہائی دے دیجیے اور مقابلۂ نفس و شیطان کے لیے ہمیں حملہ و غلبہ کی طاقت عطا کیجیے۔

از من گریز تا تو اندر بلا نیفتی
بگزیں رہ سلامت ترک رہ بلا کن

ترجمہ و تشریح: عشق کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے عاشق! تو اگر بلاؤں سے ڈرتا ہے تو دعویٰ عشق کا ترک کر دے تاکہ عشق تجھے بلا میں نہ پکڑے جس کو سلامتی کی راہ پسند ہو تو وہ رہ بلا کو ترک کر دے۔ اس مضمون سے ترک عشق کا مشورہ نہیں ہے بلکہ عاشقان حق کے لیے تحمل بلا و مشقت و مجاہدات کی ترغیب ہے۔

بر شاہ خوبرویاں واجب وفا نہ باشد
اے زرد روئے عاشق رو صبر کن وفا کن

ترجمہ و تشریح: فرماتے ہیں کہ اس سلطان خوبرویاں پر وفا واجب نہیں ہے پس اے زرد رو عاشق! تو صبر اختیار کر اور اپنی طرف سے وفا اختیار کر۔ مراد یہ کہ حق تعالیٰ کے جملہ الطاف بندوں پر فضلاً و احساناً ہیں۔ رزق کے بارے میں وَعَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا فرمایا اور

علیٰ عربی میں وجوب کے لیے آتا ہے لیکن یہ وجوب بھی فضلاً و احساناً فرمایا ہے۔ پس بندوں کو ناز کا مقام نہیں عبدیت و اطاعت بجالائیں، جس کا ثمرہ یہ ہو گا کہ ایک دن حق تعالیٰ کرم فرما ہی دیں گے۔ اعمال صالحہ کر کے قبولیت کے لیے درخواست کرنا اور عدم قبولیت کا خوف رکھنا ہی عین ایمان ہے۔ جیسا کہ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُہُمۡ وَجِلَۃٌ کی تفسیر میں تصریح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے مذکور ہے کہ یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی جو نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں لیکن ڈرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے یہاں مقبول بھی ہے یا نہیں۔ پس امید و خوف کے درمیان رہنا اور اعمال صالحہ میں سرگرم رہنا کمال عبدیت ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وعظ میں ایسے مقام پر یہ شعر فرمایا ہے ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

دردیست غیر مردن کاں را دوا نباشد
پس من چگونہ گویم ایں درد را دوا کن

ترجمہ و تشریح: محبت اور عشق کا درد ایسا درد ہے جو مرنے تک ساتھ ہے سوائے موت اس کی کوئی دوا نہیں، پس میں کس طرح کہوں کہ آپ اس درد کی دوا کر دیجیے۔ وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ پر عمل کرنا ہے۔ یعنی موت تک اپنے رب کی غلامی میں لگے رہو۔

پابند محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

در خواب دوش پیرے در کوئے عشق دیدم
بادست اشارتم کرد کاے میل سوئے ماکن

ترجمہ و تشریح: رات خواب میں ایک پیر مرد کو کوئے عشق میں دیکھا اور مجھے انہوں نے

ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میری طرف متوجہ ہو اور مجھ سے استفادہ کر۔ غالباً حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا نے خواب میں دیکھا جو اس شعر میں توریہ کے ساتھ بیان فرما گئے۔

گر اژدہاست بر رہ عشق ست چوں زمرد
از برق آں زمرد ہیں دفع اژدہا کن

ترجمہ و تشریح: اگر راہِ عشق میں مجاہدات کے اژدہے ہیں تو عشق بھی زمرد صفت ہے پس زمرد کے برق سے ان اژدہوں کو دفع کردو۔ یعنی حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرلو پھر راستے کی تمام مشکلات آسان ہوجائیں گی۔ جس طرح بال بچوں کی محبت ہونے کی وجہ سے ان کی ذمہ داریاں اٹھانے میں لطف آتا ہے اگر محبت نہ ہو صرف قانون ہو تو مشکل میں جان پڑے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدائے پاک کی محبت تین طریقوں سے حاصل ہوتی ہے:

۱) حق تعالیٰ کے احسانات کو سوچیے۔ پھر محسنِ حقیقی سے محبت معلوم ہوگی۔
۲) کثرتِ ذکر اللہ سے مگر کسی اللہ والے کے مشورہ و نگرانی کے ساتھ۔
۳) خدائے پاک کے عاشقوں کے پاس کبھی کبھی بیٹھنا۔

گفتم کہ اے امیرم شادت کنار گیرم
بسیار لابہ کردم گفتا کہ نیست امکاں

ترجمہ و تشریح: میں نے بارگاہِ حق میں عرض کیا کہ اے محبوب! آپ سے وصال حسّی چاہتا ہوں اور بہت تضرع وزاری والحاح سے یہ درخواست کی تھی لیکن ارشاد ہوا کہ میں زمان و مکان سے منزہ ہوں یہ ممکن نہیں۔

گفتم بیا وفا کن ویں ناز را رہا کن
لعل نگیں بہ من دہ گفتا کہ نیست آں کاں

ترجمہ و تشریح: پھر میں نے درخواست کی کہ آیئے اور نگاہِ لطف مجھ پر کیجیے اور استغنا کا ظہور نہ فرمایئے اور لعل وصال عطا فرمایئے۔ ارشاد ہوا کہ نہیں یہ کان یعنی معدن ایسا نہیں۔

گفتا کہ من فنایم من درکنار نایم
نقشے ہمی نمایم از بہر درد منداں

ترجمہ و تشریح: ارشاد ہوا کہ میں عرض و جوہر سے پاک ہوں بے کیف و بے کم ہوں، عباد کے لیے دنیا میں وصال حسی ممکن نہیں البتہ اپنے دردمندوں کے لیے اپنی نشانیاں کائنات میں پھیلادی ہیں۔

میرے سوال وصل پہ پیہم سکوت ہے
بکھرادیے ہیں کچھ مہہ و انجم جواب میں

اصغر

گفتا ز صد یکے تو باور کجا کنی تو
طفلے درست ابجد بر گیر لوح و می خواں

ترجمہ و تشریح: پھر الہام فرمایا کہ اے مخاطب! یہ تکوینی اسرار ہیں جو تیری فہم سے بالاتر ہیں (پس تجھے احکامِ تشریعی کی تابع داری ہی جنت میں دیدار سے مشرف کرے گی) اس وقت تم بچے ہو اور ابجد سیکھ رہے ہو پس تختی کی مشق کرتے رہو۔ مراد یہ کہ روح کا کمال اور بلوغ ابھی حاصل نہیں نیز عناصر کے ساتھ ارتباط بھی مانع صلاحیت دیدار ہے۔

میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابھی آنکھیں اعمال صالحہ سے بنائی جارہی ہیں (اور جس زمانے میں آنکھیں بنتی ہیں اس پر پٹی بندھی ہوتی ہے) جنت میں یہ آنکھیں کھول دی جائیں گی وہاں پھر دیدار باری تعالیٰ ہو گا۔

بسیار اشک راندم تا دیر مست ماندم
ناگہ بروں شد آں شہہ چوں جاں ز جسم انساں

ترجمہ و تشریح: بالآخر میں بہت دیر تک روتا رہا اور دیر تک مست رہا کہ اس شاہ حقیقی نے اچانک ایک تجلی قرب کی ظاہر فرمائی جس طرح سے کہ جان بدون اطلاع جسم انسان سے باہر نکل پڑتی ہے۔

داغے بماند حاصل زاں صحبت اندریں دل

داغے کہ از تو دارم بہہ از ہزار درماں

ترجمہ و تشریح: آہ! وہ تجلّیٔ خاص تو آنکھوں سے او جھل ہوگئی۔ ہر چند کہ۔

یعنی طمع مدار دوام وصال را

کہتا ہوں لیکن قلب پر وہ تجلی ایک داغِ ہجراں دے گئی۔ حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے

مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

ہنسی بھی گو ہے لبوں پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے

مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

دوسرے مصرعہ میں مولانا رومی فرماتے ہیں اے خدا! آپ کی محبت کا داغ ہزاروں درماں سے افضل و بہتر ہے۔

زیں مرض خوشتر نہ باشد صحتے

خوب تر زیں سم ندیدم شربتے

ترجمہ: اے خدا! آپ کی محبت کی بیماری سے بڑھ کر کوئی صحت نہیں اور اس زہرِ عشق سے بہتر کوئی شربت نہیں۔

ہر تن کہ بے سر آید بر گردنش تو سر نہہ

داغے کہ از تو دارم بہہ از ہزار درماں

ترجمہ وتشریح:اے خدا! اپنے سربریدۂ عشق کی گردن پر آپ سر رکھیے یعنی ان کو سربلندی عطا فرمایئے اور جو متکبرین ہیں ان کے سرِ تکبر کو خنجر سے اڑا دیجیے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نہیں پوچھ یاں کچھ کبھی خود سروں کی
یہاں سرفروشوں کی سرداریاں ہیں

زاں آب آتش دل ہرگز نہ میرد اے جاں
لیکن شود زیادہ اللہ اکبرش زن

ترجمہ وتشریح: آپ کی اس تجلّی سے آتشِ دل بجھ نہیں سکتی بلکہ بعد تجلی استتار سے اور پیاس زیادہ ہوگئی پس اے اللہ! اپنے عظمت و کبریائی کے صدقے اور قوی تجلی قرب کا ظہور فرمایئے۔ تجلی کے بعد اس کا استتار سالکین کے شوق و عشق کی تربیت کرتا ہے۔

پرورش پاتا ہے رگ رگ میں مذاقِ عاشقی
جلوہ پھر دکھلایئے پھر مجھ سے پردہ کیجیے

اصغر

عارف کی جان حریف تجلیاتِ قرب ہوتی ہے حتیٰ کہ غلبۂ شوق میں اپنے تحمل کا اندازہ بھی نہیں کرتی۔

دکھا جلوہ وہی غارت گر جان جزیں جلوہ
ترے جلوؤں کے آگے جان کو ہم کیا سمجھتے ہیں

اصغر

چوں جاں تو نیستانی چوں شکر ست مردن
با تو زجان شیریں شیریں ترست مردن

ترجمہ وتشریح: جب جان کے لیے آپ مثل نیستاں ہیں تو آپ پر مرنا بھی شکر کی طرح

شیریں ہے۔ اے خدا! آپ کی راہ میں جان دینا جانِ شیریں سے بھی زیادہ شیریں ہے۔

دلا تو شہد منہ در دہانِ محروراں

حدیثِ بدر مگو باجماعتِ کوراں

ترجمہ و تشریح: اے دل! تو گرم مزاج والوں کے منہ میں شہد مت ڈال یعنی جو خود آتشِ عشق سے جل رہے ہیں انہیں یہ کلامِ آتشیں مت سنا۔ اسی طرح بدرِ کامل کی روشنی کا جمال رنگین نابینا لوگوں کے سامنے مت بیان کر یعنی اہلِ ظاہر اور قلبِ سنگلاخ کے سامنے عشق و درد کی بات سنانا عبث ہے۔

داستاں عشق کی میں کس کو سناؤں آخر

جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

مراد یہ کہ اہلِ محبت کے لیے محبت کی باتیں راس آتی ہیں۔ مگس کو پروانہ اور شمع سے کیا مطلب؟ حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سرمد غمِ عشق بو الہوس را نہ دہند

سوزِ غمِ پروانہ مگس را نہ دہند

عمرے باید کہ یار آید بکنار

ایں دولتِ سرمد ہمہ کس را نہ دہند

ترجمہ: اے سرمد! حق تعالیٰ اپنی محبت کا درد اور اپنے عشق کا غم دنیا پرست اور شہوت پرست کو نہیں عطا فرماتے۔ پروانہ کا غم مکھی کو کب عطا کرتے ہیں، ایک عمر چاہیے کہ یار (محبوبِ حقیقی) کا قرب حاصل ہو۔ یہ دائمی دولت ہر شخص کو نہیں عطا فرماتے۔

درونِ خویش بکن پاک تابروں آیند

ز پردہ ہائے تجلّیٰ چو ماہ مستوراں

ترجمہ و تشریح: اپنے باطن کو نفس کی گندگی سے پاک کرلو یعنی کسی اللہ والے سے

تعلّقِ خاص قائم کرکے اپنے نفس کا تزکیہ کرالو پھر اپنے باطن کے آئینۂ صاف میں حق سبحانہٗ تعالیٰ کے قرب کی تجلیاتِ خاصّہ کا تم مشاہدہ کرسکو گے جس طرح سے ابر روشن کے ہٹنے سے بدرِ کامل نظر آتا ہے۔

چوں نیست عشق تر بندگی بجا آر
کہ حق فرو نہلد مزدہائے مزدوراں

ترجمہ وتشریح:اے مخاطب!اگر تو اپنی روح اور قلب میں عشق نہیں محسوس کرتا اور عاشقانِ حق کے یہ احوالِ کیف ومستی تجھے اس سبب سے افسانے معلوم ہوتے ہیں (جس طرح کہ عنّین کے لیے لذّتِ جماع کا ادراک ناممکن ہوتا ہے) پس اس عدمِ صلاحیت ادراکِ عشق ومستی سے تو مایوس نہ ہو، تو بھی عبادت کیے جاجو کہ تیرے اختیار میں ہے حق تعالیٰ ہرگز کسی مزدور کی مزدوری دینے میں کمی نہ فرمائیں گے اور ممکن ہے کہ اس طرح عبادت میں چوں کہ مشقت زیادہ ہوتی ہے اس لیے اجر بھی زیادہ پاوے۔

عبادت کیے جا مزہ گو نہ آئے
لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری

انتباہ: بعض لوگ اوائلِ عمر (بچپن) میں بُری حرکتوں مثل جلق واغلام وغیرہ سے اپنا مادۂ منویہ بے طرح ضایع کرکے ٹھنڈے ہوجاتے ہیں اور بعض بالکل نامرد اور بعض ضعیف القوۃ ہوجاتے ہیں ایسے لوگوں کو بھی سلوک میں کیف ومستی کا ادراک کم ہوتا ہے کیوں کہ یہ راستہ مَردوں کا ہے مخنث کا نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولایت خاصہ کے لیے مردِ کامل ہونا ضروری ہے۔ مخنث ولایتِ عامہ سے آگے ترقی نہیں کرسکتا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کو بدون تقاضائے شدید جماع سے احتیاط چاہیے کیوں کہ کثرتِ جماع سے مادۂ منویہ کا زیادہ خروج ہوتا ہے جس کا لازمی اثر اضمحلال اور ضعف کیفیات ہے جس سے پست ہمتی پیدا ہوتی ہے اور سلوک تمام تر ہمت سے طے ہوتا ہے۔ مضمون بالا سے مراد یہ ہے کہ

تقویٰ کا حمام شہوات نفسانیہ ہیں۔

شہوت دنیا مثال گلخن است
کہ از و حمام تقویٰ روشن ست

یعنی تقویٰ کا حمام روشن کرنے کے لیے یہ شہوات مثل کوئلہ اور لکڑی کے ایندھن کا کام دیتے ہیں مثلاً کسی حسین کی طرف دیکھنے کا شدید تقاضا ہوا اور سالک خدا کے خوف سے نگاہ نیچی کر کے آگے گزر گیا تو اسی وقت بوعدۂ حدیث شریف ایمان کی حلاوت عطا ہوتی ہے اور خدا کا قربِ خاص اور نورِ تقویٰ عطا ہوتا ہے اور ان ہی بُرے تقاضوں کو روکنے سے سالک کے دل پر ان مجاہدات کے صدمات سے زخم پیدا ہوتے رہتے ہیں جو قیامت کے دن آفتاب سے زیادہ روشن ہوں گے۔

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

اس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دلِ تباہ میں ہے

پناہ گیر تو در زلفِ شمس تبریزی
کہ مشک بار دو تا وارہی ز کافوراں

ترجمہ وتشریح: نیز اے مخاطب! تو اگر عشق سے محروم ہے تو میرے مرشد حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کو لازم پکڑ کیوں کہ ان کی زلف کے سائے میں (جو مشکبار ہیں) خوشبوئے قربِ خداوندی سے تیری روح کو بھی حصہ مل جائے گا اور لذت دنیویہ کی فانی خوشبوؤں سے تو نجات پا جائے گا۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کردے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یااللہ کیا آگ بھری ہوگی

جاناں توئی کلیم و منم چوں عصائے تو
گہہ تکیہ گاہ گشتم و گہہ اژدہائے تو

ترجمہ وتشریح: آپ کے دستِ قدرت میں کبھی تو میں مثل عصائے موسوی ہوں اور آپ کی صفاتِ جمیلہ کا مظہر ہوں اور کبھی مثل اژدہا ہوں اس وقت صفاتِ قہر کا مظہر ہوں۔

در دست فضل و رحمت تو یارم و عصا
مارے شوم چو افگندم ابتلائے تو

ترجمہ وتشریح: آپ کے فضل ورحمت سے میں آپ کے لیے محبت ورضا کے اعمال کرتا ہوں اور جب میری شامتِ اعمال سے آپ اپنی عنایت ہٹا لیتے ہیں تو میں سانپ ہو جاتا ہوں اور زہریلے اعمال مجھ سے صادر ہونے لگتے ہیں۔

می گرد آسماں ہمہ شب با ہزار شمع
در جست و جوئے چشم خوش دلربائے تو

ترجمہ وتشریح: اے خدا! یہ آسمان بے شمار ستاروں کے چراغ کے ساتھ رات بھر آپ کی نظرِ عنایت کو ڈھونڈنے کے لیے گردش کرتا ہے۔

کز خانہ و دکان ہوائے تو شد خراب
رہ یافت لا جرم بخرابم صبائے تو

ترجمہ وتشریح: اے خدا! آپ کی محبت نے جس کی دوکان اور گھر کو خراب کیا ہے یقیناً وہ دیوانہ آپ کی گلی میں آپ کی نسیمِ کرم کو پالے گا ؎

یہ صحن چمن یہ لالہ و گل ہونے دو جو ویراں ہوتے ہیں
تخریبِ جنوں کے پردے میں تعمیر کے ساماں ہوتے ہیں

عشق کی ویرانیوں کو رائیگاں سمجھے تھے ہم
بستیاں نکلیں جنہیں ویرانیاں سمجھے تھے ہم

اے جاں اگر رضائے تو غم خوردن و بس ست
صد دل بہ غم سپارم بہرِ رضائے تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! اگر آپ کی رضا اسی میں ہے کہ ہم آپ کے عشق کا غم کھاتے رہیں اور آپ کی تیغِ مرضیات سے اپنی خواہشات کا خون کرتے رہیں تو ہم اس غم کے لیے اپنے سینکڑوں دل آپ کی رضا پر قربان کرتے ہیں۔

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ترجمہ: یہ غم دشمنوں کو نہ نصیب ہو کہ وہ آپ کی تیغ سے ہلاک ہوں دوستوں کا سر سلامت رہے کہ آپ خنجر آزمائی فرمائیں۔

از زخم ہاون غم خود خوش مرا بکوب
زیں کوفتن رسد بنظر توتیائے تو

ترجمہ و تشریح: اے محبوبِ حقیقی! آپ اپنی محبت کے درد کے ہاون دستہ سے ہم کو خوب کوٹیے آپ جتنا ہی مجاہدات کے کھرل میں ہم کو کوٹیں گے اسی قدر ہماری باطنی صفائی ہو کر آپ کی تجلیاتِ قرب کے لیے نگاہِ بصیرت تیز ہوگی۔

بر عاشقاں فریضہ بود جست و جوئے او
بر روئے سر چو سیلِ رواں ست جوئے او

ترجمہ و تشریح:اے خدا! آپ کی جستجو و تلاش ہم عاشقوں پر فرض ہے جب کہ آپ کی نہر مثل سیلاب ہمارے سروں پر بہہ رہی ہے۔ یعنی جب کہ اسبابِ قرب و معرفت کو آپ نے آسان فرمادیا ہے تو ہماری نالائقی وناسپاسی ہو گی کہ ہم کورِ باطن رہیں۔

تا عکسِ آں طلب نبود کے طلب کنم

پس جست و جوئے ما ہمہ از جست و جوئے او

ترجمہ و تشریح:جب تک آپ کی محبت و طلب کا عکس ہمارے قلوب پر نہیں پڑتا ہم آپ کو کب طلب کر سکتے ہیں پس آپ کی خاطر ہماری جستجو دراصل آپ کی تلاش کا عکس ہے۔

مری گم گشتگی پر خود مری منزل پریشاں ہے
مری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے

قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

گاہے بجوئے دوست چو آبِ رواں کشیم

گاہے چو آب حبس شدہ در سبوئے او

ترجمہ و تشریح: کبھی دوست کی نہر میں مثل آبِ رواں بہہ رہے ہیں اور کبھی دوست کے سبو میں مثل آب محبوس کے مقید ہیں۔ قبض و بسط ذوالجلال کی ان مختلف شانوں کو ان عجیب مثالوں سے بیان فرمایا ہے۔

بگذاردت زناز و چو مویت کند ضعیف

بدہی دو کون را بہ یکے تار موئے او

ترجمہ و تشریح:اے طالب ! عشق تیرے ناز کو ختم کرتا ہے اور تجھے مجاہدات کی آگ میں گھلا کر ضعیف و ناتواں کرتا ہے تاکہ تیری روح میں دونوں جہاں حق تعالیٰ پر فدا کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

تصویر ہائے ناخوش و اندیشۂ رکیک
از طبع ست باشد و نبود ز سوئے او

ترجمہ و تشریح: خدا کا راستہ بے غبار ہے اور دشواری کے خیالات اور رکیک اندیشے یہ تمہاری سست و کاہل طبیعت کے آثار و عکوس ہیں اُدھر سے تو عنایت ہی عنایت ہے۔ جیسے زبان پر بلغم اور زکام کا اثر ہو تو بریانی اور شربتِ روح افزا کا لطف کیا ملے گا بلکہ اور گرانی معلوم ہوگی۔

خاموش باش تا صفت خویش خود کند
بے ہائے ہائے سرو تو آں ہوئے ہوئے او

ترجمہ و تشریح: اب خاموش ہو جاؤ تاکہ اے رومی! حق تعالیٰ کی طرف سے الہامات اور واردات کا سلسلہ شروع ہو اور حق تعالیٰ اپنی صفات کو خود بیان فرمائیں اور اب اپنی آہ سرد کو بند کر کے ان کی طرف سے ہُو ہُو کی آواز سنو۔

خوش خراماں می روی اے جان جاں بے من مرو
اے حیات دوستاں در بوستاں بے من مرو

اے مرشد! اے جان من! خوش رفتاری سے تنہا نہ جایئے مجھے بھی ہمراہ لے لیجیے۔ اے حیاتِ دوستاں! بوستانِ قرب کی راہ میں بدون ہمیں ساتھ لیے تنہا نہ سفر کیجیے۔

حسنِ طلب از فیوض و الطافِ مرشد

صوفیاں ہم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو

ترجمہ و تشریح:اے مرشد شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ! آپ کے در دولت پر ہم طالبین برائے حصول فیض حاضر ہوئے ہیں۔اللہ کے نام پر اپنی روح عارف کے چہرۂ تاباں سے کچھ عطا کر دیجیے۔

از عطش ابریق ہا آوردہ ام
کاب خوبے نیست جز در جوئے تو

ترجمہ و تشریح:ہماری روحِ تشنگی (حق تعالیٰ کی پیاس) کے سبب اپنے ساتھ لوٹا (ابریق) بھی لائی ہے۔ ہماری طلب کے برتن میں کوئی خوبی نہیں سوائے آپ کے دریائے عطا کی خوبی کے۔

ہاں بدہ نقدے بہ درویشانِ خود
اے ہمیشہ لطف و رحمت خوئے تو

ترجمہ و تشریح:ہاں اے شمس تبریزی! اپنے درویشوں کو نقد موتی (فیضانِ معرفت) عطا کیجیے۔اے وہ ذاتِ گرامی کہ آپ ہمیشہ طالبانِ حق پر لطف وعطا کے خوگر ہیں۔

حسنِ یوسف قوتِ جاں شد قحط سال
آمدیم از قحطِ ماہم سوئے تو

ترجمہ و تشریح:ہماری ارواح کے لیے غذائے روحانی کا (یعنی محبت و معرفت کا) قحط ہے اس لیے اے حسنِ یوسف (یعنی اے مرشد کہ معناً تعلق مع اللہ کے فیض سے آپ کی روح حسین ہے) آپ کے پاس ہم حاضر ہوئے ہیں جس طرح سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے پاس غلہ مانگنے گئے تھے (بوجہ خشک سالی و قحط کے) ہم بھی آپ سے روحانی بھیک مانگتے ہیں۔

صوفیاں را باز حلوا آرزو ست
از لبِ حلوائے تو دلجوئے تو

ترجمہ و تشریح:صوفیوں کو آپ سے حلوائے معرفت کی آرزو ہے یعنی آپ جو اپنے شیریں

لبوں سے جو اسرارِ معرفت بیان کر کے طالبینِ حق کی دلجوئی کرتے ہیں ہم بھی امیدوار ہیں۔

ولولہ در خانقاہ افتاد دوش
مشک پر شد خانقاہ از بوئے تو

ترجمہ و تشریح: کل آپ کی خانقاہ میں عجیب ولولہ تھا یعنی فیضانِ خاص سے طالبین مست ہو رہے تھے اور ذکرِ حق سے تمام خانقاہ مشک کی خوشبو سے معطر ہو رہی تھی اور مشکبار ہو رہی تھی یعنی بوئے دلبرِ حقیقی ہماری جانوں پر مشک ریز تھی۔

دست بکشا جانب زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! ہماری زنبیل (کاسۂ گدائی) کی طرف دست عطا دراز کیجیے یعنی اپنے فیضان و توجہ اور دعائے خصوصی اور اسرارِ عشق و معرفت اور اصلاحِ نفس کے بیان کی بھیک عطا فرمائیے اور ہم آپ کے دست و بازوئے کرم پر آفریں کہتے ہیں اور دعا گو ہیں۔

در بیانِ ملاقاتِ مرشد

شکرِ ایزد را کہ دیدم روئے تو
یافتم ناگہ رہے من سوئے تو

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! خدا کا شکر ہے کہ آپ کا دیدار اور آپ کی صحبت ہم کو نصیب ہوئی۔ اچانک ہم آپ کی ملاقات کی راہ پا گئے۔

چشمِ گریانم ز غصہ تیرہ شد
یافت نور از نرگسِ جادوئے تو

ترجمہ و تشریح: ہماری آنکھیں نفس کے غیظ و غضب اور شر سے تاریک اور فاقد البصیرۃ ہورہی تھیں۔ اے مرشد! آپ کی نگاہِ فیض سے وہ روشن ہوگئیں۔ دور بینانِ بارگاہِ الست کی صحبت کی یہی تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اکثر وعظ میں مرحوم اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اور ارشاد فرماتے تھے کہ اہل اللہ کی صحبت سے جاہل اللہ تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے اور بدون صحبتِ اہل اللہ کوئی عالم اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ عادۃ اللہ یہی ہے کہ اصلاح بدون مصلح ممکن نہیں۔ اسی لیے میں کہا کرتا ہوں کہ اہل اللہ کی صحبت فرض عین ہے کیوں کہ اصلاحِ نفس جو فرض ہے اس کا موقوف علیہ یہی صحبت ہے۔

من چہ گفتم کو فلاح و کو نجات
برد ایں کو کو مرا در کوئے تو

ترجمہ و تشریح: میں کیا کہوں کہ فلاح اور نجات کا راستہ کدھر ہے مجھے تو یہ کوکو آپ کی گلی تک لائی ہے۔ کوکو سے مراد غالباً کوئل کی آواز ہے جس کا مفہوم اہلِ عشق یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ محبوب کہاں ہے؟ وہ محبوب کہاں ہے؟ اور ایک اہلِ ذوق نے اس آواز کی تاثیر کو یوں بیان کیا ہے۔

کوئل کا دور دور درختوں پہ بولنا
سینوں میں اہلِ درد کے نشتر گھنگولنا

مراد یہ کہ میری طلب اور دردِ محبت اور آپ کی تلاش مجھے آپ تک لائی ہے۔

از کفِ اقبال و دولت نوش یافت
ایں لبانِ خشک مدحت گوئے تو

ترجمہ و تشریح:اے مرشد تبریزی! ہمارے خشک لب آپ کے دستِ اقبال و دولت سے سیراب ہوگئے۔اس لیے آپ کی مدح اور تعریف میں ہم مشغول ہیں۔

آسماں جاہے کہ باشد فرش تو
شیر مردے کو بود آہوئے تو

ترجمہ و تشریح:اے خدا! آسمان عزت والا اس وجہ سے ہے کہ وہ آپ کا فرش یعنی مطیع و فرماں بردار ہے اور شیر مرد وہی ہوتا ہے جو آپ کا گرویدہ اور دیوانہ ہوتا ہے۔

شاد بختی کز غم تو قوت یافت
پہلوانے کو بود پہلوئے تو

ترجمہ و تشریح:اے خدا! آپ کی محبت کا غم جس کو عطا ہوا وہ اقبال مند اور خوش بخت ہوگیا اور وہی دراصل نفس پر غالب اور پہلوان ہوگیا جس کو آپ نے اپنا قرب بخشا۔ (پہلوئے تو یعنی صاحب پہلوئے تو)

جست و جوئی در دلم انداختی
تا ز جست و جو شدم در جوئے تو

ترجمہ و تشریح:اے خدا! آپ کے کرم نے ہماری روحوں میں اپنا درد عالم ارواح میں بخش دیا تھا۔ آج اسی دردِ پنہاں کا فیض ہے کہ ہم آپ کے دریائے قرب سے وصال کے متلاشی اور طالب ہیں۔

دل ازل سے تھا کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ ابھر آئی ہے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ہماری جستجو یارب ہے عکسِ جستجو تیرا

اختؔر

خاک را ہائے و ہوئے کے بدے
گر نبودے جذب ہائے و ہوئے تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! اس جسمِ خاکی سے آپ کی محبت میں یہ ہائے ہائے اور آہ و نالے کب نکل سکتے تھے اگر آپ کی طرف سے ہماری ارواح کو آپ کا جذب پنہاں نہ یاد کرتا۔

ہماری آہ میں پنہاں کسی کا درد پنہاں ہے

ایک بزرگ نے کسی مرید سے کہا کہ جب ہم کو خدائے پاک یاد فرماتے ہیں تو ہم کو پتا چل جاتا ہے۔ مرید نے سوال کیا کہ حضرت! وہ کس طرح؟ فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ خدائے پاک کو خلوت میں یاد کرتا ہے تو خدائے پاک بھی اس کو خلوت میں یاد کرتے ہیں اور مجھ کو اس وقت حق تعالیٰ نے اپنی یاد کی توفیق دے رکھی ہے بس سمجھ جاتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس وقت مجھے یاد فرمارہے ہیں۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگ مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

آب دریا تابہ کعب آں کس ست
کو دہد یک بوسہ بر زانوئے تو

ترجمہ و تشریح: جس نے آپ کے زانو کو بوسہ دیا دریائے کائنات اس کے کعب تک یعنی صرف ٹخنے تک ہے۔ مراد یہ کہ اے خدا! جس نے آپ کے قرب کی لذت دل میں پالی اس کی نگاہوں سے کائنات کے ہنگامے بے قدر ہوگئے، آپ کی محبت کے باقی ہنگامے نے دنیا کے فانی ہنگامے کو سرد کردیا۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے

حسنِ طلب اسرار و معارف از مرشد

مطربا اسرار ما را باز گو
قصہ ہائے جاں فزا را باز گو

ترجمہ و تشریح:اے مرشد !اسرار روح کو پھر بیان کیجیے اور اس قصۂ جاں فزا کو پھر سنایئے۔

من دہن بربستہ ام امروز ہیں
تو حدیث دلکشا را باز گو

ترجمہ و تشریح:اے مرشد!میں خاموش ہوں تاکہ آپ حدیث دلکشا کو پھر سنائیں۔

من گراں گوشم بنہہ رخ بر رخم
وحدت آں خوش لقا را باز گو

ترجمہ و تشریح:اے محبوب مرشد!میں اونچا سنتا ہوں آپ اپنا چہرۂ مبارک میرے رُخ پر رکھ کر گفتگو کیجیے تاکہ آواز صاف سنائی دے سکے۔ہاں آپ میرے محبوب حقیقی کی معرفت کی بات پھر سنایئے۔

ماجرائے رفت جاں را در ازل
باز گو آں ماجرا را باز گو

ترجمہ و تشریح:ہاں اے مرشد تبریزی!وہ عالم ازل کا واقعہ پھر سنایئے کہ اس ساقیٔ الست پر ارواح کس طرح فدا ہوئی تھیں۔ہاں پھر وہ ماجرا سنا دیجیے۔

مخزن انا فتحنا برکشا
سِرّ جان مصطفیٰ را باز گو

ترجمہ و تشریح:اے مرشد تبریزی!خزانہ اِنَّا فَتَحْنَا کے اسرار بیان کیجیے اور سِرّ جان پاک مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر بیان کیجیے۔

مستجاب آمد دعائے عاشقاں
اے دعا گو آں دعا را باز گو

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! عاشقوں کی دعا بارگاہ کبریا میں مقبول اور مستجاب ہے پس اے دعا کرنے والے! اس دعائے مقبول کا پھر اعادہ کیجیے۔

چوں صلاح الدین جانِ عاشقاں
آں صلاح جان مارا باز گو

ترجمہ و تشریح: اس وقت حضرت صلاح الدین زرکوب رحمۃ اللہ علیہ عاشقانِ حق کی تسلّی کے سامان ہیں پس اس محبوبِ ارواحِ عارفین صلاح الدین کا تذکرہ پھر کیجیے۔

حکایت

حضرت صلاح الدین زرکوب سونے کی ورق بنایا کرتے تھے ان کی دوکان سے ایک دن حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ گزر رہے تھے کہ اوراق کوٹنے کی آواز کی حسنِ ضرب نے مولانا پر حال طاری کر دیا اور مولانا بے ہوش ہو گئے۔

کسانے کہ یزداں پرستی کند
بر آواز دولاب مستی کند

جب افاقہ ہوا تو حضرت صلاح الدین کے دل کی دنیا مولانا کے فیض سے بدل چکی تھی۔ دوکان بند کی یا خیرات کر دی اور مولانا کے ہمراہ ہو لیے۔

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

تاریخ میں منقول ہے کہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولانا رومی کی روح نے حضرت صلاح الدین زرکوب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا مونس بنالیا تھا اور آخر میں حضرت حسام الدین کو اپنا رفیق بنالیا تھا اور مثنوی شریف مولانا حسام الدین کی درخواست پر مولانا نے شروع فرمائی تھی جس کا جگہ جگہ تذکرہ مثنوی میں موجود ہے۔ چناں چہ دفتر ششم (قسمِ سادس) کی ابتدا میں فرمایا۔

اے حسام الدین ضیائے ذو الجلال
میل می جو شد مرا سوئے مقال

ترجمہ: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین اے ضیائے ذوالجلال! میرے قلب میں مثنوی کا جوش پیدا ہو رہا ہے۔

اے حسام الدین ضیاء الدیں بسے
میل می جو شد بہ قسم سادسے

ترجمہ: اے حسام الدین ضیاء الدین! اکثر اوقات قسم سادس (دفتر ششم) کے لیے میرے قلب میں داعیہ پیدا ہو رہا ہے۔

در بیانِ جلالتِ شانِ ایزدی جلّ جلالہٗ

اے ہمہ سر گشتگاں حیران تو
آفتاب از آسماں پرسان تو

ترجمہ وتشریح: اے خدا! جملہ سر گشتگان محبت آپ کی معرفت سے عالم تحیر میں ہیں اور آفتاب آسمان پر آپ کی جستجو میں سرگرداں ہے۔

چشم بد از روئے خوبت دور باد
اے ہزاراں جاں فدائے جان تو

ترجمہ وتشریح: اے مرشد شمس الدین تبریزی! آپ کے چہرۂ تاباں کو خدائے پاک نظر بد سے محفوظ رکھیں کہ ہزاروں طالبین کی جانیں آپ پر فدا ہو رہی ہیں۔ احقر مؤلف محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے جو بھی خدا کی راہ میں مقتول اور دیوانہ ہوتا ہے وہی دوسروں کو مقتول اور دیوانہ کرتا ہے۔ اللہ والے پہلے خود کو جلاتے ہیں اور اپنے نفس کو مٹاتے ہیں یعنی تیغ حق سے مقتول ہوتے ہیں۔

ترے حکم کی تیغ سے میں ہوں بسمل
شہادت نہیں میری ممنون خنجر

اختؔر

راہِ خدا کا مقتول جہاد اصغر کا شہید ہو کر ہماری نگاہوں سے او جھل ہو جاتا ہے لیکن جہاد اکبر میں نفس کے بُرے بُرے تقاضوں، آرزوؤں اور تمناؤں کا خون کرنے والا اور اپنی جملہ مرضیات کو مرضیات الٰہیہ کے تابع کرنے والا ایسا شہید ہے جو ہمارے اندر زندہ ہوتا ہے اور مقام صدیقیت پر فائز ہوتا ہے۔

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے
ہمیں تو ہے اس سے بڑھ کے رونا کہ دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

اور یہ زندہ شہید ایسا مقتول راہ خدا ہوتا ہے کہ دوسرے بندگان خدا اس کے فیض صحبت سے مقتول بارگاہ حق ہوتے ہیں یعنی یہ عشاق دوسرے بندوں کے لیے عشاق گر اور یہ دیوانے دوسرے غلامان عقل کے لیے دیوانہ گر ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ جو پہلے خود تیغ حق کا مقتول نہیں ہوتا اور اپنے نفس کو نہیں مٹاتا وہ دوسروں کو کیسے حق تعالیٰ کا عاشق و بسمل بنا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خشک اہل علم کی تقریریں بے اثر ہوتی ہیں اور جب کوئی عالم عاشق حق تقریر کرتا ہے تو آگ لگا دیتا ہے، مگر لگاتا تو جب ہی ہے کہ خود اس کے لگی ہوتی ہے۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو فرمایا ہے کہ۔

نفس خود را کش جہانے زندہ کن
خواجۂ کشت است او را بندہ کن

ترجمہ: اس نفس کو مغلوب کرو تا کہ اہل دل اور صاحب نسبت ہو کر اپنی روحانیت سے ایک جہاں کو زندہ کر سکو یعنی دوسرے غافل بندوں کو عاشق حق اور ذاکر حق بنا سکو۔ یہ نفس روح پر ظلماً غالب ہے حالاں کہ روح آقا اور نفس غلام ہے بس مغلوب خواجۂ روح کو اس ظالم نفس کے ظلم سے چھڑاؤ اور اس دشمن کو بندہ اور محکوم بناؤ۔

دشمن راہ خدا را خوار دار
دزد را منبر منہ بردار دار

رومی

ترجمہ: اس نفس کو جو راہ خدا کا دشمن ہے ذلیل اور فنا کرو اس چور کو منبر پر سرداری مت دو، اس کو دار پر چڑھاؤ۔ نفس کو مغلوب کرو اس کے تقاضے پر عمل نہ کرو اور بڑائی نہ چاہو پہلے خود دل میں اہلِ حق کی صحبت سے نورِ حق حاصل کرو پھر تم سے ایک جہاں میں نور نشر ہو گا ؎

دل میں لگا کے ان کی لو کر دے جہاں میں نشر ضو
شمعیں تو جل رہی ہیں سو بزم میں روشنی نہیں

مجذوبؔ

غصہ اور شہوت کا علاج

نفس کے تقاضے تقویٰ کے حمام کو روشن کرنے کے لیے مثل ایندھن دیے گئے ہیں۔ پس یہ تمنا کہ تقاضے پیدا ہی نہ ہوں غلط آرزو ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ ہمارے خاص بندے غصے کو پی جاتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر غصہ نہ ہو تو غصہ کو پینا کیسے ثابت ہو گا۔ پس غصہ کا آنا بُرا نہیں اس پر عمل کرنا بُرا ہے۔ اسی طرح بری خواہش کا پیدا ہونا مضر نہیں اس پر عمل کرنا مضر ہے۔ لکڑی اور ایندھن مضر نہیں ان کو کھانا مضر ہے، پس نفس کی بُری خواہشات پر جس نے عمل نہیں کیا اس نے گویا ان خواہشات کو حمام میں تقویٰ کا ایندھن بنا دیا۔ اس ایندھن سے دل میں نورِ تقویٰ پیدا ہو گا، اور جس نے بُری خواہشات پر عمل کر لیا اس نے گویا ایندھن کو کھا لیا اب ضرر ہو گا، دل میں اندھیرے پیدا ہوں گے، اللہ سے دوری ہو گی۔ یہ مختصر مضمون ہے جو تفصیل کا محتاج ہے کسی بزرگ سے بالمشافہ سمجھ لینا چاہیے۔

گاؤ شیر برہ و جدی و فلک
ہست اے شاہ جہاں قربان تو

ترجمہ و تشریح: گاؤ شیر و جدی و فلک اور اس کے بروج ثور و اسد و حمل و جدی اے شاہ جہاں! سب آپ پر فدا و قربان ہیں۔ گاؤ شیر و برہ و جدی سے مراد یہاں بروجِ آسمانی ہیں جن سے آفتاب ہو کر گزرتا ہے اور برہ برج حمل کا نام ہے جس میں جب سورج ہوتا ہے تو موسم بہار ہوتا ہے۔

زاں کہ قرباں ہا ہمہ باقی شود
در ہوائے عید بے پایان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ کی رضا کی خاطر جو قربان ہوتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے باقی ہو جاتا ہے مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ (الآیۃ) خدائے پاک کا ارشاد ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ مراد یہ کہ اپنی جان و مال و آبرو اگر خدا کے نام پر لٹا دیا تو تمہاری جان مع اپنی متاع و دولت و آبرو ابد الآباد کے لیے باقی و پایندہ ہو جائے گی اور اگر صرف دنیا پر فدا رہے تو دنیا و مافیہا تو فانی ہے پس اسی کی لپیٹ میں تم اور تمہاری جان و متاع بھی آجائے گی۔

اے خدا ایں باغ را سرسبز دار
در بہارستان بے دوران تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! اپنے باغ قرب و معرفت کو سرسبز رکھیے کیوں کہ اس کا تعلق آپ کے بہارستان عالم لاہوت سے ہے جہاں دورِ شمس و قمر نہیں کہ انقلاب لیل و نہار سے موسمِ بہار خزاں رسیدہ ہو جائے جیسا کہ اس عالم ناسوت (دنیا) میں ہوتا ہے۔

تا کہ ارواح و ملائک می چرند
دائما از باغ نخلستان تو

ترجمہ و تشریح: تا کہ اے خدا! اولیاء اور ملائک کی ارواح آپ کے گلستان کے باغ سے ہمیشہ قرب و معرفت کے پھل کھاتی رہیں۔

این شکر خانہ ہمیشہ باز باد
پر نبات شکر پنہان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ کی محبت کا شکر خانہ ہمیشہ آباد رہے یعنی آپ کے قرب و معرفت کی پنہاں حلاوت مصری اور شکر سے پُر ہو جس کی لذت آپ کے عشاق محسوس کرتے رہیں۔

آب این جو اے خدا تیرہ مباد
تا بہر سو می رود احسان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ کے اس دریائے عطا کا پانی کبھی مخفی نہ ہو تا کہ ہر طرف آپ کے احسانات کی نوازش عام رہے۔

ورنہ این خاک از کجا عشق از کجا
گر نبودے جذبۂ از جان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! اگر آپ کی طرف سے جذب پنہاں کار فرمانہ ہو گا تو ہمارے خاکی اجسام میں عشق کی دولت اور آپ کی طرف انجذاب کا درد کہاں سے آئے گا۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھ کو ذوق عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

اصغر

تجھے جذب خورشید شبنم مبارک
سوئے یار بے بال و پر جا رہی ہے

اخترؔ

خاک خشکے مست شد بو می زند
آن تست این آن تست این آن تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! انسان کی ایک مشت خاک کا آپ کی محبت و عشق سے دیوانہ اور مست ہونا اور اس مشت خاک انسانی سے آپ کی محبت کی خوشبو محسوس ہونا یہ آپ ہی کی شان اور عظیم قدرت کا کرشمہ ہے اور آپ ہی کی آن ہے اور آپ ہی کی عطا ہے۔

وے مرا پرسید لطفش کیستی
گفتم اے جاں گربہ در انبان تو

ترجمہ و تشریح: کل اس کے لطف نے دریافت کیا کہ اے رومی! تو کون ہے؟ میں نے کہا: اے محبوب! میں آپ کی تھیلی یا جھولی میں مثل بلّی ہوں (جدھر آپ چاہیں لے جائیں)۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می رود ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ترجمہ: میرے دوست نے میری گردن میں دھاگہ باندھ رکھا ہے جدھر اس کا دل چاہتا ہے مجھے لے جاتا ہے۔

بلّی کی مثال میں ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ اگر اس کو بند کرکے دور چھوڑ دیں تو پھر وہ اپنے مانوس گھر میں بھاگ آتی ہے۔

گفت اے گربہ گمان بد مبر
کہ ترا شیرے کند سلطان تو

ترجمہ و تشریح: پھر میرے دوست نے کہا کہ اے رومی! تم نے تواضع اور مسکنت سے اپنے متعلق بلّی کی مثال دی تو تم میرے کرم سے حسن ظن رکھو کہ تمہارا سلطان حقیقی اپنے کرم سے تمہیں شیر مرد بنادے گا۔ یعنی گروہ رجال اللہ (مردان خدا) میں داخل فرمالے گا۔

گر چہ از نطق من اے شمس الہدیٰ
گشت ظاہر در جہاں برہان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! یہ اشعار اگرچہ میری زبان سے نکل رہے ہیں مگر چوں کہ آپ کے فیضانِ خاص سے ہو رہے ہیں اس وجہ سے کائنات میں یہ آپ کی ذات و صفات پر برہان و دلائل بنیں گے۔

اے بہ مردہ جان و تن در پائے او
ہر دو عالم غرقۂ دریائے او

ترجمہ و تشریح: اے وہ ذات پاک کہ جس کے قدموں پر ارواح اور اجسام فدا ہو رہے ہیں اور دونوں جہاں اس کے دریائے جود و کرم میں غرق ہیں۔

آتشِ عشقت ہمی سوزد جہاں
اے خدا ہیہات از ہیہائے او

ترجمہ و تشریح: اے شمس الدین تبریزی! آپ کے عشق کی آگ نے ایک جہاں میں آگ لگا رکھی ہے، اے خدا! حیرت ہے آپ کے اولیاء کی تاثیرہائے وہو پر۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

چوں مثالے را نوید از فراق
خوں ببارد از غم طغرائے او

ترجمہ و تشریح: اے خدا! جس وقت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی جدائی کے غم کی کوئی مثال دیتے ہیں تو اس کا سلطانی رسم الخط بھی غم سے خون برساتا ہے۔

واقعی اللہ والوں کا رونا بھی بارگاہ حق میں عجیب درد سے ہوتا ہے؎

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم بہ بیں خونِ جگر

رومی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ:اے خدا!آپ کی جدائی کے غم سے میرے جگر میں آگ کے سینکڑوں شعلے بھڑک رہے ہیں چناں چہ آپ میری دعا کے الفاظ میں بھی میرے جگر کا خون دیکھ لیجیے ۔

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریم آں شہے

از مثنوی اختؔر

ترجمہ:خدا کا عاشق جس زمین پر بحالت سجدہ روتا ہے وہ زمین غایت قرب حق سے عرش بن جاتی ہے ۔

قطرۂ اشک ندامت در سجود
ہمسری خون شہادت می نمود

ترجمہ:اور گناہ گاروں کے اشک ندامت جو حالت سجدہ میں زمین پر گرتے ہیں وہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں خون شہادت کی ہمسری کرتے ہیں۔

اس مقام کے مناسب احقر کے اُردو اشعار ؎

بن گئی عرش زمیں سجدہ
کس کی آنکھوں سے لہو برسا ہے
زمین سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا مرا خون جگر

اختؔر

برسائیں گے جب خون دل و خون جگر ہم
دیکھیں گے تبھی نخل محبت میں ثمر ہم

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

رونے کا جب مزہ ہے کہ اے چشم خوں فشاں
ہر بوند میں لہو کی تمنا دکھائی دے

تاب نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
ان کی جھلک بھی تھی مری چشم پُر آب میں

ہر کہ دائم از چناں مہ دور شد
اے خدایا چوں بود شب ہائے او

ترجمہ وتشریح: اے خدا! جو آپ کے قرب سے اور آپ کی یاد کی لذت سے محروم ہے تو اس ویران روح کی راتیں کس طرح منحوس گزرتی ہوں گی۔

خیمہ بر خیمہ طناب اندر طناب
پیش شاہ عشق و لشکر ہائے او

ترجمہ وتشریح: سلطان عشق اور لشکرہائے عشق کے سامنے خیمے در خیمے اور طناب اندر طناب ہوتے ہیں۔ مراد یہ کہ عاشقان خدا رات دن حقائق و معارف اور قرب و انس کی نت نئی لذت اور کیفیت سے سرشار اور سرمست ہوتے ہیں۔

خیمۂ جاں را ستوں از نور پاک
نور جاں از تابش سیمائے او

ترجمہ وتشریح: عشاق حق کی ارواح کے لیے جو خیمے ہیں ان کے ستون نور کے دراصل حق تعالیٰ شانہ کی تجلیات کا عکس اور پرتو ہوتے ہیں۔

در کدامیں پردہ پنہاں ست عشق
کس نہ بیند کس نداند جائے او

ترجمہ وتشریح: نہ جانے کس پردہ میں عشق پوشیدہ ہوتا ہے کوئی شخص آج تک حق کی قیام گاہ نہیں جانتا ہے۔

عشق چوں خورشید ناگہ سر کشد
بر شود تا عرش حق غوغائے او

ترجمہ و تشریح: لیکن عشق آفتاب کی طرح جب سر نکالتا ہے تو اس کے آہ و نالوں کا شور و غوغا عرش حق تک جاتا ہے۔

دل کو آزار محبت کے مزے آنے لگے
اس کے میں قرباں کہ جس نے درد پیدا کردیا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لا مکاں
اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کردیا

اخترؔ

دردِ فراق عاشقاں و وصالِ ایشاں

اگر بے تو بر افلاکم چو ابر تیرہ غمناکم
وگر بے تو بہ گلزارم بہ زندانم بجان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ کے قرب سے محروم ہو کر اگر افلاک پر بھی رہنا ہو تو میں مثل ابر تاریک و سیاہ غمناک رہوں گا اور اسی طرح اگر آپ کے بغیر گلزار میں رہوں تو اے خدا! آپ کی ذات پاک کی قسم وہ گلزار میرے لیے قید خانہ ہو گا۔

اگر با تو بہ بندم من میان شہد و قندم من
وگر با تو بہ خارستان بہ بستانم بجان تو

ترجمہ و تشریح: اگر اے خدا! میری روح آپ کی ذات پاک سے وابستہ رہے تو گویا میں شہد و قند کے درمیان ہوں نیز اس طرح اگر خارستان میں آپ کا قرب میسر ہو تو بخدا

میرے لیے وہ خارستان بہارستان ہو گا۔

اگر پنہاں شوی از من ہمہ تاریکی کفر ست
وگر پیدا شوی بر من مسلمانم بجان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! اگر آپ میری نظر اور میرے قلب وروح سے پنہاں ہو جائیں تو مجھے ہر طرف تمام عالم تاریک معلوم ہو گا اور دل میں العیاذ باللہ کفر جیسی تاریکی معلوم ہو گی اور اگر آپ کی تجلیات قرب میرے قلب وروح پر پھر متجلی اور منکشف ہو جائیں تو بخدا اس وقت مومن اور مسلمان ہونے کو محسوس کر لوں گا۔

سماع گوش من نامت شراب ہوش من جامت
عمارت کن مرا آخر کہ ویرانم بجان تو

ترجمہ و تشریح: میرے کان صرف آپ کا نام سنتے ہیں اور میرے ہوش و حواس صرف آپ کی محبت اور قرب سے بجا رہتے ہیں پس اپنے کرم سے اپنا قرب خاص عطا فرما کر مجھ کو آباد کر دیجیے کہ بخدا آپ کے بغیر میں ویران ہوں۔

بعشق شمس تبریزی بہ بیداری و شب خیزی
مثال ذرہ سرگرداں پشیمانم بجان تو

ترجمہ و تشریح: بخدا! حضرت شمس الدین تبریزی کے مقام عشق اور ان کی شب بیداری اور شب خیزی کے سامنے تو میں ایک ذرۂ سرگرداں کے مثل پشیماں اور نادم ہوں۔ یہاں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ کے مقابلے میں اپنی فنائیت پیش کی ہے اور طالب کو یہی سمجھنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی ترقی کر لے۔

اگر نہ عاشق اویم چہ می گردم بکوئے او
وگر نہ تشنۂ اویم چہ می جویم ز جوئے او

ترجمہ و تشریح: اگر میں خدائے پاک کا عاشق نہیں ہوں تو ان کی گلی میں کیا چکر لگا رہا ہوں

اور میری روح اگر ان کی پیاسی نہیں ہے تو ان کے دریائے قرب سے میں کیا تلاش کررہا ہوں۔ مولانارومی رحمۃ اللہ علیہ کی مرادیہ ہے کہ عاشقان حق کی شب بیداری اور ذکروفکر اور ان کا مجاہدہ یہی ان کے عشق باطنی کی دلیل ہے۔

بَبر عقل و ببر ہوشم کہ چوں پنبہ است در گوشم
چہ گوشم رست ازیں پنبہ در آید ہائے ہوئے او

ترجمہ وتشریح: اے عشق !تو میری عقل اور ہوش کو اڑادے کہ یہ تیرے کان میں محبوب کی آواز سننے سے مثل روئی بندش ہے یعنی عقل اور حواس خمسہ کے مدرکات نے ہم کو عناصر کے غوغائے فانی میں اس طرح مشغول کررکھا ہے کہ عالم قدس اور عالم غیب کی طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دے سکتی لہٰذا اس عقل وہوش سے دیوانگی اور بے خودی کی راہ پکڑنی چاہیے۔ آگے دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ یہ اچانک عالم غیب سے ہائے ہوئے کی آواز کیوں محسوس ہونے لگی کیا میرا کان اس پنبۂ غفلت سے خلاصی پاگیا جو مانع ادراک اصوات غیبیہ تھا۔

ہمی گوید دل زارم کہ من زو وعدہ ہا دارم
نیاشامم شرابے من بجز خون عدوے او

ترجمہ وتشریح: میرا قلب مضطر یہی پیغام دیتا ہے کہ میں نے بہت سے وعدے روز ازل کیے ہیں پس میں کسی شراب سے آسودہ نہیں ہوسکتا ہوں بجز اعداء اللہ کے خون سے۔ اس میں مولانا نے تمنائے جہاد وجانبازی بیان فرمائی ہے۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

چہ باشد ماہ یا زہرہ چو او بکشاید آں چہرہ
چہ دارد قند یا شہدے ز شیرینی روے او

ترجمہ وتشریح:اس محبوب حقیقی کے روئے تاباں اور جمال قدیم کے سامنے کسی چاند اور زہرہ ستارہ کا جمال حادث کیا دم لے سکتا ہے اور شہد اور قند کی شیرینی اس شہد ساز اور قند ساز کے روئے شیریں کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔

مرا ہر دم بر انگیزی ز شوق شمس تبریزی
بگو اے دل مرا تا کے بیندازی بسوئے او

ترجمہ وتشریح:حضرت شمس تبریزی کی ملاقات کا شوق ہر وقت مجھے برانگیختہ اور مضطر رکھتا ہے، بتااے دل کہ کب تک مجھے تو اس محبوب کی طرف پھینکتا رہے گا۔

اے کژ و راست می روی دوش چہ خوردۂ بگو
مست و خراب میروی خانہ بخانہ کو بہ کو

ترجمہ وتشریح!اے مرشد شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ!رات آپ نے طاعات نافلہ تہجد وتلاوت اورآہ ونالوں اور مناجات خون جگر سے کس قدر غذائے معرفت و محبت نوش کرلی ہے کہ اس کے اثر سے آپ کی چال مستانہ ہورہی ہے۔یعنی کبھی داہنے کبھی بائیں جھکے جارہے ہیں آپ کا خانہ بہ خانہ اور کوبہ کو اس طرح مست وخراب چلنا پھرنا آپ کی مخفی باطنی دولت قرب حق کے نہایت وافر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

مجذوب ماسوا سے ہے بیگانہ آج کل
تیری ہی دھن میں ہے تیرا دیوانہ آج کل
اک تجھ سے باخبر ہے وہ اور سب سے بے خبر
کیا ہوش مند ہے ترا دیوانہ آج کل
اہل جہاں سے لاکھ ہے بیگانہ آج کل
خلق خدا ہے پھر بھی تو پروانہ آج کل
مجذوب کی طرف نہ کھنچیں کیوں سبھی کے دل
جانِ جہاں کی دھن میں ہے دیوانہ آج کل

ترے نام کی دل پہ ضربیں لگا کر
میں نقشِ دوئی میٹنا چاہتا ہوں
رہوں ذکر و طاعت میں ہر دم الٰہی
یہی عمر بھر مشغلہ چاہتا ہوں
جہاں سانس لینے میں ہو آہ پیدا
بس اب کوئی ایسی فضا چاہتا ہوں

با تو حریف می شوم چشم و چراغ روشنی
خفیہ چو ماہیاں روی حوض بہ حوض جو بہ جو

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! میں آپ کے ساتھ غذائے معرفت و محبت نوش کرنے میں آپ کا رفیق و حریف رہنا چاہتا ہوں جہاں بھی اور جس مقام پر بھی آپ خفیہ طور پر مثل مچھلیوں کے حوض بہ حوض اور نہر بہ نہر سفر کریں۔

راست بگو نہاں مکن پشت بہ عاشقاں مکن
چشم کجا ست تا کہ من آب کشم سو بہ سو

اے مرشد تبریزی! سچ سچ بتادیجیے اپنے قرب پنہاں کے مقام کو مجھ سے نہ چھپایئے اور اپنے عاشقوں کی طرف پشت نہ کیجیے۔ آپ کی آنکھیں کدھر ہیں میں آپ کی آنکھوں سے کچھ پینا چاہتا ہوں۔

مے کشو یہ تو مے کشی رندی ہے مے کشی نہیں
آنکھوں سے تم نے پی نہیں آنکھوں کی تم نے پی نہیں

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشمِ مست خویشتن را چوں کند

رومیؒ

مولانا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی رند بوئے مے کو کسی خوشبودار چیز (لونگ الائچی) سے چھپا بھی لے گا تو وہ اپنی مست آنکھوں کو کہاں لے جائے گا اور انہیں کیسے چھپائے گا۔ اسی طرح اہل اللہ اگر اپنی مخفی طاعتوں اور ذکر و شغل و مناجات اور شب خیزیوں اور آہ و نالوں کو چھپا بھی لیں تو ان سے پیدا شدہ ان انوار و کیف کو کہاں لے جائیں گے جو ان کے چہرے اور ان کی آنکھوں سے عیاں ہوتے ہیں ؎

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

چوں بشناخت بندہ را بندۂ کثر روندہ را
گفت بیا بہ نزد من چند روی تو سو بہ سو

ترجمہ و تشریح: حضرت مرشد تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پہچان لیا کہ یہ تو جلال الدین رومی ہے تو اپنے سکر و کیف و مستی ہی کی حالت میں فرمایا کہ ارے! تم میرے پاس آجاؤ کب تک ادھر ادھر مارے مارے پھروگے۔ یعنی گنجینۂ علم و معرفت کے پاس رہنے کا ارادہ کرلو۔ آہ جس وقت لوگوں نے حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو قبر میں رکھا تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مٹی ڈالتے ہوئے یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎

مٹی میں کیا سمجھ کے دباتے ہو دوستو
گنجینۂ علوم ہے یہ گنج زر نہیں

حکایت

کسی نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تھا کہ بزرگوں کے پاس دفن ہونے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت مجمع میں پنکھا کس کو جھل رہے ہو؟ کہا: آپ کو، پنکھا بڑا تھا دوسروں کو بھی ہوا لگ رہی تھی۔ فرمایا: اسی طرح حق تعالیٰ کی رحمت کا مقصود کوئی ہوتا ہے مگر پاس والوں کو بھی اس رحمت کے جھونکوں سے استفادہ ہوتا رہتا ہے۔ (ارواحِ ثلاثہ، صفحہ: ۱۸۱)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں عام مسلمانوں کے علاوہ کمبل پوش فقراء کی ایک بڑی جماعت حاضر تھی جو بعد دفن غائب ہوگئی۔(غالباً ابدال تھے) (سوانح قاسمیہ، جلد نمبر: ۳)۔

سخت خوش است چشم تو واں رخ گلستان تو
دوش چہ خوردۂ مہا راست بگو بجان تو

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! آج تو آپ کی آنکھیں نہایت انوار سے پر ہیں اور آپ کا چہرہ گلستان قربِ حق معلوم ہورہا ہے۔ سچ سچ بتائیے کہ رات آپ نے کس درد و محبت اور اخلاص سے اس جانِ کائنات کو یاد کیا ہے جس کے انوار و کیف نے آپ کی آنکھوں کو بھی مست کردیا ہے اور چہرے کو بھی تاباں کردیا ہے۔

دل کو آزارِ محبت کے مزے آنے لگے
اس کے میں قرباں کہ جس نے درد کو پیدا کردیا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

دل کی گہرائی سے ان کا نام جب لیتا ہوں میں
چومتی ہے میرے قدموں کو بہارِ کائنات

اختؔر

فتنہ گرست نام تو پُر شکرست کام تو
باطرب ست جام تو بانمک ست نان تو

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! آپ کا نام شمس الدین بھی نہایت پیارا اور فتنہ گر ہے اور آپ کا مقصود یعنی رضائے حق بھی نہایت شیریں (پُر شکر) ہے۔ آپ کے ارشادات بھی نہایت ہی پُر کیف اور پُر درد و محبت ہیں اور آپ کی غذائے روحانی نہایت ہی لذیذ ہے جس طرح نان میں نمک لذیذ ہوتا ہے اسی طرح آپ کے ذکر کو آپ کے قلب کی آہ اور درد و محبت کی آمیزش نہایت قوی النور بنادیتی ہے۔

بوئے کباب می زند اس دم و از فغان من
بوئے شراب می زند از نفس و دہان تو

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! میری آہ وفغاں سے میرے جگر کی سوختگی کا دھواں محسوس ہوتا ہے اور آپ کے عشق باطن سے آپ کے اندر جو میخانۂ محبت ہے اس کے سبب آپ کی گفتگو اور سانس سے بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو آتی ہے۔

شکر کہ دید چشم ما انچہ ندید چشم کس
باز رسید جان ما بے خود و سرگران تو

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی رحمۃ اللہ علیہ! جلال الدین رومی خدا کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس کی آنکھ نے آپ کے اندر وہ علوم و معارف اور وہ قرب ولایت دیکھا جس کو تبریز سے شام تک کسی نے نہ دیکھا تھا اور عالم میں کسی نے آپ کو نہ پہچانا تھا۔ خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری جان مضطر و تشنہ کے لیے آپ کو حق تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے مجھے عطا فرمادیا۔

ہر نفسے بگوئیم و عقل تو کوچہ شد ترا
عقل نماند بندہ را در غم امتحان تو

ترجمہ و تشریح: ہم ہر وقت کہتے ہیں کہ آپ کی عقل پر ربودگی کیوں ہے حالاں کہ اے خدا! بندے کی عقل آپ کے غم امتحان سے ربودہ ہوگئی ہے۔

مشرق و مغرب ار شوم ور بر آسماں روم
نیست نشان زندگی تا نہ رسد نشان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! اگر ہم مشرق سے مغرب تک سفر کریں یا آسمان پر بھی سفر کرنے لگیں لیکن آپ کے بغیر کہیں بھی اصلی زندگی نہیں مل سکتی، ہماری زندگی کو جہاں آپ کے نشانات ملتے ہیں وہیں زندگی کو زندگی معلوم ہوتی ہے۔

تسخیر مہر و ماہ مبارک تجھے مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

اکبرالٰہ آبادی

ہر سحرے چو ابروے بارم اشک بر درت
پاک کنم بآستیں اشک ز آستان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آخر شب میں مثل ابر میں آپ کے حضور اپنے گناہوں سے نادم ہو کر گریہ وزاری کرتا ہوں اور تسلسل اشک ہائے ندامت سے سجدہ گاہ جب تر ہو جاتی ہے تو آپ کے آستاں پر گرے ہوئے اشکوں کو میں اپنی آستین سے صاف کرتا ہوں۔

ہوگئی خشک چشم تر بہہ گیا ہو کے خونِ جگر
رونے سے دل مرا مگر ہائے ابھی بھرا نہیں

صبر پریدہ از دلم عقل رمیدہ از سرم
تا بہ کجا کشد مرا مستی بے امان تو

ترجمہ و تشریح: اے خدا! میرے دل سے صبر اڑ چکا ہے اور عقل میرے سر سے راہِ فرار پکڑ چکی ہے، آپ کی محبت اور ربودگی شوق مجھے کہاں تک پہنچانے والی ہے؟

شیر سیاہ عشق تو بشکند استخوانِ من
چوں تو ضمان من بدی پس چہ شد آں ضمانِ تو

ترجمہ و تشریح: آپ کے عشق کا سیاہ شیر میری ہڈیوں کو بھی کھائے جارہا ہے یعنی مجاہداتِ شاقہ سے کلیجہ منہ کو آنے لگا اور صبر میں زلزلہ آگیا، جب آپ ہمارے محافظ اور ضمان ہیں تو وہ آپ کا ضمان کہاں ہے؟

انتباہ: یہ مضامین حالت مغلوبیت کے ہیں اور مغلوب الحال معذور ہوتا ہے۔ ہوش والا ایسی بات کرے گا تو اس سے باز پرس اور مؤاخذہ ہوگا اور اس کا باطن بھی تباہ ہو جائے

گا۔ مولانا غلبۂ حال میں یہ مضامین کہہ گئے ہیں۔ یہ چھٹی صدی ہجری کے حضرات ہیں، ان کی طاعات اور مجاہدات زبردست تھے، اس وجہ سے ان کے انوار اور آثار و کیفیات بھی نہایت قوی ہوتے تھے۔ ان پاکیزہ ارواح پر قربِ حق کی تجلیات بھی نہایت قوت اور کر و فر سے وارد ہوتی تھیں اور عناصر اجسام کبھی تحمل سے قاصر اور عاجز ہو جاتے تھے، اس وقت غلبۂ حال میں ایسی باتیں فرما جاتے تھے۔ اور یہ ایسے مخلص جاں باز تھے کہ پھر بھی بزبان حال یہی کہتے رہتے تھے ؎

دکھا جلوہ وہی غارت گر جان حزیں جلوہ
ترے جلوؤں کے آگے جان کو ہم کیا سمجھتے ہیں

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

ان ہی تجلیاتِ قویہ خاصہ کو مولانا نے مثنوی میں بیان فرمایا ہے ؎

گر بہ بینی کر و فر قرب را
جیفہ بینی بعد ازیں ایں شرب را

ترجمہ: اے مخاطب! اگر تو حق تعالیٰ کے قرب کا کر و فر دیکھ لے تو تمام کائنات اور اس کی رنگینیاں تیری نگاہوں میں مردار اور بے قدر معلوم ہوں۔

گر بہ بینی یک نفس حسنِ ودود
اندر آتش افگنی جانِ ودود

ترجمہ: اگر ایک لمحہ کو بھی تو خدائے پاک کے جمال کو دیکھ لے تو فورِ شوق سے اپنی جان کو آتش بلا میں ڈال دے۔

اے کہ نارستہ ازیں فانی رباط
تو چہ دانی سکر و صحو انبساط

ترجمہ: اے شخص! تجھے تو دنیا پرستی ہی سے فرصت نہیں تو کیا جانے کہ اس جمال جہاں

فروز کے قرب سے ارواح عارفین و عاشقین پر کیا بے خودی، فنائیت اور استغراق وانبساط طاری ہوتا ہے۔

اے تبریز باز گو بہرِ خدا بہ شمس دیں
کیں دوجہاں حسد برد بر شرف جہاں تو

ترجمہ و تشریح: اے شہر تبریز! تو خدا کے لیے میرے مرشد شمس دین کے صدقے مجھے یہ تو بتادے کہ تمام دوسرے شہر بلکہ دونوں جہاں تیری شرافت پر کیوں حسد کرتے ہیں۔ حضرت رومی علیہ الرحمۃ نے یہ مضمون بھی غلبۂ حال میں فرمایا ہے۔ یعنی اس وقت مولانا کی روح پر حضرت شمس تبریزی کی محبت کا غلبہ ہو گیا تھا اور غلبۂ حال میں دوسرے پہلو کی طرف نظر نہیں جاتی۔

ہزار بار کشید ست عشق کافر خو
شبم زبام بہ حجرہ زحجرہ تا سر کو

ترجمہ و تشریح: عشق کافر خو یعنی عشق ظالم نے ہزار بار مجھے در در کی ٹھوکریں کھلائی ہیں۔

گاہ راندی مرا گاہ خواندی مرا
اے عشق کجا کجا سانیدی مرا

سحر موکل عشق آمدہ کہ ہی برخیز
گرفتہ گوش مرا سخت ہمچو گوش سبو

ترجمہ و تشریح: شب آخر بوقتِ سحر عشق کا موکل آیا اور مجھ سے کہا کہ خبردار! کیا پڑا سوتا ہے اٹھ اور وضو کر کے بارگاہِ حق میں نمازِ تہجد کے لیے کھڑا ہو جا اور اس نے مجھے سوتے ہوئے سے میرا کان اس طرح پکڑ کر اٹھایا جس طرح لوگ صراحی کا کان پکڑ کر اٹھاتے ہیں۔ مراد ہاتفِ غیبی ہے جو اکثر اولیاء اللہ کو تہجد کے وقت محسوس ہوتا ہے یعنی اگر اقتضائے بشریت سے کسل و کاہلی اور نیند سے جب آنکھ نہیں کھلتی تو کوئی آواز غیبی

بیدار کر دیتی ہے اور یہ استمراری اور اختیاری نہیں محض فضل باری ہے۔

ز ہر چہ برکندم بر سبوئے تسلیم
سبو اسیر سقا گشتہ چوں گریزد ازو

ترجمہ و تشریح: میرے تسلیم کے سبو میں جو کچھ چاہتے ہیں عطا فرمادیتے ہیں اور سبو تو محتاج سقّاء ہوتا ہے، وہ سقّاء سے کب بے نیاز ہوسکتا ہے۔ یعنی ہم نے تمام امور کو حق تعالیٰ کی طرف تفویض کردیا ہے اور ان ہی پر بھروسہ کیا ہے۔

حل لغت: سقّاء بفتح سین و تشدیدِ قاف و آخرش ہمزہ: پانی پلانے والا۔ (غیاث)

ہزار بار سبو را بسنگ بشکست او
شکستِ او خوشم آید ز ذوق و شوق رفو

ترجمہ و تشریح: انہوں نے ہزاروں بار اپنے پتھر سے ہمارے سبو کو توڑا لیکن ان کا توڑنا مجھے بہت لذیذ معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ٹوٹنے کے بعد ان کے ہاتھوں سے رفو کا ذوق و شوق مجھے مست و بے خود و مسرور کرتا ہے۔

ترے ہاتھ سے زیر تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

اخترؔ

مولانا کے اس شعر میں تفویض و تسلیم کی تعلیم ہے اور سبو سے مراد متاعِ ہستی ہے توڑنے سے مراد تکوینی تربیت کے ضرّا اور سرّا یعنی تکلیف و راحت کے اسباب ہیں۔

سبو سپردہ بدو گوش باہزاراں دل
بداں ہوس کہ خورد غوطہ درمیانۂ جو

ترجمہ و تشریح: سبو کو ان کے سپرد کردیا ہے اور ہزاروں دل سے ان کے کرم کی طرف متوجہ ہوں اس امید پر کہ ان کی رحمت سے میرے سبو کو ان کے دریائے قرب میں

غوطہ کھانے کا موقع ہاتھ لگے۔ (سبو سے مراد یہاں بھی متاعِ ہستی ہے) اہلِ ذوق اور اہلِ محبت اس اختصار ہی سے تفصیل کا لطف حاصل کرسکتے ہیں ؎

خموش کردم اگر چند کوتہ ہست غزل
گہے خطاب شنیدن نہ گفتن ست نکو

ترجمہ و تشریح: میں اب خاموش ہوگیا اگرچہ یہ غزل مختصر رہ گئی لیکن کبھی محبوب سے خطاب سننا بہتر ہوتا ہے خود بولنے سے۔

اشعار منتخب

آں چشم شوخش را نگر مست از خرابات آمدہ
در قصد خون عاشقاں اندر کمر دامن زدہ

ترجمہ و تشریح: مولانا رومی فرماتے ہیں کہ میرے مرشد شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی مست پُر خمار آنکھیں تو دیکھو کہ عالم ھو سے کیا پی کر آئے ہیں۔ یعنی ذکر اللہ کے نشے سے کس قدر سرشار ہیں اور اپنے طالبین و عاشقین کو اپنی نگاہوں سے قتل کرنے کے لیے اپنی کمر کو دامن سے باندھے ہوئے ہیں۔ مراد یہ کہ اپنے طالبین و مریدین کو بھی خدائے پاک کی محبت کا درد عطا فرما کر خدا کا دیوانہ بنانا چاہتے ہیں۔ بعض اہلِ ظاہر کہتے ہیں کہ ذکر میں کیا نشہ ہوسکتا ہے تو واقعی جان ناکساں و محروماں کو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن جب کسی اللہ والے کی نظر پڑ جائے اور کسی بزرگ کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے کی توفیق ہو جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل اللہ کے پاس کیا کیف و سرور ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو تصوف سے بیگانہ تھے، صوفیائے کرام کی طرف التفات کو اپنے وقارِ علمی کے خلاف سمجھتے تھے لیکن تقدیر ان کو تھانہ بھون لائی اور شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر ذکر و شغل شروع کیا۔ پھر تو جو چاشنی اور لذت روحانی ملی اس کو خود ان ہی کی زبان سے سنیے۔ یہ علامہ موصوف کے

اشعار ہیں، ذکر اور تہجد کو کس انداز سے بیان فرمایا ہے۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیر دور جام ہے

وعدہ آنے کا شب آخر میں ہے
صبح سے ہی انتظار شام ہے

پھر علامہ موصوف نے اپنے اوپر تبصرہ کرنے والوں کو بزبان حال یہ جواب دیا۔

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی کبھی عشق یہ دن دکھائے

زیں بادہ شاں افسوں کنم تا جملہ را مجنوں کنم
تا تو نیابی عاقلے در حلقۂ آدم کدہ

ترجمہ و تشریح: حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حکایتًا فرماتے ہیں کہ میں اپنے طالبین کی ارواح کو عشق حقیقی کی لذت سے آشنا کرنا چاہتا ہوں تاکہ سب کو اپنے مولیٰ کا مجنوں بنادوں تاکہ کائنات میں بنی نوع آدم کے اندر کوئی بھی محض عقل پرست اور غافل از حق نہ رہے۔ یعنی عقل کو آمیزش عشق حق سے عقل تام بنادوں۔
حضرت مجذوب اسی کو فرماتے ہیں۔

ازل میں سامنے عقل و جنوں دونوں کا ساماں تھا
جو میں ہوش و خرد لیتا تو کیا میں کوئی ناداں تھا

اب بھی مجذوب جو محروم پذیرائی ہے
کیا جنوں میں ابھی آمیزش دانائی ہے

مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ

نگاہ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے اسے
خرد کے سامنے اب تک حجاب عالم ہے

اصؔغر

لیلیٰ ما ساقی جاں مجنون او شخص جہاں
جز لیلیٰ و مجنوں بود پژمردہ و بے فائدہ

ترجمہ وتشریح: اے لوگو! ہمارا محبوب ہمارارب کریم ہے تمہیں لیلیٰ کے لفظ سے دھوکا نہ ہو (یہ اصطلاح عشق کی گفتگو ہے کسی اہل عشق سے ہمارا کلام سمجھ لو) وہی ساقی ازل ہماری ارواح کا محبوب ہے اور یہ جہاں مجموعی اعتبار سے شخص واحد فرض کرتے ہوئے ان کا مجنوں ہے یعنی جب ہر ذرۂ کائنات حق تعالیٰ شانہ کا دیوانہ اور تسبیح خواں ہے تو تمام کائنات اور پورے جہاں کو ان کا دیوانہ کہنا روا ہے اور ذکر حق اور عاشق حق اور جو امور ذکر کے لیے معین ہیں ان کے علاوہ دنیا بے کار ہے اور گل افسردہ ہے۔

کوئی مزہ مزہ نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

مجذوؔب رحمۃ اللہ علیہ

رفت آں عجوز پُر دغل رفت آں زمستان و حل
آمد بہار و زاد ازو صد شاہد و صد شاہدہ

ترجمہ وتشریح: یہ بڑھیا دنیا جو مکر و فریب سے پُر ہے میرے قلب سے نکل چکی اور موسم سردی کا (یعنی خزاں کا) مع اپنے آثار افسردگی ختم ہوا۔ اب حق تعالیٰ کی محبت کا موسم بہار آگیا اور اللہ والوں کی صحبت کے لطف اور ذکر اللہ کے مزے ملنے لگے۔

دل کو آزار محبت کے مزے ملنے لگے
اس کے میں قرباں کہ جس نے درد کو پیدا کردیا

حل لغت: زمستان: موسم سرما۔ وحل: زمین تر از آب۔

اے جبرئیل از عشق تو اندر سما پا کوفتہ
اے انجم و چرخ و فلک اندر ہوا پا کوفتہ

ترجمہ و تشریح:اے خدا! آپ کی محبت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی افلاک پر حالت وجد میں سرگرداں و حیراں ہیں اور اے وہ ذات پاک کہ آپ کی محبت میں ستارے و افلاک بھی فضاء میں محو گردش ہیں۔

حل لغت:پاکوفتن:رقص کرنا۔

دل دیدہ آبروی خود در عشق خاک کوئے تو
چوں آں عنایت دید دل اندر عنا پا کوفتہ

ترجمہ و تشریح:اے خدا! دل نے آپ کی محبت کی عظیم نعمت و دولت سے اپنی قیمت و عزت محسوس کرلی اور آپ کی عنایات و الطاف کے پیش نظر عشاق کے دل آپ کی راہ کی ہر بلا و مشقت کو خوشی خوشی قبول کرنے کو تیار ہیں۔

حل لغت:عنا:رنج و مشقت۔

قومے بدیدہ خیرگی عاشق شدہ لیک از حسد
و زکبر و ناموس و ریا ہم در خلا پا کوفتہ

ترجمہ و تشریح:ایک قوم ایسی ہی ہے جو حیرت کی نگاہ سے آپ پر عاشق تو ہوئی لیکن آپ کے مقبولین سے بوجہ حسد و کبر وریا و ناموس تعلق نہ قائم کیا جس سے ان کو صحیح راہ آپ کی نہ مل سکی اور ناچار گمراہی کے غیر متناہی خلاء میں آپ سے محروم سرگرداں و پریشاں ہیں۔

اصحاب کبر و عجب کے باشند لائق شاہ را
کز عزت ایں شاہ باصد کبریا پا کوفتہ

ترجمہ و تشریح:مولانا بطور نصیحت فرماتے ہیں کہ تکبر اور عجب و خود بینی والے لوگ دراصل اس محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ کے لائق ہی نہیں ہیں ان کو کہاں نصیب کہ اس

لامتناہی کبریائی والے شہنشاہ کی عظمت کے سامنے اپنی ہستی کو فنا کرکے حیات دائمی سرمدی اور حیات طیبہ حاصل کرلیں۔ تکبر کی نحوست نے تو عزازیل ابلیس لعین کو گمراہ کردیا۔ حق تعالیٰ اس خبیث بیماری سے ہم سب کو محفوظ فرماویں، آمین۔

قومے بہ بنی رقص کن در عشق نان و شوربا

قومے دگر در عشق شاں نان و آما پا کوفتہ

ترجمہ و تشریح: اے لوگو! ایک قوم دنیا میں ایسی دیکھو گے کہ وہ روٹی اور شوربا کے لیے حالت رقص میں ہے اور آخرت سے غافل ہے اور ایک قوم حق تعالیٰ کے عاشقین کی دیکھو گے کہ وہ آخرت کے کاموں میں لگے ہیں اور روٹی و شوربا ان کی تلاش میں رقصاں و سرگرداں ہے اور روٹی پکانے والا نان ساز بھی ان سے محبت کرتا ہے۔

حل لغت: آما: تیار کنندہ۔ (غیاث)

خورشید باشد ذرۂ در عشق نورش چرخ زن

مرغ سحر از شوق او در والضحیٰ پا کوفتہ

ترجمہ و تشریح: خورشید جہاں تاب مثل ایک ذرہ کے حق تعالیٰ کی تجلیات کے لیے آسمان میں سرگرداں ہے اور نور سحر انوار الٰہیہ کے لیے تمام عالم میں ساعتاً فساعتاً متزائد و متصاعد ہوتا جارہا ہے۔

اے باد صبح تیز رو با شمس تبریزی بگو

از حال من از قال من اندر وفا پا کوفتہ

ترجمہ و تشریح: اے باد صبا! صبح تیز رفتاری سے جاکر ہمارے شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارا پیغام کہہ دے اور ہمارے قال و حال کی نقل میں باوفا رہنا اور مست و رقصاں جانا۔

منتخب اشعار

این نیم شباں کیست چو مہتاب رسیدہ
پیغمبر عشق ست بہ اصحاب رسیدہ

ترجمہ و تشریح: نیم شب خواب میں یا حالت ذکر یا حالت مراقبہ میں کوئی تجلئ خاص کا ظہور ہوا جس کے جمال سے متأثر اور محو حیرت ہو کر مولانا نے یہ اشعار کہے ہیں۔ چناں چہ فرماتے ہیں کہ یہ نیم شب کون مثل ماہ تاباں نظر آیا گویا کہ پیغمبر عشق ہے جو اپنے اصحاب کے پاس آیا ہے۔

این کیست چنیں غلغلہ در شہر فگندہ
بر خرمن درویش چو سیلاب رسیدہ

ترجمہ و تشریح: یہ کون آیا کہ دل کے شہر میں غلغلہ مچ گیا اور خرمن درویش پر مثل سیلاب چھا گیا۔

میرا کمال عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھاگئے میں زمانے پہ چھا گیا

این کیست بگوئید کہ در گفت جز او نیست
شاہے بہ در خانۂ بواب رسیدہ

ترجمہ و تشریح: یہ کون جلوہ فرما ہوا کہ وہ خود ہی بشارت دے رہا ہے کہ شاہ خانۂ پاسبان کے دروازے پر آیا ہے۔

این کیست چنیں خوان کرم باز کشیدہ
خنداں جہت دعوت اصحاب رسیدہ

ترجمہ و تشریح: یہ کون جلوہ فرما ہے جس نے اس طرح خوانِ کرم بچھا رکھا ہے اور اصحاب دعوت کی طرف خنداں آیا ہے۔

زاں نالہ و زاں اشک کہ خشک و تر عشق ست
یک نغمۂ تر نیز بہ دو لاب رسیدہ

ترجمہ و تشریح: عشق کے خشک و تر نغمے جو نالہ اور اشک سے ترکیب پاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دولاب کا نغمۂ تر جو عاشقوں کو مست کرتا ہے یعنی پانی کھینچنے کی چرخی کے خشک ڈول کنویں میں جب داخل ہوتے ہیں اور پھر پانی بھر کر برآمد ہوتے ہیں اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں تو ان کی آواز عاشقوں کو مست کرتی ہے۔

کسانے کہ یزداں پرستی کنند
بر آواز دولاب مستی کنند

سعدی شیرازی

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کے عاشقوں کو دولاب (پانی کھینچنے کی بہت سے ڈولوں کی چرخی) کی آواز بھی مست کردیتی ہے اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ تو سونے کے اوراق کوٹنے کی آواز سے حضرت صلاح الدین زرکوب رحمۃ اللہ علیہ کی دوکان پر بے ہوش اور بے خود ہوگئے تھے۔ اہل ظاہر کے لیے یہ مضامین ناقابل فہم ہیں جب تک وہ اہل باطن کی صحبت میں رہ کر چندے ذکر و شغل نہ کریں۔ حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

جانے کیا بے درد لذت درد کی

حل لغت: دولاب: چرخی جس سے پانی نکالتے ہیں، اور اس پریشان حال کو بھی کہتے ہیں جو قرض لے کر دوسروں کا قرض ادا کرتا ہے۔

یک دستہ کلیدست بزیر بغل عشق
از بہر کشانیدن بواب رسیدہ

ترجمہ و تشریح: اقفالِ منزلِ محبوب حقیقی کھولنے کے لیے عشق زیر بغل سینکڑوں کنجیوں

کا دستہ لیے ہوئے پاسبان خانۂ محبوب کے پاس آ پہنچا۔ یعنی جب حق تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو تمام احکام شریعت پر عمل آسان ہو جاتا ہے اور یہ دولت عاشقان حق کی صحبت سے اور التزام ذکر و فکر و تفکرِ انعامات و احسانات الٰہیہ سے عطا ہوتی ہے۔

اے مرغ دل اربال بشکست از صیاد
از دام رہد مرغ بہ مضراب رسیدہ

ترجمہ و تشریح: اے مرغ دل! اگر صیاد نے تیرے بال و پر نوچ کر تجھ کو شکستہ بازو کر دیا ہے تو تو خنجر تسلیم کے سامنے اپنی گردن رکھ دے کہ مرغ بہ مضراب رسیدہ دام صیاد سے رہا ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر احکامِ شریعت سے تیری آرزوؤں اور تمناؤں کا خون ہوتا ہے اور ہر وقت مجاہدہ سے جگر کا خون پینا پڑتا ہے تو رضائے حق کے خنجر کے سامنے اپنا سر جھکا دے اور خوشی خوشی جامِ شہادت نوش کر لے۔ یعنی اگر شہادتِ ظاہر تیغ کفار سے نہ میسر ہو تو مجاہدات نفس کی تکالیف کو برداشت کر کے شہادتِ معنوی باطنی حاصل کر لے۔ پھر تو بھی اس وقت تسلیم و رضا کی دولت سے مالا مال ہو کر قید و بند کی تکالیف کو لذیذ سمجھتے ہوئے بزبان حال یہ کہے گا۔

شکارش نہ خواہد رہائی ز بند
خلاصی نہ جوید شکار از کمند

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کا قیدی (عبدِ عاشق) ان کی محبت (احکامِ شریعت) کی قید سے خلاصی نہیں چاہتا۔

پابند محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

اس خنجر تسلیم سے یہ جان حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

اختؔر

آں کیست چنیں مست ز خمار رسیدہ
یا یار بود یا زبر یار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا جس کا نقشہ وہ آگے کے اشعار میں پیش کررہے ہیں یا کوئی خاص تجلی مشاہد ہوئی چناں چہ فرماتے ہیں کہ یہ کون مست از شرابِ محبت حق نظر آرہا ہے یا تو یہ میرے محبوب شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یا پھر ان کی ملاقات سے کوئی مسرور و مست ہوکر آیا ہے اور مظہر جمال شمس ہورہا ہے۔

یا شاہد جان ست زرد بند کشادہ
یا یوسف مصری ست ز بازار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: یا یہ تجلی روح کی مشاہد ہورہی ہے جس نے اپنے چہرۂ تاباں سے نقاب بفضل حق تعالیٰ شانہٗ اٹھادیا ہے یا یہ یوسف مصری ہیں اور بازار مصر سے میرے پاس آگئے ہیں۔ یہ جملہ مضامین عنواناتِ محبت ہیں جو تمثیلات و نظائر مختلفہ سے مولانا بیان فرمارہے ہیں۔

یا زہرہ و ماہ ست در آمیختہ باہم
یا سرو گل سرخ ز گلزار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: اے خدا! کیا زہرہ ستارہ اور چاند باہم مل کر جمال بالائے جمال ہورہے ہیں یا کسی چمن سے سرو یا گل سرخ آگیا ہے۔

اے گل بہ تو خرسندم کہ بوئے کسے داری

سرو کی دو قسمیں ہیں: سرو آزاد اور سرو سہی، ایک شاخ والا سرو آزاد کہلاتا ہے اور دو شاخہ سرو سہی کہلاتا ہے۔

یا چشمۂ خضر ست رواں گشتہ ز ہر سو
یا ترک خوش ماست ز بلغار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: اے خدا! یا چشمۂ خضر علیہ السلام (آب حیات) ہر طرف بہہ رہا ہے یا بلغار سے ہمارا محبوب صاحب جمالِ معنوی ہمارے پاس آ پہنچا۔ (بلغار ایک شہر کا نام ہے)۔ بلغار کا لفظ غالباً قافیہ کی رعایت سے استعمال فرمایا ہے۔

یا ساقی دریا دل ما بزم نہاد ست
یا نقل شکر ہائے بہ قنطار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: یا میرے مرشد دریا دل نے بزم فیضان معرفت منعقد کی ہے یا غذائے شیریں کا کوئی ذخیرہ لگ رہا ہے۔

شاہ پریاں ہیں ز سلیمان پیمبر
اندر طلب ہد ہد طیار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: پریوں کے سلطان حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھو کہ ایک ہُد ہُد کی تلاش میں کہیں نہ آ نکلے ہوں۔

حکایت

حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ایک شیخ کامل غیر عالم کسی بڑے عالم کی تربیت کے لیے ان کی طرف جارہے تھے۔ انہوں نے دور سے دیکھ کر سمجھ لیا اور غلبۂ مسرت سے فرمایا ؎

شاہ بازے بہ شکار مگسے می آید

سبحان اللہ! ایسے باادب اور صاحب تمیز طالب پہلے ہوا کرتے تھے۔ کس تواضع سے فرمایا کہ ایک شاہ باز (معنوی) ایک مکھی کا شکار کرنے کو تشریف لا رہے ہیں ؎

خوبانِ زمیں از پئے او جیب دریدہ
قاضی فلک بے سرو دستار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: ہمارے شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحب نسبت روح قرب

باری تعالیٰ سے اس قدر متجلی اور پُر نور ہے کہ تمام کائنات کے ظاہری حسین ان کے حسن معنوی سے محو حیرت ہو کر اپنا جیب و گریباں چاک کیے ہوئے ہیں اور ہمارے شمس الدین کو دیکھنے کے لیے قاضی فلک (مشتری ستارہ) زمین پر بے سر و دستار اتر آیا ہے۔

حلِّ لغت: قاضی فلک: ستارہ مشتری۔

از بہرویت دادن ہر کشتہ کہ او کشت

ہمیان زر آوردہ باتیار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: ہمارے مرشد شمس الدین تبریزی کے فیض سے جو بھی دیوانہ وار اپنا خون بہ حق عشق بنام خدا فدا کرتا ہے اس کی دیت (خوں بہا) کے لیے مشتری ستارہ (قاضی فلک) اشرفیوں کی تھیلی لے کر آگیا ہے۔

اوّل دیت خون تو جامے ست ز دستش

در کش کہ رحیق ست ز اسرار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! تو اگر اپنی جان خدا پر فدا کرتا ہے تو اوّل خوں بہا میں حق تعالیٰ کے دست کرم سے حلاوت ایمان کا جام نوش کرے گا۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے کہ جب مومن اپنی نظر کو غیر محرم سے بچانے کے لیے نیچی کرلیتا ہے تو (اس خون آرزو کے صلے میں) حق تعالیٰ اسے (نقد عطا دنیا ہی میں) حلاوت ایمانی (اپنی محبت کی مٹھاس) دیتے ہیں، اور آخرت میں کیا کچھ ملے گا اس کا ذکر دوسری حدیث قدسی میں ہے۔ اہل جنت کے لیے ارشاد ہے کہ ہم نے وہ نعمتیں ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں کہ جن کو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کبھی کسی کان نے سنا اور نہ کبھی ان کا کسی دل میں خیال آیا۔

از ہیبت خونریزی آن چشم چو مریخ

بہرام فلک از پئے ز نہار رسیدہ

ترجمہ و تشریح: ہمارے شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ جب ذکر و فکر اور عالم قرب سے نزول فرما کر ہم طالبین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کی آنکھیں نہایت مستانہ

خونریز اور ہیبت ناک مثل مریخ ستارہ کے ہوتی ہیں اور بہرام فلک (مریخ ستارہ) میرے مرشد شمس کے مقام معرفت اور عارفانہ نظر کی تحقیق و آگاہی کے لیے زمین پر اتر آیا۔ مراد یہ کہ حضرت تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی صاحب فیض اور اہل نظر تھے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مقام اللہ والوں کا بیان فرمایا ہے۔

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ ہوتے وہ مرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

مجذوب

حکایت

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ایک دن پھولپور میں میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے بعد نماز جمعہ مثنوی کے اس شعر پر بیان شروع کیا۔

غم کہ از دریا درو راہے شود
پیشِ او جیحون ہا زانو زند

جو مٹکا کسی سمندر سے خفیہ راستہ اور رابطہ اپنے اندر رکھتا ہے اس کے سامنے بڑے بڑے دریائے جیحون زانوئے ادب طے کرتے ہیں کیوں کہ دریا خشک ہوسکتے ہیں سمندر خشک نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اللہ والوں کے علوم کا حال ہے کہ ان کے باطن میں حق تعالیٰ کے ساتھ مخفی رابطہ ہے لہٰذا اہلِ ظاہر کے علوم ختم ہوسکتے ہیں لیکن اللہ والوں کے علوم کبھی ختم نہیں ہوسکتے۔ حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ پر بیان کرتے کرتے ایک خاص حالت طاری ہوگئی اور احقر بیان قلم بند کررہا تھا کہ دورانِ تحریر احقر نے تین مرتبہ حضرت والا کی آنکھیں دیکھیں جو ہر مرتبہ نہایت سرخ تھیں اور بالکل اسی شعر کی مصداق تھیں۔ اس کے بعد پھر احقر کی ہمت نہ ہوئی کہ نظر سے نظر کو دوچار کرسکے کیوں کہ تین مرتبہ جب بھی دیکھا تو حضرت والا احقر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

کر کے بسمل مجھے قاتل سرِ مقتل بولا
دیکھتا کیا ہے یہاں روز تماشا ہے یہی

حلِّ لغات: بہرام فلک: ستارہ مریخ کہ بر فلک پنجم ہست۔ (غیاث) زنہار: کبھی ہوش وآگاہی۔

اے ماہ و اے دو دیدۂ بینا چگونۂ
وے رشک ماہ گنبد مینا چگونۂ

ترجمہ وتشریح: مولانا نے اس مقام پر تجلّیٔ روح کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے قمر دو بینا آنکھیں رکھنے والے! تو کس حالت میں ہے اور اے رشک ماہ فلک! تیرا کیا حال ہے یعنی تجلّیٔ روح سے معرفتِ روح کا سوال فرمارہے ہیں۔

اے ما و صد چو ما ز مئے تو خراب و مست
ما بے تو خستہ ایم تو بے ما چگونۂ

ترجمہ وتشریح: اے مظہر جمالِ خداوندی اے روحِ عارفِ حق! یعنی اے روح حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ تو نے ہم کو اور ہم جیسے بہت سے لوگوں کو دیوانۂ حق اور مست وخراب عشق کررکھا ہے۔ ہم تو آپ کے بغیر خستہ حال ہیں اور آپ کے بغیر ہمارا کیا حال رہتا ہے۔

اے مرغ عرش آمدہ در دام آب و گل
بے خون و خلط و بلغم و صفرا چگونۂ

ترجمہ وتشریح: اے روح عارفِ حق! اے طائرِ عرشی تو جسم کے آب و گل (عناصرِ اربعہ) میں امر ربی سے تو آگئی لیکن اب تبتّل تام کے مقام سے فائز ہوکر عالمِ ھو میں تیرا کیا حال ہے؟

اے کوہِ قاف صبر و سکینہ چہ صابری
وے عزلتے گرفتہ چو عنقا چگونۂ

ترجمہ و تشریح: اے روحِ عارف اے صبر و سکون کی کوہ قاف! تو کس قدر صابر ہے کہ تو اس جہاں کے تعلقات ضروریہ کے حقوقِ شرعیہ واجبہ کو ادا کرتے ہوئے بھی ہر وقت حق تعالیٰ کے ساتھ رابطۂ قویّہ سے مشرف ہے۔

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
بلا کشان محبت کو کوئی کیا جانے

اخترؔ

عالم بہ تست مست تو اندر چہ عالمے
تنہا بہ تست زندہ تو تنہا چگونۂ

ترجمہ و تشریح: اے روح! تجھ سے عالم مست ہے اور تو کس عالم میں ہے، اور تنہا ہر شخص تجھ سے زندہ ہے اور تو تنہا کس حال میں ہوتی ہے؟ بظاہر مولانا روح سے سوال کر رہے ہیں مگر دراصل روحانیوں سے یہ سوال ہے اور کیا عجب کہ حضرت شمس دین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہو۔ مراد یہ کہ وہ روح جو جسم میں آکر جسم کی زندگی کا سبب ہے تو خود تعلق مع اللہ (بخشندۂ روح) سے سرفراز ہو کر مرتبۂ روح میں روح کا کیا مقامِ قرب و عرفان ہوتا ہے؟ یہ جواب بھی مقرب بارگاہِ حق ہی دے سکتا ہے۔

حقائق و معارف

گل را نگر ز لطف سوئے خار آمدہ
دل پارہ پارہ کردو دلدار آمدہ

ترجمہ و تشریح: اب مضمون تبدیل ہو رہا ہے اور مولانا دوسرے حقائق بیان فرما رہے ہیں کہ دیکھو کانٹے نے اپنی آہ وزاری سے پھول کا دل پارہ پارہ کر دیا تو وہ پھول خود کانٹوں کے پاس آگیا اور بظاہر تو وہ گل شگفتہ ہے لیکن دراصل کانٹے کے نالہ و غم سے صد چاک گریباں ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کلید مثنوی میں ایک

شعر اسی مضمون کا تحریر فرمایا ہے۔

آہِ را من گر اثرے داشتے
یارِ من بکویم گزرے داشتے

ترجمہ: اگر میری آہ کچھ اثر رکھتی ہے تو میرا محبوب ایک دن ضرور میری گلی میں گزرے گا۔

حضرت تھانوی کے عاشق خلیفہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دکھائیں گی آہیں اثر دیکھ لینا
وہ آئیں گے تھامے جگر دیکھ لینا
ادھر دیکھ لینا اُدھر دیکھ لینا
پھر ان کا مجھے اک نظر دیکھ لینا

یہ اشعار حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں فرمائے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ والوں کے قلب میں حق تعالیٰ کی محبت کا ایک درد مستقل قائم رہتا ہے جس کو اصطلاحِ تصوف میں رسوخِ نسبت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علائق و مشاغل دنیویہ میں بھی ان کی نسبت کا بازار اسی طرح گرم ہوتا ہے جس طرح تنہائیوں میں بحالت ذکر و شغل۔ حق تعالیٰ کی محبت کا یہ غم پنہاں انہیں ہر وقت باخدا رکھتا ہے۔

احقر کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

غمِ پنہاں متاعِ زندگی ہے
رموزِ عاشقی و بندگی ہے

حکایت

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت! اللہ والے دنیا کے مشغلوں میں کس طرح سے حق تعالیٰ کا دھیان اپنے قلوب میں قائم رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ: دیکھو یہ شہر جونپور ہے،

عورتیں کنویں سے پانی بھر کر دو گھڑوں کو اس طرح لے جارہی ہیں کہ ہر عورت کے سر پر ایک ایک گھڑا ہے اور ایک ایک بغل میں ہے اور گفتگو کرتی ہوئی جارہی ہیں۔ سر کے گھڑوں کو انہوں نے ہاتھ سے پکڑا ہوا نہیں ہے صرف قلب سے دھیان اور خفیہ رابطہ قائم ہے اگر گفتگو کے دوران ان کا دل سر کے اوپر والے گھڑوں سے غافل ہو جائے تو گھڑا زمین پر آگرے۔ پس اسی مثال سے سمجھ لو کہ اللہ والے تعلق مع اللہ کی دائمی دولت سے کس طرح سرفراز رہتے ہیں۔ البتہ اس رسوخ میں انہوں نے بڑے بڑے مجاہدات جھیلے ہیں۔ ذکر کا التزام، فکر کا دوام، صحبتِ اہل اللہ کا اہتمام ایک طویل مدت کیا ہے تب یہ دولت عطا ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی

ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

مے یہ ملی نہیں ہے یوں قلب و جگر ہوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں مے مری مفت کی نہیں

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

حکایت

ایک بار حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرشد حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کیا جب کوئی اللہ والا اور صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو اسے اپنے صاحبِ نسبت ہونے کا احساس ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: جی ہاں! جس طرح جب کوئی بالغ ہوتا ہے تو اسے اپنے بلوغ کا احساس ہو جاتا ہے۔

مقبولِ خدا مردود نہیں ہوتا

حضرت حکیم الامت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ علمِ الٰہی چوں کہ ماضی حال اور مستقبل سب پر محیط ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اسی کو مقبول بناتے ہیں جو ہمیشہ مقبولیت کے اعمال کرنے والا ہوتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ کوئی مقبول کبھی مردود نہیں ہوتا۔ جو مرتد اور مردود ہوئے وہ دراصل مقبول ہی نہ تھے اور اس کی مثال یہ ارشاد فرمائی کہ جس طرح کوئی بالغ پھر نابالغ نہیں ہوتا اسی طرح کوئی منتہی اور واصل ناواصل نہیں ہوتا ہے۔ البتہ مقبولین بارگاہِ حق امید اور خوف کے درمیان رہتے ہیں۔ اعمالِ حسنہ کرتے رہتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں اور دعویٰ و تکبر وناز سے محفوظ رہتے ہیں۔

مہ را نگر بر آمدہ مہمان شب شدہ
دامن کشاں ز عالمِ انوار آمدہ

ترجمہ و تشریح: چاند کو دیکھو کہ وہ اپنے مستقر سے بر آمد ہو کر خانۂ شب میں مہمان ہے اور تاریکیٔ شب کو ردائے نور سے منور کرنے کے لیے عالمِ انوار سے دامن کشاں آیا ہے۔

خورشید را نگر کہ شہنشاہِ کشور ست
از بہر عذر گاذر و گلکار آمدہ

ترجمہ و تشریح: آفتاب کو دیکھیے کہ وہ سلطان انوارِ کائنات ہے اور چمگادڑ (گاذر) کی معذوری (کہ تابِ دید نہیں رکھتا) کے لیے اپنے مستقر سے باہر آکر عالم کو افادۂ نور وحرارت بخشتا ہے۔

حلِّ لغت: گلکار: روشن۔

آں دلبرے کہ دل ز ہمہ دلبراں برد
اندر وثاق ایں دل بیمار آمدہ

ترجمہ و تشریح: وہ دلبر حقیقی جو تمام دلبروں کا بھی دلبر ہے عناصر و اجسام انبیاء و اولیاء کے قید و بند میں انوار معیت خاصہ و قرب خاص سے اپنے بیمار دلوں کو تسلی عطا فرماتا ہے۔

حل لغت: وثاق: بند و قید۔

ہمارے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی حق تعالیٰ شانہٗ کو یوں خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اے آرام جان بے قراراں! اور آنسو نکل آتے۔

آں روح ہمچو عشق دریں خاکداں غریب
مانندۂ مسیح بگفتار آمدہ

ترجمہ و تشریح: وہ روح جو عالم ارواح میں آزاد تھی یہاں اجنبی اجسام کی قید میں مثل عشق مہمان ہو کر کلام مؤثر کے ساتھ خطاب کر رہی ہے۔

ہمچوں بہار سوئے درختان خشک ما
آں نو بہار لطف بہ ایثار آمدہ

ترجمہ و تشریح: مثل بہار ہم خشک درختوں کی طرف ان کے الطاف و کرم آتے ہیں اور اپنے ایثار کرم سے ہم کو تر و تازہ کرتے ہیں۔ (مراد عنایات الٰہیہ ہیں)

پنہاں بود بہار و لے در اثر نگر
زو باغ زندہ گشتہ و پرکار آمدہ

ترجمہ و تشریح: موسم بہار تو نظر سے پنہاں ہے لیکن اس کے آثار باغ و چمن میں دیکھو کہ وہ سرسبز و شاداب ہو رہے ہیں۔

حل لغت: پرکار: دانا۔

جاں را اگر نہ بینی در دلبراں نگر
باقد سرو روئے چو گلزار آمدہ

ترجمہ و تشریح: اگر روح کو تو نہیں دیکھتا لیکن اجسام کو دیکھ کہ روح کی برکت سے کس

قدر مثل سرو اور چہرہ مثل گلنار رکھتے ہیں۔

گر عشق را نہ بینی در عاشقاں نگر
حلاج دار خوش بہ سردار آمدہ

ترجمہ و تشریح: اگر تم نے عشق کو نہیں دیکھا لیکن اس کا اثر عاشقوں پر دیکھو کہ خوشی خوشی حلاج منصور رحمۃ اللہ علیہ دار پر چڑھے جاتے ہیں۔ حلاج لقب حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حلاج دھنیا کو کہتے ہیں جو روئی کو دھن کر اس کے اندر سے بنولہ الگ کرتے ہیں۔ اور حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی انگلی کے اشارے سے ایک مرتبہ روئی کو دھن دیا یعنی دانوں سے صاف کر دیا جس سے تمام حلاج متحیر ہوگئے۔ اس کرامت کو دیکھ کر حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کا لقب حلاج رکھ دیا۔

در عین مرگ چشمۂ آب حیات دید
آں چشمۂ کہ مایۂ دیدار آمدہ

ترجمہ و تشریح: عاشقان خدا نے عین موت میں چشمۂ آب حیات کا مشاہدہ کیا یعنی شہادت میں حیات جاودانی کا مشاہدہ کیا اور وہ چشمہ کہ سرمایہ ہے دیدار خداوندی کا یعنی موت۔ موت چوں کہ سبب ہے حق تعالیٰ کے پاس جانے کا اس لیے عشاق حق موت کو محبوب سمجھتے ہیں۔

آؤ دیار یار سے ہو کر گزر چلیں
سنتے ہیں اس طرح سے مسافت رہے گی کم

حکایت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کرنے کا حکم دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ کیا کوئی اپنے خلیل کی جان نکالا کرتا ہے۔ واپس ہوئے اور حق تعالیٰ سے یہ قول خلیل نقل کیا۔ ارشاد ہوا کہ میرے خلیل سے کہہ دو کہ کیا کوئی خلیل اپنے خلیل کی ملاقات سے گھبراتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ شرف اور اعزاز ہے کہ

حضرت عزرائیل علیہ السلام ان سے مشورہ کرکے ان کی ارواح کو قبض کرتے ہیں۔

آمد بہارِ عشق بہ بستان در درا
بنگر بہ شاخ و برگ بہ اقرار آمدہ

ترجمہ و تشریح: بہار عشق آئی اور باغ میں اس کا اثر دیکھو کہ برگ و شاخ کی تازگی اس کا اقرار کررہی ہے۔ یعنی عشاقِ حق بھی ذکر کی بہار لذّتِ سے بشاش و تازہ دم اور چہرۂ تاباں رکھتے ہیں۔ ذکر سے ان کے قلب کا اطمینان ان کے چہروں پر بھی اطمینان کے آثار نمایاں کرتا ہے، برعکس دنیا کے بکھیڑوں کی پریشانی سے اہل غفلت کے چہروں پر بھی بے رونقی اور بے چینی کے آثار پائے جاتے ہیں۔

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

اقرار می کنند کہ حشر و قیامت ست
ایں مردگانِ باغ دگر بار آمدہ

ترجمہ و تشریح: موسمِ بہار میں دوبارہ باغوں کی تازگی اور مردہ درختوں کا دوبارہ حیات گیر ہونا قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا اور حشر و نشر کا حالاً اقرار کرنا ہے۔ منکرینِ قیامت کا انکار اس مشاہدہ کے باوجود محض بے معنیٰ اور لچر و گوزشتر ہے۔

منتخب اشعار

اے ساقی کہ آں مئے احمر گرفتہٗ
وے مطربے کہ ایں غزل تر گرفتہٗ

ترجمہ و تشریح: اے مرشد شمس تبریزی! آپ کے سینے میں خالص معرفت و محبت حق کی شراب تیز والی بھری ہوئی ہے اور اے مرشد! کیا ہی نغمات تر و تازہ آپ کی روح میں بھرے ہوئے ہیں۔

بر کفِ من نہہ شرابِ آتشیں
بعد ازیں کر و فر مستانہ بیں

مثنوی رومیؔ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تشریح: اے خدا! میرے ہاتھ پر اپنی محبت کی تیز والی شرابِ آتشیں رکھ دیجیے یعنی اپنی محبت کا تیز درد میری روح میں عطا فرمادیجیے پھر اس کے بعد میری مستی و دیوانگی کی شان و شوکت دیکھیے۔

عارفاں را در دروں ہا نغمہ ہاست
طالباں را زاں حیاتِ بے بہاست

مثنوی رومیؔ

ترجمہ: عارفین کے باطن میں ایسے نغماتِ درد مخفی ہیں جو طالبینِ حق کے لیے حیاتِ بے بہا ہوتے ہیں۔

از جاں و از جہاں دل عاشق گزیدۂ
الحق شکار نازک و لاغر گرفتۂ

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ نے اپنی کائنات سے جانِ عاشق کو اپنے لیے منتخب فرمایا ہے۔ آپ نے نہایت لاغر اور نازک شکار کیا ہے۔ یعنی عشاق مجاہدات سے لاغر ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ کو ان کی یہ لاغری و زرد روئی محبوب ہے۔

سہ نشانی عاشقاں را اے پسر
آہِ سرد و روئے زرد و چشم تر

عاشقوں کی تین نشانیاں ہیں: آہ سرد، چہرہ زرد اور چشم تر۔

وے زہرۂ کہ مست شد از چنگ تو زُحل
بہرام را بگو کہ چہ خنجر گرفتۂ

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! آپ ایسے زہرہ ہیں (زہرہ وہ سیارہ ہے جو فلکِ سوم پر روشن ہے)۔ (غیاث) کہ آپ کے نالہ ہائے دردو آہِ سرد اور نغماتِ عشق سے زحل مست ہورہا ہے۔ (زحل وہ سیارہ ہے جو فلک ہفتم پر تاباں ہے) اے مرشد! بہرام فلکِ سے فرمایئے کہ وہ خنجر کیوں کشیدہ کیے ہوئے ہے۔ (بہرام وہ ستارہ جس کا نام مریخ ہے اور فلک پنجم پر روشن ہے۔ اصطلاح شعر و عشق میں محبوب کی چشم قاتل کو مریخ سے تشبیہ دیتے ہیں) مراد یہ کہ اے مرشد! آپ کی آنکھیں مثل مریخ کے خنجر کشیدہ طالبین حق کو بسمل اور دیوانۂ حق بنارہی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں فرماتے ہیں۔

وہ پہلے تیغ کی زد سے ہر اک کو دور کرتے ہیں
مگر جب وار کرتے ہیں تو پھر بھرپور کرتے ہیں
کوئی جاکر کہے غم کس لیے مجبور کرتے ہیں
وہ دل سے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں

اے ہجر تو ز روزِ قیامت دراز تر
ایں چہ قیامت است کہ از سر گرفتۂ

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ کی جدائی قیامت کے دن سے بھی دراز تر ہے لیکن یہ کیا قیامت ہے کہ اپنے عشاق کو سر سے پکڑا ہوا ہے۔

از سر گرفتہ کے تین مفہوم ہیں:

۱) اوّل یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے عاشقین کو اپنے لیے منتخب فرمالیتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ اور ہم نے خالص کرلیا ان کو دارِ آخرت کے لیے۔ اور جیسا کہ

حدیث شریف میں روایت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے حق تعالیٰ بھی اس کے ہو جاتے ہیں۔

۲) اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ مجاہدات بلا میں مبتلا کرنے کے لیے عاشقین کو منتخب کیا ہے تاکہ ان کے درجے بلند ہوں اور دنیا میں ان کا مقامِ صبر و تحمل لوگوں کو معلوم ہو۔

۳) تیسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں قبول فرمالیا اور اب یہ غیر کا نہ ہو سکے گا یعنی اگر ہونا بھی چاہے تو بھی غیر کے ہاتھ نہ لگ سکے گا کیوں کہ حق تعالیٰ نے اس کو اپنے لیے گرفتار کیا ہوا ہے پھر مخلوق کی کیا مجال کہ خالق کے شکار پر قدرت پاسکے، اور شکار بمعنیٰ انتخاب ہے۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ یہ کتاب عشق و تصوف ہے اس کو لغت محض سے نہ سمجھیں بلکہ اصطلاحِ عشق و شعر و تصوف کے آئینے میں اور ان ہی کے محاورات سے سمجھیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ مصرع وعظ میں اکثر فرمایا کرتے ہیں۔

شکارش نہ خواہد رہائی ز بند

یہاں بھی شکار بمعنیٰ انتخاب ہے۔

پیلانِ شیر دل چو کفت را مسخر اند
ایں چند پشہ را چہ مسخر گرفتۂ

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! اس وقت کے بڑے بڑے اولیاء جو قوتِ نسبت میں پیلان شیر دل کے مثل ہیں وہ بھی آپ کی باطنی نسبت سے مستفید ہو رہے ہیں اور آپ کے تابع ہو رہے ہیں لیکن آپ کے کرم عام کا کمال یہ ہے کہ ہم جیسے چند پشہ یعنی کمتر لوگوں پر بھی آپ کی نظر و توجہ خاص ہے اور دام تربیت میں ہم جیسوں کو بھی شکار کر رکھا ہے۔ (یہ مضمون تشکر آمیز احسان مرشد کے پیش نظر بیان فرمایا ہے)

تو اے فقیر روزی فقیری گلہ مکن
زیرا کہ صد چو ملکت سنجر گرفتۂ

ترجمہ و تشریح:اے فقیر! تنگدستی کے ایام کی شکایت مت کر کیوں کہ تو حق تعالیٰ کے قرب کی سلطنت اپنے باطن میں رکھتا ہے جو سینکڑوں مملکت سنجر سے افضل ہے۔

ہژدہ ہزار عالم اگر ملک تو شود
بے روئے دوست چیز محقر گرفتۂ

ترجمہ و تشریح:اے فقیر! اگر دنیا کے اٹھارہ ہزار عالم تیری ملکیت میں ہوں تو حق تعالیٰ کے قرب و رضا کی دولت اور ان کی معیت خاصہ و ولایت خاصہ کی دولت کے مقابلے میں تو نے نہایت حقیر شے پر قبضہ کر رکھا ہے۔

پیش شمع نور جاں دل مست چوں پروانۂ
و ز شعاع نور جاناں جاں گرفتہ خانۂ

ترجمہ و تشریح:روح کی تجلی کے سامنے قلب عارف مثل پروانہ مست ہوتا ہے اور عارف کی روح پر انوار الٰہیہ محیط ہوتے ہیں۔

سرفرازے شیر گیرے مست عشق فتنۂ
نزد حق ہشیار و نزد خلق چوں دیوانۂ

ترجمہ و تشریح:اللہ والے عشق الٰہی سے سرمست اور حق تعالیٰ کے ساتھ ہوشیار اور باخبر اور خلق سے بے خبر اور دیوانہ ہیں لیکن حقوق العباد ضروریہ سے غافل نہیں ہوتے۔اس بے خبری اور دیوانگی سے مراد یہ ہوتی ہے کہ بے ضرورت تعلقات اور لایعنی مشاغل میں وقت ضائع نہیں کرتے،اور ضرورت کی تعریف یہ ہے کہ جس کے نہ ہونے سے ضرر ہو خواہ دنیا کا یا آخرت کا۔

نور گیرد جملہ عالم برمثال کوہ طور
گر بگویم بے حجاب از حال او افسانۂ

ترجمہ و تشریح:تمام کائنات مثل کوہ طور تجلیات کا مظہر اور جلوہ گاہ حق ہے لیکن مظاہر کو

اصل بے حجاب سمجھنا محض افسانہ اور بے حقیقت ہے، بے حجاب تجلی جنّت میں موعود ہے۔

دامن دانش گرفتہ زیر دنداں ہا ولیک

او کلید عشق از صبرے برد دندانۂ

ترجمہ و تشریح: عاشق عقل کے دامن کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر رکھتا ہے لیکن وہ عشق کی کنجی ایسے ایسے صبر کے تالوں کو توڑ کر دانت بھی غائب کر دیتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ عشق اور خردِ ناقص میں تضاد ہے، عشق اور عقل کامل میں دوستی ہے۔

عقل ناقص والا: وہ ہے جو اپنے مالک سے بے خبر جانوروں کی طرح کھاتا پیتا ہے، اسے یہ خبر نہیں کہ ہم کو کس مقصد کے لیے کھلایا جارہا ہے۔

عقل کامل والا: وہ ہے جو اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتا ہے جیسے اولیاء اللہ دنیا میں بسر کرتے ہیں۔

عشق بیں با عاشقاں آمیختہ

روح بیں با خاکیاں آمیختہ

ترجمہ و تشریح: عشق کا کرشمہ دیکھو کہ وہ عاشقوں کو باہم دوست بنادیتا ہے جیسے کہ اولیائے کرام بقول حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ دس فقیر ایک کمبل میں سوسکتے ہیں اور دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں سماسکتے۔ اور روح کا کرشمہ دیکھو کہ خاکی اجسام کو آپس میں ملائے ہوئے ہے چناں چہ روح نکلنے کے بعد پھر اس خاک سے رابطہ محال ہوجاتا ہے۔

چند گوئی تو نشاں از بے نشاں

بے نشاں بیں با نشاں آمیختہ

ترجمہ و تشریح: تم کب تک بے نشاں (غیر محسوس غیر مرئی مثل روح) سے نشان کی باتیں کروگے یعنی روح تو مخفی ہے اور اجسام پر اس کے آثار ظاہر ہیں اس روح غیر ظاہر کو دیکھو کہ کس طرح ظواہر کو آمیختہ کرتی ہے۔

دل چو شاہ آمد زباں چوں ترجماں
شاہ بیں با ترجماں آمیختہ

ترجمہ و تشریح: دل مثل بادشاہ ہے اور زبان اس کی ترجمان ہے لیکن اس شاہ کو دیکھو کہ ترجمان سے کس طرح آمیختہ ہے یعنی دونوں میں کیسا رابطہ ہے۔

باد و آتش را ہم آب و خاک را
دشمناں چوں دوستاں آمیختہ

ترجمہ و تشریح: پانی، ہوا، خاک، آتش سب آپس میں دشمن اور ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن روح نے ان دشمنوں کو ہمارے اجسام کے اندر جمع کر رکھا ہے اور روح نکلتے ہی یہ عناصر متضادہ تحلیل ہو کر اپنے مراکز کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

گرگ و شیر و میش و آہو چار ضد
از نہیب قہر ماں آمیختہ

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کی قدرت قاہرہ نے جسم خاکی میں ان عناصر متضادہ کو اس طرح جمع کر دیا ہے جیسے کہ بھیڑیا اور شیر، بھیڑ اور ہرن جو مختلف المزاج اور مختلف الطبائع ہیں ایک جگہ جمع ہوں۔

آنچناں ابرے نگر کز فیض اوست
آب چندیں ناوداں آمیختہ

ترجمہ و تشریح: بادل کے فیض کو دیکھو کہ بارش کے سبب بہت سے ناؤدان باہم آمیختہ ہیں۔ یہ اتحاد و اتصال جس طرح فیضانِ ابر سے ہوتا ہے اسی طرح حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض مثل بارش ہو رہا ہے جس کے سبب طالبین باہم شیر و شکر کی طرح محبّ و محبوب ہو رہے ہیں۔

اے بخارے را تو جاں پنداشتہ
حبّۂ مس را تو کاں پنداشتہ

ترجمہ و تشریح: اے شخص! تو نادانی سے بھاپ کو روح سمجھتا ہے اور یہ سمجھنا ایسا ہے جیسے کہ تو نے تھوڑے سے تانبے کو دیکھ کر اس کو معدن سمجھ لیا حالاں کہ کیا نسبت اس حقیر جز کو کان سے۔

اے فرو رفتہ چو قاروں در زمیں
اے زمیں را آسماں پنداشتہ

ترجمہ و تشریح: اے شخص! تو مثل قارون کے اندر جارہا ہے اور زمین کو آسمان سمجھتا ہے یعنی پستی اور ذلت کے اعمال و اخلاق اور دنیائے حقیر پر فخر کرتا ہے۔

اے ز شہوت در پلیدی ہمچو کرم
عاشقاں را ہم چناں پنداشتہ

ترجمہ و تشریح: اے شخص! تو شہوت کے اندر مثل پائخانے کے کیڑے کے ہے اور خدا کے نیک اور صالح بندوں کو بھی اسی طرح اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔

مستی شہوت بشاں لعنت است
ہست گرگے را شباں پنداشتہ

ترجمہ و تشریح: شہوت کی مستی لعنت والی مستی ہے اور نفس گرگ (بھیڑیا) کو پاسبان و محافظ سمجھا ہے حالاں کہ یہ دشمنِ راہِ خدا ہے۔

اے تو گندیدہ میان حرف صوت
قول حق را آں چناں پنداشتہ

ترجمہ و تشریح: اے شخص! تو کلام میں چوں کہ حروف اور آواز کا محتاج ہے پس

حق تعالیٰ کے کلام کو بھی اسی طرح نادانی سے قیاس کرتا ہے حالاں کہ حق تعالیٰ کا کلام حروف اور آواز سے بے نیاز ہے۔

قول او را لحن نے آواز نے

ماہتابش می زند بر گور تن

اے تو آں مہہ را نہاں پنداشتہ

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کا ماہتاب (نورِ خاص) اجسام پر متجلی ہے لیکن تو اس چاند کو مخفی سمجھتا ہے۔ مراد یہ کہ صفات الٰہیہ لطف و کرم رحمت، رزاقیت ہر وقت بندوں پر مبذول ہیں لیکن ہمارے قلوب اس سے غافل ہیں اور اسباب کی طرف متوجہ ہیں اور خالق اسباب سے بے خبر ہیں۔

می زنم در حلقہ در ہر خانۂ

ہست در خانہ چو ما دیوانۂ

ترجمہ و تشریح: میں ہر گھر پر محبّت کا دام ڈالتا ہوں اور ہر گھر میں کوئی نہ کوئی دیوانہ اللہ کا موجود ہے۔ مراد یہ کہ ہر انسان کو دعوت الی اللہ کرتا ہوں اور اسی عام دعوت میں خاصانِ حق بھی مل جاتے ہیں۔

مرغِ جاں پا بستۂ ایں دام شد

بے نیاز آمد زہر دُر دانۂ

ترجمہ و تشریح: جو مرغ روح محبتِ حق کے دام میں آگیا وہ دنیا کی حرص و طمع سے آزاد اور بے نیاز ہوگیا۔

ہو آزاد فوراً غم دو جہاں سے

ترا ذرۂ غم اگر ہاتھ آئے

زاں کہ گوش عاقلاں نامحرم ست
وز فسون عاشقاں بیگانۂ

ترجمہ وتشریح: چوں کہ اہل عقل کے کان عشق کے اسرار و رموز کے لیے نامحرم ہیں اس وجہ سے عاشقوں کی لذیذ گفتگو سے یہ بیگانے سے معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی توجہ سے نہیں سنتے۔ عقل سے مراد عقل ناقص ہے ورنہ عقل کامل اور عشق تو کلیاں متساویاں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام سب عاشق ہوتے ہیں اور سب عقل میں اکمل اور کامل ہوتے ہیں۔

حکایت

ایک شخص نے ایک کافر کے بارے میں حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت! وہ بڑا ہی عاقل ہے۔ ارشاد فرمایا کہ خاک عاقل ہے، عاقل ہوتا تو ایمان لاتا، وہ طاغوتِ اکبر ہے۔

سلسلہ زلفے کہ دل مجنون اوست
میل دارد باشکستہ شانۂ

ترجمہ وتشریح: محبوب کے زلف کی زنجیریں ان ہی کی گرفتاری کی طرف مائل ہوتی ہیں جو شکستہ حال پراگندہ بال یعنی دیوانے ہوتے ہیں۔ مراد یہ کہ محبت کی یہ دولت دیوانوں کو عطا ہوتی ہے عیش پرستوں کو نہیں۔

شہر ما پُر فتنہ و پُر شور شد
از نگارے فتنۂ فتانۂ

ترجمہ وتشریح: ہمارے قلوب کے شہر میں شور و ہنگامہ ہے۔ حضرت شمس نے نہ جانے کیا درد ہم سب کو پلا دیا ہے۔

حقائق ومعارف

ہیچ خمرے بے خمارے دیدۂ
ہیچ گل بے زخم خارے دیدۂ

ترجمہ وتشریح: اب مولانا چند حقائق پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہر خمر کے لیے خمار لازم ہے بے خمار کا خمر کس نے دیکھا ہے؟ پس شراب معرفت ومحبت حق سے اللہ والوں کی دائمی اور سرمدی مستی پر کیوں اشکال ہوتا ہے؟ اسی طرح کسی پھول کو بدون کانٹوں کے زخم کے دیکھا ہے؟ لہٰذا اللہ والوں کے مجاہدات پر کیا اعتراض ہے کہ وہ حضرات ؎

خورند از برائے گلے خارہا

ایک گل کے لیے مجاہدات امر ونہی اپنے نفس پر جھیلتے ہیں۔ گل تو ایک ہے کانٹے بہت ہیں یعنی صرف رضائے حق کے لیے تمام زندگی نفس کی مخالفت کا غم کھاتے ہیں۔

در گلستان بہار آب و گل
مر خزانے نو بہارے دیدۂ

ترجمہ وتشریح: گلستان آب وگل یعنی دنیا میں خزاں کے بغیر کسی نے بہار دیکھی ہے۔ اسی طرح آخرت کی بہار اسی کو ملے گی جو دنیا میں نفس کی خواہشات پر موسم خزاں دیکھے گا۔

کار حق کن با حق کش غیر او
ہیچ کس را کاروبارے دیدۂ

ترجمہ وتشریح: بس اللہ تعالیٰ کے لیے زندگی وقف کردو، ان ہی کی محبت میں مرنا جینا ہو، اس کے علاوہ دنیا کے تمام کام لغو ہیں۔ یعنی جو کام اللہ کے لیے نہ ہو وہ بے کار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار جو کچھ بھی خیر ونیکی مثل ہسپتال، اسکول، غربا کی امداد، ہوائی جہاز ودیگر ضروریات کے لیے مصنوعات بناتے ہیں چوں کہ بے ایمان ہیں، اللہ کے لیے یہ

اعمال نہیں ہیں اس لیے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم ان کے لیے قیامت کے دن میزان نہ قائم کریں گے یعنی ان کے اعمال ضایع اور بے کار ہیں، تولنے کے قابل ہی نہیں۔

ہیچ دل بے صیقلی لطف او
در تجلی بے غبارے دیدۂ

ترجمہ و تشریح: جس دل کو حق تعالیٰ کی رحمت و عنایت صیقل نہ کرے تو وہ دل حق تعالیٰ کی تجلی کو بے غبار کب مشاہدہ کر سکتا ہے۔

در جہاں صاف بید ردی عشق
بے خطر چوں دل مطارے دیدۂ

ترجمہ و تشریح: عشق کی بلاؤں کے جہاں میں دل عاشق جیسا بے خطر اڑنے والا کسی اور کو دیکھا ہے؟ مطار (اُڑانے کی جگہ) ہوائی جہاز کے اسٹیشن کو بھی کہتے ہیں۔

چوں سگِ اصحاب در غارِ وفا
از شکارِ حق شکارے دیدۂ

ترجمہ و تشریح: سگِ اصحاب کہف جیسا باوفا غار کے اندر کسی اور کو دیکھا ہے؟ لیکن حق تعالیٰ جسے چاہیں باوفا بنادیں۔ کُتّے پر ان کی نگاہِ کرم کا یہ اثر ہے وفاداری میں تو جس انسان پر ان کی نگاہِ کرم پڑ جاوے گی اس کی وفاداری کا کیا مقام ہو گا۔ چناں چہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا خونِ شہادت اس وفا کا ثبوتِ فیصل ہے۔

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست غلبۂ حال میں

من مست و تو دیوانہ ما را کہ برد خانہ
چندیں کہ ترا گفتم کم خور دو سہ پیمانہ

ترجمہ و تشریح: مولانا عرض کرتے ہیں کہ اے میرے مرشد شمس الدین! میں مست ہوں اور آپ غلبۂ عشقِ الٰہی سے دیوانے ہورہے ہیں تو مجھ کو حق تعالیٰ تک کون پہنچائے گا۔ یعنی راہ بری کے لیے ہوش چاہیے اور آپ کو عشقِ الٰہی نے بے ہوش و مست کرر کھا ہے۔ بارہا میں نے آپ سے عرض کیا کہ دو تین پیمانہ معرفت کی شراب سے کم ہی پیا کریں تاکہ ہم لوگوں کا خیال بھی آپ کو باقی رہے اور طالبینِ خدا کا بھی بھلا ہو۔

انتباہ: مولانا نے یہ مضمون غلبۂ حال میں بیان فرمایا ہے، کسی مرید اور طالب کے لیے شیخ سے ایسی باتیں کرنا حالت ہوش و حواس میں خلاف ادب ہو گا۔

در شہر یکے تن را ہشیار نمی بینم
ہر یک بتر از دیگر شوریدہ و دیوانہ

ترجمہ و تشریح: اے مرشد شمس تبریزی! آپ کے نعرہ ہائے دردِ عشق نے تمام اہل شہر کو دیوانہ اور بے ہوش کرر کھا ہے، ہر ایک کی شوریدہ سری ایک دوسرے سے بڑھی ہوئی ہے۔

جاناں بہ خرابات آ تالذت جاں بینی
جاں را چہ بود لذت بے صحبت جانانہ

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! زہدِ خشک کا راستہ چھوڑ کر حق تعالیٰ کی محبت کا راستہ اختیار کر کیوں کہ یہ راستہ جلد محبوب تک رسائی کا ذریعہ ہے اور جان بغیر محبوب کے بے کیف و محزون ہوتی ہے۔

انتباہ: محبت کا راستہ آسان تر اور نزدیک تر ہے اور تمام دین کو لذیذ تر بنا دیتا ہے اور اس کی ترغیب حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔ چناں چہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی محبت کو اس سطح پر حق تعالیٰ سے طلب فرمارہے ہیں کہ اے خدا! اپنی محبت مجھے میری جان سے زیادہ، اہل و عیال سے زیادہ اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ عطا فرمادیجیے۔ میرے دوستو! اگر اتنی محبت ہماری روح میں حق تعالیٰ اس دعائے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں عطا فرمادیں (اور مانگنے سے ضرور ان شاء اللہ عطا فرمائیں گے اور دعا کا

ادب بھی یہی ہے کہ مانگ کر امیدوارِ قبولیت رہنا چاہیے) تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، تہجد سب آسان ہی نہیں بلکہ لذیذ تر ہو جاوے اور ہر گناہ کا چھوڑنا آسان تر ہو جاوے۔

اے خدا! ہم سب کو اسی معیار کی محبّت اپنی رحمت سے عطا فرما، آمین۔ ایک حدیث میں یہ مضمون بھی ہے کہ اے خدا! مجھے اپنی محبت تمام اشیاء سے زیادہ عطا فرما، آمین۔

ان مضامینِ احادیثِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی تھوڑی سی محبت پر قناعت کرنا سخت نادانی ہے اور دین کے لیے ناکافی ہے۔ محبت کا وہی معیار مطلوب ہے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے پاک سے طلب فرمایا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو محبتِ خداوندی کا یہ مقام حاصل تھا ہی، آپ تو یہ دعا مانگ کر دراصل ہمیں مانگنا سکھا گئے کہ ہماری اُمّت اسی طرح مانگا کرے۔

ہر گوشہ یکے مستی مستے و زبردستے
واں ساقی سرمستے با ساغر شاہانہ

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! آپ کے کمالاتِ عشق اور فیضانِ نسبت باطنی سے تو جس گوشے کی طرف دیکھتا ہوں کوئی سرمست و دیوانہ ذکرِ حق میں مشغول نظر آتا ہے اور پھر آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ ساقی سرمست ساغرِ شاہانہ لیے ہوئے نظر آتے ہیں۔

انتباہ: ساغر و پیمانہ، خمر و خمار و میخانہ و جام و مینا و سبو و خم و صراحی اور ساقی وغیرہ یہ تمام الفاظ تصوف میں جب استعمال ہوتے ہیں تو وہ اپنے لغوی معنیٰ میں باقی نہیں رہتے بلکہ منقول اصطلاحی ہو جاتے ہیں اور سب کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ عبادت و ذکر میں روح کو لذت عطا ہوتی ہے اور ایک خاص قسم کا سرور اور سکون و اطمینان ہوتا ہے۔ کبھی استغراق اور بے خودی سی بھی ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی حال بھی غالب ہو جاتا ہے اور استحضارِ حق اور حضوریٔ حق سے روح ہر وقت باکیف رہتی ہے۔ ان ہی حالات و کیفیات کو بیان کرنے کے لیے صوفیائے کرام الفاظ مذکورہ کو استعمال کرتے ہیں اور شیخ و مرشد چوں کہ وسیلہ ہے ان باطنی نعمتوں کا اس لیے اسے ساقی سے تشبیہ دے دیتے ہیں۔ پس مشبہ اور مشبہ بہ میں صرف اتنی سی جزئی مناسبت اور قدر مشترک ہے اور فن میں اس طرح کا مجاز مرسل

اہل فن استعمال کرتے ہیں۔ یہ مضمون اس وجہ سے احقر مؤلف نے لکھا کہ اہل ظاہر ان الفاظ سے لغوی معنیٰ کی طرف ان پاکیزہ مضامین کو نہ منسوب کریں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ جس فن کا مطالعہ کیا جاوے اس فن کی اصطلاحات سے آگاہی ضروری ہے ورنہ مفاہیم صحیحہ تک ادراک ناممکن ہے۔

اے محرم تبریزی از خلق چہ پرہیزی
اکنوں کہ در افگندی صد فتنہ و فتانہ

ترجمہ و تشریح: اے محرمِ اسرارِ علوم و معرفت حضرت شمس تبریزی! جب آپ نے ایک خلق کو اپنے آہ و نالوں اور درد باطن سے سرگشت و سرمست و حیران و دیوانہ بنا رکھا ہے تو آپ کا خلق سے کنارہ کش ہونا اب مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ (اب ان طالبین کے احوال پر رحم کیجیے اور ان کی تربیت و اصلاح کے لیے مخلوق سے رابطہ منقطع نہ فرمایئے) (یہ مولانا نے غلبۂ حال میں خطاب کیا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ورنہ مرشد سے حالت ہوش میں ایسی باتیں کرنا خلاف ادب ہے۔)

منتخب اشعار

ہر روز پریزادے از سوئے سرا پردہ
مارا و حریفاں را در رقص در آوردہ

ترجمہ و تشریح: ہر روز عالم غیب سے تجلیات الٰہیہ مختلف شان سے ہماری ارواح پر حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے منکشف ہو رہی ہیں جس سے مجھ پر اور دیگر سالکین پر حالت وجد طاری ہے۔

جستم جگرت را من بستان جگر دیگر
تا شیر بزیر آری اے روبہہ و پژمردہ

مولانا حق تعالیٰ کی طرف سے مجاہدہ کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ اے طالب! میں

مجاہدات سے تیرے جگر کا خون اس لیے کرتا ہوں کہ اس جگر کے بدلے تجھے دوسرا قوت والا جگر عطا کروں جس کی طاقت سے اے افسردہ اور روباہ کی طرح بزدل تو شیر جیسے نفس کو زیر کرلے اور نفس کے بُرے تقاضوں پر تو غالب آجاوے۔

مبارک باد آمد ماہ روزہ
نظر کردم کلاہ از سر بیفتاد
رہت خوش باد اے ہمراہ روزہ
سرم را مست کرد آں شاہ روزہ

ترجمہ و تشریح: اے رمضان مبارک! تجھے مبارک ہو اور تو خوش رہے تجھے (یعنی ہلال رمضان) دیکھنے سے میری ٹوپی سر سے گرگئی اور شاہ رمضان نے میرے سر کو مست کردیا۔

دعا ہا اندریں مہ مستجاب ست
فلک ہا را بدرّد آہ روزہ

ترجمہ و تشریح: اس ماہِ مبارک میں دعا خوب قبول ہوتی ہے اور روزہ دار کی آہ آسمان کو پھاڑتی ہوئی مولائے عرش تک جاتی ہے۔

بیا دل بر دل پرورد من نہ
بیا رخ بر رخان زرد من نہ

ترجمہ و تشریح: اے محبوب مرشد! آپ آیئے اور میرے تربیت کردہ قلب پر اپنا دل رکھ دیجیے اور آپ میرے زرد رخسار پر اپنے رخسار مبارک کو رکھ دیجیے۔ اس شعر میں مرشد سے عنایت خصوصی اور توجہ خصوصی کی درخواست ہے۔

تو خورشیدی و از تو گرم عالم
یکے تابش بر آہ سرد من نہ

ترجمہ و تشریح:اے شمس الدین تبریزی! آپ تو معرفت کے آفتاب ہیں کہ ایک عالم آپ سے گرم ہورہا ہے یعنی آپ کا فیض عام ہورہا ہے، ازراہ کرم اے آفتاب! تھوڑی سی تابش (گرمی شعاع) میری آہِ سرد پر رکھ دیجیے۔

ازاں جوہر کہ از دریا برآری
بیا بر مفرقے پُر گرد من نہ

ترجمہ و تشریح:اے شمس الدین تبریزی! آپ نے دریائے معرفت سے جو موتی چنے ہیں آیئے اور میرے گرد و غبار سے اَٹے ہوئے سر پر رکھ دیجیے یعنی یہ سر دیوانہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔

بہر شرطے کہ نہی من مطیعم
و لیکن شرط من در خورد من نہ

ترجمہ و تشریح:اے مرشد! آپ جو شرط میری باطنی تربیت کے لیے رکھیں مجھے منظور ہے اور میں جملہ شرائط کا پابند و مطیع ہوں لیکن میری شرط کو بھی آپ اپنے کرم سے منظوری عطا فرمادیں اور وہ شرط جواہر معرفت کا عطا کرنا ہے۔

بہر جامے نہ می گردد سرم مست
بہ پیشم زاں مئے خو گرد من نہ

ترجمہ و تشریح:اے مرشد تبریزی! ہر جام سے میرا سر مست نہیں ہوتا آپ تو مجھے تیز والی (مئے خو دراصل مئے تند خو ہے، ضرورت شعری سے تند کو حذف کیا) پلایئے۔ مراد یہ ہے کہ عشق و محبت کا بلند ترین مقام مجھے عطا فرمایئے جیسا کہ ایک طالب نے حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ۔

عشق حق کی آگ سے سینہ میرا بھر دیجیے

اور حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

رگوں میں لہو ہے کہ چنگاریاں ہیں

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا میرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا میرے دل میں

ایا گم گشتگان راہ و بے راہ
شما را باز می خواند شہنشاہ

ترجمہ و تشریح: اے گم گشتگان راہ اور بے راہ لوگو! خوشخبری ہو کہ تمہیں شہنشاہ حقیقی پھر یاد فرمارہے ہیں اور بلارہے ہیں۔

دلا بے گاہ شد باز آ بہ خانہ
کہ ترک آید سوئے خانہ شبانگاہ

ترجمہ و تشریح: اے دل بے کیف! تو خلق سے یکسو ہو کر خالق کی طرف متوجہ ہو جا کہ وہ محبوب حقیقی تجھ پر کرم فرما ہونا چاہتے ہیں۔

بہ مقناطیس آید آخر آہن
بسوئے کہربا آید یقیں کاہ

ترجمہ و تشریح: لوہا بالآخر مقناطیس کے پاس آہی جاتا ہے اور گھاس کہربا کی طرف واصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہماری روح عالم ارواح کی طرف کہ اس کا اصل مرکز ہے متوجہ ہوتی جارہی ہے اور غفلت کے پردے چاک ہوتے جارہے ہیں۔

کنوں درگاہ گردوں بر کشادند
کہ عاجز شد فلک از نالہ و آہ

ترجمہ: عاشقین کی گریہ و زاری اور آہ و نالوں پر دریائے رحمت کو جوش ہوا اور آغوش قبولیت کو کشادہ فرمادیا۔

عرش لرزد از انین المذنبین

ترجمہ: نالۂ گناہ گاراں سے عرش کانپنے لگتا ہے۔

آں چناں لرزد کہ مادر بر ولد
گوش شاں گیرد بہ بالا می کشد

ترجمہ: اس طرح عرش کانپتا ہے جس طرح روتے ہوئے بچے پر ماں کانپتی ہے رحمت سے۔ اور اس کا کان پکڑ کر گود میں اٹھا لیتی ہے۔

تمام مضمون بالا کا حاصل یہ ہے کہ گریہ وزاری آہ و نالہ کو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی مقبولیت ہے۔

چوں اہل آں شوی در فہمت آید
چہ می گویند مردان سحر گاہ

ترجمہ و تشریح: اے لوگو! جب حق تعالیٰ شانہ کی راہ میں قدم رکھو گے اور کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر کچھ مدت ذکر و شغل کرو گے تو ان باتوں کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو گی پھر معلوم ہو گا کہ یہ اللہ کے دیوانے (مردان سحر گاہ۔ تہجد پڑھنے والے) کیا کہتے ہیں۔

بر بند ایں دہاں را بکشا دہان جاں را
تا ہر دو عالمت زد گردد یکے نوالہ

ترجمہ و تشریح: اے لوگو! یہ منہ بند کرو یعنی خاموشی اختیار کرو اور روح کا منہ کشادہ کرو پھر دونوں جہاں تمہاری روح کے عالم وسیع کے سامنے ایک لقمہ معلوم ہو گا۔

عجب کیا جو مجھے عالم بایں وسعت بھی زنداں تھا
میں وحشی بھی تو وہ ہوں لا مکاں جس کا بیاباں تھا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

بداں کہ خلوت دل بر مثال دریائے ست
بہ قعر بحر گہرہائے خوب ناسفتہ

ترجمہ و تشریح: دل کا خلوت کدہ مثل سمندر ہے اور سمندر کی گہرائی میں بہترین موتی پوشیدہ ہیں لیکن بحر دل میں غوطہ لگانا آسان نہیں کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔

اگر چہ ہر طرفے ہست راہ در طلبش
براہ دور بجوئی ازاں شوی خستہ

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کی طلب کی راہیں ہر طرف ہیں لیکن اے مخاطب! تو نے دور دراز کا راستہ اختیار کیا ہے اس وجہ سے خستہ ہورہا ہے۔ قریب کا راستہ مرشد کامل (متبع شریعت و سنت) سے ملتا ہے۔

میان گلبن دل جاں بہ خست از خارے
بہ بیں دلا تو ز خارے ہزار گلدستہ

ترجمہ و تشریح: دل کے گلاب میں روح کانٹوں کا غم برداشت کرکے خستہ ہوگئی لیکن اے دل! ان مجاہدات کے صدقے میں قرب و معرفت الٰہیہ کے ہزاروں گلدستے تو دیکھ لے۔

پہنچنے میں ہوگی جو بے حد مشقت
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

حل لغت: گلبن: گلاب کا درخت۔

ورائے دیدہ و دل صد دریچہ بکشادہ
برون چرخ بریں رفتہ صد سما دیدہ

ترجمہ و تشریح: اے مرشد شمس الدین تبریزی! آپ نے اپنے دیدہ و دل کے علاوہ سینکڑوں خفیہ دریچے کھول رکھے ہیں اور اس آسمان کے علاوہ سینکڑوں آسمان دیکھے ہیں۔ مراد قرب و تجلیات الٰہیہ ہیں کہ آسمان اس سے محروم ہیں۔

آسمان بار امانت نہ توان ست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

ترجمہ: امانت عشق الٰہیہ آسمان نہ اٹھا سکا اور ڈر گیا اور قرعۂ فال ہم دیوانوں کے نام نکلا یعنی انسان نے یہ بار اٹھالیا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ۔

پس معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کے مقامات مافوق الافلاک ہوتے ہیں اور ان کی قیمت افلاک سے زائد ہے۔

بہ پیش عشق دو عالم چو دانہ پیش خروس
چنیں بود نظر پاک کبریا دیدہ

ترجمہ و تشریح: عاشق حق کے سامنے دونوں جہاں کی مثال ایسی ہے جیسے مرغ کے سامنے دانہ ہو کہ جب چاہتا ہے چُگ لیتا ہے۔ یہی حق شناس کبریا دیدہ آنکھوں کا مقام ہوتا ہے۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

اصغرؔ

مراد یہ کہ عاشق حق رضائے حق کا طالب ہوتا ہے اور دونوں عالم دینے کو تیار رہتا ہے۔ ایک بزرگ کا شعر ہے۔

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ: اے خدا! آپ نے اپنی قیمت دونوں جہاں فرمائی ہے نرخ اور زیادہ کیجیے کہ دونوں جہاں بھی آپ کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

الٰہ را کہ شناسد کسے کہ است زلا
زلا کہ است بگو عاشقے بلا دیدہ

ترجمہ و تشریح: خدا کو وہی پہچانتا ہے جو اغیار کو لا الٰہ سے ختم کرتا ہے۔

دور باش افکار باطل دور باش اغیار دل
سج رہا ہے شاہ خوباں کے لیے دربار دل

علامہ سید سلیمان ندوی

اور جو غیر حق سے اپنے قلب کو خالی نہ کر سکا وہ حق کو کب پا سکا۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

مجذوب

اور غیر اللہ سے کوئی خلاصی نہیں پا سکتا جب تک کہ مجاہدات کی بلاؤں کو نہ برداشت کرے۔ بلا دیدہ ہی نجات پا سکتا ہے۔

دہاں کشادہ ضمیر و صلاح دیں را گفت
توئی حیات من اے دیدۂ خدا دیدہ

ترجمہ و تشریح: حضرت صلاح الدین زرکوب رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا کے محبوب رفیق تھے ان سے فرمایا کہ اے ضمیر دہاں کشادہ اے دیدۂ خدا دیدہ! آپ ہی ہمارے لیے بہار زندگی ہیں۔

چوں آفتاب بر آمد ز قعر آب سیاہ
ز ذرہ ذرہ شنو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ترجمہ و تشریح: جب قلب کے تاریک سمندر سے آفتاب حق طلوع ہوتا ہے یعنی نسبت مع اللہ کے انوار جلوہ فگن ہوتے ہیں تو سالک ہر ذرۂ کائنات سے لا الٰہ الا اللہ کی آواز

سنتا ہے یعنی حالاً ذوقاً وجداناً وہ اپنی عارفان نظر سے یہی دیکھتا ہے کہ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ اللہ کے سوا ہر شے فانی ہے اور سوائے خدا کے کوئی باقی نہیں۔

چہ جائے ذرہ کہ چوں آفتاب جاں آید
ز آفتاب ربودند خود قبا و کلاہ

ترجمہ وتشریح: وہ آفتاب جان یعنی نورِ مطلق حقیقی جب قلب سالک پر متجلی ہوتا ہے تو اس خورشید جہاں تاب کی قبا اور ٹوپی کو بھی اڑا دیتا ہے۔ یعنی یہ شمس و قمر حق تعالیٰ شانہٗ کے نور کے سامنے ماند اور پھیکے بلکہ کالعدم معلوم ہوتے ہیں۔

چو سلطانِ عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

ترجمہ: جب وہ سلطان عزت اپنا جھنڈا لہرا دیتا ہے تو کائنات اپنا سر جیبِ عدم میں ڈال دیتی ہے۔

از جان و دل گوید کسے پیش چناں جانانۂ
وز سیم و زر گوید کسی پیش چناح سیمیں برے

محبوبِ حقیقی کے جمالِ لازوال کے سامنے دل وجان کا تذکرہ کون کرتا ہے۔ یعنی ہر مجاہدہ کو گوارا کرنا آسان ہے حتیٰ کہ جان بھی دے دینا۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس محبوبِ جہاں فروز کے سامنے سیم و زر کا تذکرہ کیا معنٰی رکھتا ہے۔

لقمہ شدے کون و مکاں گر عشق را بودے دہاں
درباں بدندے سروراں گر عشق را بودے درے

ترجمہ وتشریح: اگر عشق کے منہ ہوتا تو یہ دونوں جہاں اس کے لیے ایک لقمہ ہوتا اور اگر

عشق کا دروازہ ہوتا تو اس کی دربانی کے لیے بڑے بڑے سردار خواہش مند ہوتے۔ مراد عشق حقیقی ہے، کیوں کہ عشقِ مجاز دراصل فسق ہے اور عاشقِ مجاز دراصل فاسق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں ایک دوسرے کی نگاہ میں ذلیل ہو جاتے ہیں اور کائنات بھی انہیں ذلّت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ لہٰذا فسق کا نام عشق رکھنا ہی غلط ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا [۱۲]

جس شخص کی نگاہ میں شیطان بُرائی کو مزین کر دیتا ہے تو وہ بُری شے کو اچھی دیکھتا ہے۔ اس مضمون پر ایک مستقل رسالہ حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا جس کا نام تمییزالعشق من الفسق تھا۔

آمد بہار اے دوستاں خیزید سوئے بوستاں
اما بہار من توئی من ننگرم در دیگرے

ترجمہ و تشریح: بہار آگئی اے دوستو! باغ کی طرف چلو لیکن میرے باغ و بہار تو اے شمس الدین تبریزی! آپ ہیں، آپ کے علاوہ کسی اور کو ہم نہ دیکھیں گے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ سے ایسا ہی تعلق ہونا چاہیے (بشرطیکہ وہ شیخ واقعی متبع سنت و شریعت اور ماہر طریقت ہو) پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر کسی مجلس میں اکابر جمع ہو جاویں (بالفرض) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم ہوں اور اسی مجلس میں ہمارے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں تو میری نظر صرف حضرت حاجی صاحب کی طرف رہے گی کیوں کہ ہماری تربیت تو حق تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے کرائی ہے۔

۱۲؎ الفاطر:۸

دربیانِ فیوض وبرکاتِ صحبتِ مرشد

منتخب اشعار

از خلق پنہاں اے پری در جانِ من در دلبری
اے زہرۂ صد مشتری اے سر لطف ایزدی

ترجمہ وتشریح:اے مرشد تبریزی! آپ مخلوق سے پنہاں، خلق سے گریزاں، باحق آویزاں میری جان میں اپنی محبوبیت اور جذب سے دلبری فرمارہے ہیں۔اے حق تعالیٰ کے الطافِ پنہاں کے حامل! آپ سینکڑوں طالبین کے محبوب ہیں۔

از زہرہ ننگ آید ترا مہ تیرہ رنگ آید ترا
افلاک تنگ آید ترا چوں تو بجولاں می روی

ترجمہ وتشریح:اے مرشد شمس الدین تبریزی! آپ مرتبۂ روح میں حق تعالیٰ سے اس قدر مقرب ہیں کہ آپ کے انوارِ نسبت (انوار تعلق مع اللہ وتجلیات قرب) کے سامنے یہ زہرہ ستارہ اپنی بلندی کے باوجود خود کو شرمسار اور چاند اپنی روشنی کو تیرہ وتار محسوس کررہاہے اور افلاک آپ کی وسعتِ روحانی اور باطنی تیزرفتاری کے سامنے حقیر وتنگ ہیں۔

عجب کیا جو مجھے عالم باایں وسعت بھی زنداں تھا
میں وحشی بھی تو وہ ہوں لامکاں جس کا بیاباں تھا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آسماں ہاست در ولایتِ جاں
ایں جہاں و کار فرمائے جہاں

در رہ روح پست و بالا ہاست
کوہ ہائے بلند صحرا ہاست

ترجمہ: روح کے ملک میں بہت سے آسمان پوشیدہ ہیں اور خود کار فرمائے جہاں متجلی ہے اور روح کی سیر گاہ کے راستے میں بہت سے نشیب و فراز پستیاں اور بلندیاں ہیں، بلند ترین پہاڑ اور بہت سے صحرا ہیں۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ انسان کا ظاہر تو نہایت کمزور ہے کہ ایک مچھر بھی کاٹ لے تو چیخ اٹھتا ہے لیکن انسان کا باطن یعنی روحانیت تمام آسمانوں کو احاطہ کیے ہوئے ہے لیکن اس کا ادراک صرف ان ہی کو ہوتا ہے جنھوں نے اپنی روح کو حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ وابستہ کر دیا اور مجاہدات و ریاضات ذکر و شغل اور اتباع سنت سے روح کو روشن کر لیا، شعر یہ ہے۔

ظاہرش را پشّہ آرد بہ چرخ
باطنش باشد محیط ہفت چرخ

کبھی کبھی تو اسی ایک مشتِ خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گزرے

جگرؔ

جب کبھی وہ ادھر سے گزرے ہیں
کتنے عالم نظر سے گزرے ہیں

حضرت عارفیؔ

روحانی ترقی کی تدبیر کیا ہے؟

لب پہ ذکر اللہ کی تکرار ہو
دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو
اس پہ تو کرلے اگر حاصل دوام
پھر تو کچھ دن ہی میں بیڑا پار ہو

لیکن یہ دولت ذکر و فکر کسی شیخ کامل کی صحبت ہی سے میسر ہوتی ہے۔

یک مسئلہ می پرسمت اے روشنی بر روشنی
ایں چہ افسوں را می دمی غم را کہ شادی میکنی

ترجمہ و تشریح: اے مرشد شمس الدین تبریزی! آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ روشنی بر روشنی نورٌ علیٰ نور ہیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ جب سے رابطہ قائم ہوا ہے تو کیا راز ہے کہ آپ کا فیضِ روحانی میرے غم کو خوشی سے تبدیل کرتا جارہا ہے۔ دراصل یہ طمانینت و خوشی روحانی سکون سے ہے۔ جو روح اپنی غذا یعنی ذکرِ حق سے پاجاتی ہے اس کو یہی دولت عطا ہوتی ہے۔

ہر لحظۂ جائے روم ہر دم بہ باغے می روم
بے فکر و بے دل می روم چو دست بر دل میزنی

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! جب سے آپ نے میرے قلب پر توجہ و شفقت خصوصی فرمائی ہے ہر وقت باغِ مسرت میں ہوں اور ہر وقت بے فکر اور کیفِ بے خودی سے سرشار ہوں۔

لالہ بخوں غسلے کند نرگس ز حیرت سر نہد
غنچہ بیند از دکلہ سوسن فتد از سوسنی

ترجمہ و تشریح: اے مرشد تبریزی! آپ کے انوار و جمال کو دیکھ کر لالہ چمن میں خون غم ننگ سے نہا رہا ہے اور نرگس حیرت سے سرنگوں ہے اور غنچے اپنے تاج سے اور سوسن اپنی شانِ سوسنی سے دستبردار ہو رہے ہیں۔

گر خاطر اشتر دلم خوش شیر گیر او شدے
شیراں نر را ایں زماں در زیر زیں آوردمے

ترجمہ و تشریح: اگر میرے دل نے فیوض حاصل کرلیے تو بڑے بڑے شیرانِ طریق میرے مقام قرب سے حیرت زدہ ہوں گے۔

در بیانِ آثارِ وصول الی اللہ

بدی تو بلبل مستے میانۂ چغداں
رسید بوئے گلستاں بہ گلستاں رفتی

ترجمہ و تشریح: اے طالب حق! تو ساقیٔ ازل سے ازل ہی میں خدا کا بلبل مست بن چکا لیکن دنیا میں اُلوّوں کے اندر پھنس گیا تھا اور عہد وفائے الست بھول گیا تھا۔ (اُلوّوں سے مراد آخرت سے غافل لوگ ہیں) پھر جب اللہ والوں کی صحبت میں تو نے وطن آخرت کا تذکرہ سنا اور اللہ تعالیٰ کی خوشبوئے قرب نے تیری روح کو مست کردیا تو پھر تو نے گلستانِ قربِ خدا میں اپنا آشیانہ بنالیا۔ یعنی اہل اللہ کی صحبت اور ذکر و فکر وعبادت کا مزہ لوٹنے لگا۔

لگ چکا تھا دل قفس میں پھر پریشاں کردیا
ہم صفیر و تم نے کیوں ذکرِ گلستاں کردیا

مجذوبؔ

تو تاج را چہ کنی چوں کہ آفتاب شدی
کمر چرا طلبی چوں کہ از میاں رفتی

ترجمہ و تشریح: اے طالب حق! جب تو آفتاب ہوگیا تو تاج کیا کرے گا اور جب تو نے اپنے نفس سرکش کی کمر توڑدی تو پھر کمر و پٹکا کیا کرے گا۔ یعنی اللہ والوں کو جب قرب خدائے پاک کا آفتاب مل جائے تو پھر تاج و تخت و کمر و پٹکا جیسے شاہی و شاہزادگی کے لوازم سے مستغنی ہوجانا چاہیے۔

خموش باش مکن رنج گفتگوئے نخسپ
که درکنار چناں یار مہرباں رفتی

ترجمہ وتشریح: خاموش ہوجااور نہ سونے کے حکم سے رنجیدہ نہ ہو کہ تیرے پاس کیسامہربان محبوب موجود ہے۔

زجانِ خویش اگر بوئے تو نیا بندے
چو استخواں دل و جاں را بہ سگ سپر دندے

ترجمہ وتشریح: اے خدا! اگر آپ کے عاشقوں کو اپنی جانوں میں آپ کے قرب کی خوشبو نہ محسوس ہوتی تو شدّتِ غمِ فراق سے مثل ہڈی کے اپنے دل و جان کو کُتّوں کے سپرد کر دیتے یعنی زندہ نہ رہتے۔

کوئی مزہ مزہ نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

اگر نہ پرتو رویت بر آب می تابید
بجائے آب ہمہ زہر ناب خور دندے

ترجمہ وتشریح: اور آپ کی تجلیاتِ صفاتیہ کا ظہور پانی پر نہ ہوتا یعنی کائنات میں نہ ہوتا تو بجائے آپ کے یہ عشاق زہر کھالیتے۔ یعنی اس کائنات سے لطف اندوز ہونے کے بجائے آپ کی جدائی کے غم سے گھل گھل کر ہلاک ہوجاتے مگر یہ تو آپ کا کرم ہوا کہ کائنات کا ہر ذرّہ آپ کا نشان بتارہاہے۔

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

تیرے جلوؤں کی رنگیں بہاریں
دیکھتے دیکھتے سوگئے ہم

روایت: ایک بدوی صحابی رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اے آسمان اور اے نجوم! تمہارا کوئی رب اور خالق ہے پھر کہا کہ اے اللہ! مجھ کو بخش دیجیے۔ یہ باتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنیں تو ارشاد فرمایا کہ اے شخص! تیری باتیں خدا کو پسند آئیں اور تیری بخشش فرمادی۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ جب رات کو آسمان اور ستاروں کو دیکھے تو کبھی کبھی یہ عمل کرلیا کرے۔ ان کی رحمت کے بہانوں پر حریص ہونا چاہیے۔

دربیانِ عشقِ حقیقی واحتراز حُبِّ دنیا

دوش آمدہ بودست مرا خواب ربودہ
آں شاہ دلارام من و محرم جانی

ترجمہ وتشریح: رات حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ اس محبوب مرشد کی زیارت فی المنام کی لذت نے نیند اُڑادی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ میرا شاہ دل آرام ہے اور میری روح کا محرمِ اسرار بھی ہے۔

ہر گوشہ نشانیست ز مخلوق بخالق
قانع نہ شود عاشق بیدل بہ نشانی

ترجمہ وتشریح: ہر ذرّہ اگرچہ خالق پر نشان دہی کررہا ہے لیکن عاشقِ بیدل کو صرف نشانی پر قناعت نہیں ہوتی انہیں تو دیدار چاہیے۔

نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا وہ حشر سے پہلے
دلِ بے تاب کی ضد ہے ابھی ہوتی یہیں ہوتی

برخیز و بیا دبدبۂ عمر ابد بیں
تا باز رہی زود ازیں عالم فانی

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! جلد آ اور اللہ والوں کی حیاتِ ابدی کا دبدبہ و کر و فر دیکھ تاکہ تو اس عالمِ فانی کی محبت سے رہائی و خلاصی پا جائے۔

عاشق شو و عاشق و بگذار امیری
سلطاں بچہ آخر تا چند اسیری

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! عاشق ہو جا عاشق ہو جا، یہ امیری متاع چند روزہ فانی ہے اسے ترک کر دے۔ سلطان ہو کر کب تک کوڑے خانہ کے کنویں میں پڑا رہے گا۔ سلطان سے خطاب شفقت و پیار پر دلالت کرتا ہے۔

در خاک میامیز کہ تو گوہر پاکی
در سرکہ میامیز کہ تو شکر شیری

ترجمہ و تشریح: خاک سے مت آمیزش کر کہ تو پاک گوہر ہے اور سرکہ سے مت آمیزش کر کہ شکر شیریں ہے۔ یعنی تو اپنی روح کو اعمالِ صالحہ اور عشق خدا سے منور کر اور جسم کے تقاضوں کو بقدر ضرورت پر اکتفا کر۔ ان کو مقصود سمجھ کر اِن ہی فانی لذتوں میں خبردار اپنی زندگی کو ضایع مت کہ آخرت میں رسوائی ہوگی۔

تا فضل و کرامات و مقاماتِ تو دیدم
بے زار ازیں فضل و مقاماتِ حریری

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! جب سے آپ کی کرامات و مقامات کو میں نے دیکھا ہے دنیا کی فانی شان و شوکت میری نگاہوں سے گر گئی اور میں حُبّ دنیا سے بے زار ہو گیا۔

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں

اے چشمۂ خورشید کہ جوشیدی ازاں بحر
تا پردۂ ظلمات بانوار دریدی

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! آپ چشمۂ خورشید ہیں جو بحرِ معرفتِ حق سے بر آمد ہوا ہے۔ آپ کے انوارِ روح نے میرے ظلماتِ نفسانیہ کے پردوں کو چاک کر دیا اور میرے باطن کو منور کر دیا۔

ہر خاک کہ در دست گرفتی ہمہ زر شد
لعل و زمرد ہمہ سنگے کہ گرفتی

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! آپ کی صحبت میں جو نااہل مثل پتھر آتا ہے چند دن میں وہ لعل و زمرد ہو جاتا ہے۔ یعنی آپ کی صحبت خاک کو کیمیا بناتی ہے جس طرح سے لوہا پارس پتھر سے مل کر سونا ہو جاتا ہے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الفور بصورتِ طلا شد

در بیانِ آثارِ عشقِ حقیقی

اے آں کہ آفتاب و چراغِ جہاں شوی
اندر کنار مردہ در آئی و جاں شوی

ترجمہ و تشریح: اے خدا! آپ ہی کائنات کے لیے آفتاب ہیں یعنی تمام عالم حتیٰ کہ شمس و قمر بھی آپ کے نور سے منور ہیں اور جس مردہ دل میں آپ کا نور آجاتا ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔

اندر دو چشم کور در آئی نظر شوی
اندر دہانِ گنگ در آئی زباں شوی

ترجمہ و تشریح: آپ کا نور جس کی آنکھوں میں آجاتا ہے وہ صاحبِ نظر ہو جاتا ہے (یعنی اہلِ بصیرت ہو جاتا ہے) اور جس زبانِ گنگ میں آپ کا درد آجاتا ہے وہ زبان فصیح البیان ہو جاتی ہے۔ احقر کا یہ شعر اسی مضمون کا حامل ہے۔

معذور تھا ضمیر کے اظہار سے لیکن
مجمع میں تیرے درد نے پھروں بُلا دیا

در بیانِ مقاماتِ عالیہ اولیائے کرام

شاہداں ہمچو کواکب در پیت
تو رواں چو ماہِ تاباں می روی

ترجمہ و تشریح: اے مرشد شمس الدین! وقت کے بڑے روحانی لوگ مثل ستاروں کے آپ کے گرد و پیش جمع ہیں اور آپ ان کے درمیان اس طرح چلتے ہیں جس طرح روشن چاند ستاروں کے جھرمٹ میں چلتا ہے۔

ہر دم اے دل سوئے جاناں می روی
و ز دروں بالائے کیواں می روی

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! بظاہر تو آپ زمین پر لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن مرتبۂ روح میں آپ کی پرواز عرشِ اعظم تک ہے اور ہر لحظہ منازلِ قرب غیر متناہی طے کر رہے ہیں۔

پیشِ مہماناں بہ صورت حاضری
گر بہ معنیٰ پیشِ یزداں می روی

ترجمہ و تشریح:اے مرشد شمس الدین تبریزی! آپ اپنے مہمانوں کی مجلس میں بظاہر حاضر ہیں لیکن آپ کا باطن اس وقت بھی خدائے پاک کے ساتھ مشغول ہوتا ہے یعنی آپ باہمہ بھی ہیں اور بے ہمہ بھی، اور اس مقام کو صوفیا خلوت در انجمن سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

در جہاں غمگیں نماندی لیک تو
در نہاں از جملہ خلقاں می روی

ترجمہ و تشریح:اور اے مرشد! آپ کے اوپر بظاہر مجاہدات اور غم کے کوئی آثار نہیں معلوم ہوتے لیکن آپ کی باطنی رفتار کی تیزی تمام مخلوق سے فائز تر ہو رہی ہے۔

حالِ ما بنگر ببر پیغامِ ما
چوں بہ پیشِ تختِ سلطاں می روی

ترجمہ و تشریح:اے مرشد! میرا حال زار دیکھ کر میرا پیغام بھی جب آپ کو تختِ سلطانِ حقیقی سے قرب ہو پیش کر دیجیے۔

شکر کن در عشقِ او بگداختی
سر بریدہ نالہ کن مانند نے

ترجمہ و تشریح:اے طالب! شکر خدا کر کہ مرشد نے عشقِ خدا میں تجھ کو گھلایا۔ پس تو سر بریدۂ عشق ہو کر نالۂ عشق بلند کر تا رہ مثل بانسری کے۔ یعنی جس طرح بانسری کا ایک سرا جب بجانے والے کے منہ میں ہوتا ہے تو دوسرے سرے سے درد و نالہ کی آواز کبھی بلند اور کبھی پست نکلتی ہے۔ اسی طرح مرشد کے منہ میں تو نے جب روح کا ایک سرا دے دیا تو اب تیری روح کے دوسرے سرے سے درد و نالہ ہائے عشق حق کی وہ آواز بلند ہو گی جو سامعین و طالبین کے لیے غذائے روح ہو گی۔

اولیا را در دروں ہا نغمہ ہاست
طالباں را زاں حیات بے بہا ست

رومی

ترجمہ و تشریح:اولیاء اللہ کے سینوں میں دردِ محبتِ الٰہیہ کے نغمات پوشیدہ ہیں طالبین صادقین کی ارواح ان سے حیاتِ بے بہا پاتی ہیں۔

نوٹ: بانسری کی مثال صرف سمجھانے کے لیے ہے۔اس مثال سے اس کے جواز کاشبہ باطل ہے کہ شریعت کی حرام کی ہوئی چیزوں کو جو صوفی حلال کہے وہ زندیق و گمراہ اور مردود ہے۔

شمس تبریزی بیا در من نگر
تا بہ بینی تو مرا معدوم شے

ترجمہ و تشریح:اے شمس الدین تبریزی! آپ آیئے اور میرے اندر ملاحظہ کیجیے تاکہ میری فنائیت وعبدیت کا آپ مشاہدہ کرلیں۔

بگذار از خورشید و از مہ چو خلیل
ورنہ در خورشیدِ کامل کے رسی

ترجمہ و تشریح:اے لوگو! مثل ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے تم بھی چاند اور سورج سے نظر ہٹالو اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کا نعرہ لگاتے ہوئے اگر آگے نہ بڑھوگے تو خورشیدِ حقیقی یعنی حق تعالیٰ کی ذات پاک تک رسائی کس طرح ہوگی۔یعنی چاند اور سورج جیسی حسین صورتوں سے نگاہ کو بچالو کہ ان کے عشق سے روح کو رہائی کے بعد ہی حق تعالیٰ شانہٗ کا آفتاب قرب دل میں روشن ہوسکتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ غیور ہیں۔جو دل غیروں میں پھنسا ہو اس دل میں ان کی تجلی کیسے ہو۔خوب فرمایا حضرت مجذوب نے۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب
خدا کا گھر پئے عشق بتاں نہیں ہوتا

توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں ہم نے
تب کہیں جا کے دکھایا رُخِ زیبا تو نے

بے عنایت ہائے آں دریائے لطف
از چنیں موجے بساحل کے رسی

ترجمہ و تشریح: اے طالب! اس دریائے لطف خداوندی کی عنایت کے بغیر تو نفس وشیطان کی پُر خوف موجوں سے امن کے ساحل تک کب پہنچ سکتا ہے۔

از مرگ چوں اندیشی چوں جان بقا داری
در گور کجا گنجی چوں نور خدا داری

ترجمہ و تشریح: اے طالب! تو موت سے کیوں اندیشہ کرتا ہے جب کہ تیری روح تعلق مع اللہ کے نور سے باقی باللہ ہو چکی ہے اور تیرا جسم تو قبر میں سما سکتا ہے لیکن تیری روح کے اندر جو نورِ خدا ہے وہ قبر میں کس طرح سما سکتا ہے۔ وہ نور تو آسمانوں اور زمینوں کی وسعت میں بھی نہیں سما سکتا۔ پس تو اس دولت نورِ خدا کے ہوتے ہوئے قبر سے کیوں گھبراتا ہے یعنی تیری روح نور خدا کے ساتھ علیین میں ابرار و صالحین کے ساتھ ہوگی پھر قبر کی تنہائی تیرے لیے باعث وحشت کیوں ہوگی۔

خوش باش کزیں عالم گر ہیچ نہ داری تو
خود جملہ تو می داری گر دلبر ما داری

ترجمہ و تشریح: اے طالب خدا! تو خوش ہو جا کہ اگر دنیا تیرے پاس نہیں ہے تو مالک اور خالق دنیا تو تیرے پاس ہے پس جب خالق کائنات تیرے پاس ہے تو پھر یوں سمجھ کہ جملہ کائنات بھی تیرے پاس ہے۔

خطابات از زاہدانِ خشک کہ از صوفیائے کرام نفور باشند

ہمرنگ جماعت شو تا لذت جاں بینی
در کوئے خرابات آ تا درد کشاں بینی

ترجمہ و تشریح: اے طالبین خدا! خاصانِ خدا کی جماعت کے ساتھ ظاہراً و باطناً ہم رنگ ہو جایعنی ظاہری وضع قطع بھی صلحائے امت کی اختیار کرو اور باطنی سیرت و اعمال و اخلاق میں بھی ان ہی کی نقل کرو حق تعالیٰ کا کرم اسی نقل میں اصل کی روح ڈال دیتا ہے۔ نقل پیالہ ہے اصل کی روح بھیک ہے، جب پیالہ ہی نہ ہو گا بھیک کس میں پاؤ گے۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

پس اللہ والوں کا بھیس اور صورت بنا کر ہم کو اس کریم مطلق سے امید رکھنی چاہیے کہ وہ ان ہی جیسا ہم کو بنا دے گا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ بہروپیا بن جاؤ اور اندر کچھ نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ صورت بنا کر پھر سیرت حاصل کرنے کی کوشش میں تمام عمر لگے رہیں، اور میدان محشر میں یہ صورت اس طرح رنگ لائے گی۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

اور اے طالبین! اللہ پاک کے عاشقین کی صحبت میں آکر دیکھو کہ یہ کیسے اپنے رب اور مولیٰ کی محبت میں دیوانے ہو رہے ہیں۔

از بہر عجوزے را تا چند دہی کابیں
از بہر سہ ناں تا کے شمشیر و سناں بینی

ترجمہ و تشریح: اے دنیا والو! اس بوڑھی دنیا کا مہر کب تک ادا کرتے رہو گے اور چند روٹیوں کی خاطر کب تک تلوار و نیزہ اٹھاتے رہو گے۔

حلِّ لغت: کابیں: مہر۔ (غیاث)

اندک اندک بہ جنوں راہ بری از دم من
برہی از خرد و با من دیوانہ شوی

ترجمہ وتشریح:اے طالب!تو میرے فیضِ صحبت سے تھوڑا تھوڑا دیوانہ ہورہا ہے تاکہ تو عقل کی زنجیر سے خلاصی پاجائے اور میرے ساتھ تو بھی دیوانہ ہوجائے۔

غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ ہوجائے

یہ صحن چمن یہ لالہ و گل ہونے دو جو ویراں ہوتے ہیں
تخریب جنوں کے پردے میں تعمیر کے ساماں ہوتے ہیں

تجلیاتِ پنہانی

از کجا تافت چنیں ماہ دریں قالب ما
تاز جا رفت دل و رفت بجائے عجبے

ترجمہ وتشریح:ہائے کہاں سے میرے قالب میں ایسا چاند روشن ہوا کہ جس کی وفور تجلّی سے میرا قلب سینے میں نہ رہا اور نہ جانے کس عجیب مقام پر پہنچ گیا۔

خاکیاں را کہ ہوش میں بخشد
بادشاہے عظیم جبارے

ترجمہ وتشریح:وہ ذات پاک ایسی عظیم القدرت ہے کہ خاکیوں کو عقل وہوش عطا کرتی ہے ورنہ مٹی کو عقل سے کیا مناسبت۔

تو شاہے عظیم کہ در دل مقیم
تو آب حیاتی کہ در تن روانی

ترجمہ وتشریح:اے خدا!تو عظیم قدرت والا شاہ ہے کہ میرے دل میں مقیم ہے تو میرا آب حیات ہے کہ میرے بدن میں رواں ہے۔

بہر دم گویدت دل ہا حلالت باد خون ما
کہ خون ہر کہ را خوردی او را حی ابد کردی

ترجمہ و تشریح: میرا دل اے محبوب! آپ سے یہ کہہ رہا ہے کہ ہمارا خون آپ کے لیے حلال ہے کہ آپ جس کا خون اپنے لیے قبول فرماتے ہیں (بوقت شہادت) اس کو حیات ابدی جاودانی عطا فرماتے ہیں۔ (ت کی ضمیر عشق کی طرف ہے)

عاشقوں سے خطاب اور ان کو معذور قرار دینا

ندارد چارہ دیوانہ بجز زنجیر خائیدن
حلال استت ثواب استت اگر زنجیر می خائی

ترجمہ و تشریح: دیوانہ کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ و تدبیر نہیں کہ وہ صرف زنجیر کو دانتوں سے رہائی کے لیے کاٹتا رہے۔ پس دیوانے کے لیے زنجیر کا دانتوں سے کاٹنا حلال اور ثواب ہے۔ اس مضمون کو عاشقین خود سمجھ جاویں گے اور غیر عاشقین کو سمجھانا نہیں ہے۔

بگو اسرار اے مجنوں ز ہشیاراں چہ می ترسی
قبا بشگاف اے گردوں قیامت را چہ می پائی

ترجمہ و تشریح: اے مجنوں! اسرار عشق بیان کر اور اہل عقل سے کیا ڈرتا ہے۔ اے آسمان! اپنی قبا کو چاک کر دے قیامت کا کیا انتظار کرتا ہے۔

نگاہِ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے اسے
خرد کے سامنے اب تک حجاب عالم ہے

اصؔغر

مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

اگر پرواز عشق تو دریں عالم نمی گنجد
بسوئے قاف قربت پر کہ سیمرغی و عنقائی

ترجمہ و تشریح: اے عاشق حق! اگر تیری پرواز کے لیے یہ جہاں تنگ ہے تو قرب حق کے غیر متناہی اور غیر محدود کوہِ قاف کی راہ اختیار کر کے مثل سیمرغ اور عنقا کے پرواز کر۔

دکھا دیتے مزہ ہم تم کو اس دل کے تڑپنے کا
جو عالم بے فلک ہوتا جو دنیا بے زمیں ہوتی

در آتش بایدت بودن ہمہ تن چو شہ انجم
اگر خواہی کہ عالم را ضیا و نور افزائی

ترجمہ و تشریح: اے عاشق! عشق کی چنگاریوں میں تجھے ہمہ تن شاہ انجم یعنی چاند کی طرح رہنا چاہیے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے عشق کے انوار سے اور درد محبت کی خوشبو سے اہل جہاں فیض یاب ہوں۔

دلا می ساز با خارش کہ با او بود گلزارش
اگر خواہی کہ بوئے گل بکش از خار رنجورے

ترجمہ و تشریح: اے دل! رضائے حق کے لیے تکالیف کے کانٹوں کو برداشت کر کہ ان ہی کانٹوں کے ساتھ اس محبوب کا گلزار وصال ہے۔ اگر تو گل کی خوشبو کا عاشق ہے تو یقیناً تجھے اس کے کانٹوں کی رنجوری کو برداشت کرنا ہوگا۔

خطاب از اہل ظاہر و اہل طبع یابس

تو خود می نشنوی بانگ دہل را
رموز سر پنہاں را چہ دانی

ہنوز از صورت کفرت خبر نیست
حقائق ہائے ایماں را چہ دانی

درخت سبز داند قدر باراں
تو خشکی قدر باراں را چہ دانی

ہنوزت در قدم خارست بہ نشیں
تو اشکال گلستاں را چہ دانی

ترا در چرخ آوردست ماہے
تو ماہ چرخ گرداں را چہ دانی

تجلی کرد نور شمس تبریز
تو دیوے نور رحماں را چہ دانی

عنایتِ مرشد

مرا بگرفت روحانے نگارے
کنارے او کنارے او کنارے

مبادا ہیچ دل را از چنیں عشق
قرارے او قرارے او قرارے

فتادہ در دماغ از شمس تبریز
خمارے او خمارے او خمارے

بیا اے یار کامشب یار مائی
چو گل باید کہ باما خوش برائی
خدایا چشم بد را دور گرداں
خداوندا نگہدار از جدائی
نہ من مانم نہ دل ماند نہ عالم
اگر فردا بدیں خوبی در آئی
نہادم دست بر دل تانہ پرد
تو دل از سنگ خارا در رہائی
بر آ اے ماہ تا خوبی بہ بینی
بیا اے زہرۂ رعنا کجائی
بہر جانے ز سودائے تو دودیست
کرائے تو کجائے تو چہ دانی
بیا اے جان مارا زندگانی
بیا اے چشم مارا روشنائی

طلب مرشد از خدائے تعالیٰ

اگر درد مرا درماں فرستی
وگر کشت مرا باراں فرستی

وگر آں شاہ خوباں را بہ حیلت

ز خانہ جانب میداں فرستی

وگر ساقی جان عاشقاں را

میانِ حلقۂ مستاں فرستی

ہمہ ذرات عالم زندہ گردد

کہ جانہا را ہمہ جاناں فرستی

منم کشتی دریں بحرت مبادا

کہ بر من باد سرگرداں فرستی

ہمی خواہم کہ کشتی باں تو باشی

اگر بر عاشقاں طوفاں فرستی

دل پژمان عاشق بادہ خواہد

تو او را غصۂ پنہاں فرستی

یکے رطل گراں بر ریز بروے

ازاں بادہ کہ بر مرداں فرستی

چہ باشد اے صبا گر ایں غزل را

بہ خلوت خانۂ سلطاں فرستی

علاج تکبر و نصیحت برائے طالبین حق

رہا کن ناز تا تنہا نہ مانی
کہ ہمچوں گرگ در صحرا نہ مانی

ترجمہ و تشریح: اے طالب! ناز و تکبر کو ترک کر تا کہ تو تنہا نہ رہے یعنی تو تکبر کے سبب کسی اللہ والے کے پاس نہیں جارہا ہے اور ان کی اتباع سے تجھے عار و شرم آتی ہے۔ اس طرح تو تنہا رہے گا اور اگر ناز ترک کرکے نیاز مندانہ کسی مقبول بارگاہ حق بندے سے رشتۂ عقیدت و محبت و اتباع قائم کرلے تو پھر تو تنہا نہ رہے گا۔

دو چشم از عیب دوز و عیب میں بیں
کہ چوں آں جا روی ایں جا نہ مانی

ترجمہ و تشریح: اپنی آنکھوں سے دوسروں کا عیب مت دیکھ اپنے عیوب پر نظر کر کیوں کہ جب تو مخلوق کے عیوب پر نظر کرے گا تو اپنی اصلاح سے غافل ہو جائے گا۔ اَلنَّفْسُ لَا تَتَوَجَّهُ اِلٰی شَیْئَیْنِ فِیْ اٰنٍ وَّاحِدٍ نفس دو شے کی طرف ایک وقت میں متوجہ نہیں ہوسکتا۔ پس اگر تو غیروں کا عیب دیکھے گا تو اپنے عیوب سے بے فکر ہوگا اور اگر اپنے عیوب کی اصلاح میں لگے گا تو دوسروں کے عیوب سے فارغ ہوگا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے پیر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دو نصیحتیں فرمائیں:

۱) ایک تو یہ کہ میں اپنے کو اچھی نظر سے نہ دیکھوں۔

۲) دوسرے یہ کہ دوسروں کو بُری نظر سے نہ دیکھوں۔

ہمی کش سرمۂ تعظیم در چشم
پیا پے تا کہ نابینا نمانی

ترجمہ و تشریح:اے طالب!اپنے مرشد کو محبت اور اکرام و احترام کی نظر سے دیکھ کہ اس خاک کے اندر نسبت مع اللہ کا قمر روشن ہے جو آسمان کے قمر و خورشید سے افضل ہے۔اس احترام اہل اللہ کی برکت اور حسن ظن سے حق تعالیٰ تجھے باطنی بصیرت عطا فرمائیں گے۔

منہ لب بر لب ہر بوسہ جوئے
کہ ناز آں دلبر زیبا نمانی

ترجمہ و تشریح:اے طالب!تو غیر اللہ سے دل مت لگا، اگر تو ان فانی حسینوں سے اپنے دیدہ و دل کو محفوظ نہ رکھے گا تو حق تعالیٰ اپنی محبت کی مٹھاس تجھے نہ عطا فرمائیں گے۔ غیرت حق اس دل کو اپنے لیے منتخب نہیں کرتی جو دوسروں کو بھی اپنا دل دیے ہوئے ہو۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب
خدا کا گھر پئے عشق بتاں نہیں ہوتا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

مشو مولائے ہر ناشستہ روئے
کہ تا از عشق مولانا نمانی

ترجمہ و تشریح:اے مشایخ سلوک!تم ہر ناشستہ رو(نادھلا چہرہ) کے پیر مت بن جایا کرو۔یعنی طالبین کی اہلیت اور عشق صادق کا امتحان کرکے پھر ان کو بیعت کیا کرو۔ بدون پیاس پانی پلانا عبث ہے۔پانی اور وقت ضایع کرنا ہے اور ایسے نااہل مرید اکثر شیخ کی بدنامی کے اور دوسرے مریدین کی خرابی کے باعث بنتے ہیں۔یعنی اپنی نااہلیت کے سبب جب نامراد رہتے ہیں تو شیخ پر الزام رکھتے ہیں کہ یہاں سے ہم کو تو کچھ فیض نہ ہوا، ایسی باتیں سن کر دوسرے خادم طالبین بھی مایوس اور بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

چوں تو ملک ابد جوئی بہ ہمت
ازیں ناں و ازیں شربا نمانی

ترجمہ و تشریح: اے دوستو! جب حق تعالیٰ کی محبت کا ملک لازوال چاہتے ہو تو دنیا کی فانی لذتوں سے بے پرواہو جاؤ یعنی جو نعمت حلال کی بدون کاوش مل جائے شکر کر کے استعمال کر لو مگر نہ حرام کے قریب جاؤ نہ اتنی کاوش کرو کہ ذکر و فکر اور معمولات کا وقت بھی نہ ملے کیوں کہ فراغ قلب اور فراغ وقت اس راہ کی اساس ہے۔

بیان مجاہدات اور آخرت کی طرف توجہ کاملہ

دلا رو رو ہما خوں شو کہ بودی

بداں صحرا و ہاموں شو کہ بودی

ترجمہ و تشریح: اے دل! جا۔۔جا۔۔۔۔ جیسے پہلے خون تھا پھر خون ہو جا۔ یعنی حق تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی حرام آرزو کا خوشی خوشی خون کر دے۔ جس صحرا سے ہو آیا ہے اسی کی طرف رجوع ہو جا۔ صحرا اور ہاموں مترادف المعنیٰ ہیں یعنی دونوں ایک ہی معنیٰ رکھتے ہیں۔

دریں خاکستر ہستی چہ غلطی

در آتشدان و کانوں شو کہ بودی

ترجمہ و تشریح: اے دل! اس خاکی تن میں کیا لوٹ پوٹ کر رہا ہے۔ آتشِ عشقِ حقیقی میں کود پڑ کہ تیرا اصل مرکز وہی ہے۔

دریں چوں شد چگونہ چند گردی

در آں تصریف بے چوں شو کہ بودی

ترجمہ و تشریح: تو دنیا کے چوں و چگونہ میں کب تک پڑا رہے گا۔ ارے! اس ذات پاک سے رابطہ قائم کر لے جو بے کیف و بے چوں ہے۔

رہا کن نظم کردن دُرّ و جوہر
بدریا دُرِّ مکنوں شو کہ بودی

ترجمہ و تشریح:اے نادان! موتی اور جواہرات کو پرونا (نظم کرنا) ترک کر اور دریائے حق میں پوشیدہ موتی ہوجا کہ تو پہلے وہیں تھا یعنی ان فانی علائق سے خود کو آزاد کرکے تعلق مع اللہ کی دولت حاصل کر۔

بیان فیض مرشد

بخوردم از کف دلبر شرابے
شدم معمور در صورت خرابے

ترجمہ و تشریح:میں نے اپنے محبوب مرشد سے معرفت و درد و محبت کا سبق سیکھا ہے۔ طالبین اپنے مشائخ کی صحبت سے اپنی جانوں کی راہ نمائی پاتے ہیں۔

مرا آں مہ یکے شکلے نمود ست
کہ سی صدمہ نہ بیند آں بخوابے

ترجمہ و تشریح:مجھے فیض مرشد حق تعالیٰ کی محبت کا وہ وہ لطف چکھا رہا ہے جس کے سامنے کائنات کی سب لذّات ہیچ ہیں۔

بسوزد گہ دلم گہہ خام گردد
بمانند دلم نبود کبابے

ترجمہ و تشریح:میرا دل کبھی جل جاتا ہے اور کبھی خام رہتا ہے۔ خدائے پاک کی محبت میں میرے دل کی طرح کوئی کباب نہیں ہے۔

بہشت اندر رہش کمتر مقالے
خرد پیش درش کمتر حجابے

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کی محبت اور ذکر و فکر کی لذّت کے سامنے بہشت کیا ہے اور عقل تو ان کے دروازے پر ایک حقیر حجاب ہے۔

جہاں جملہ نور صاف می بیں
کہ ماہے می درخشد اندر آبے

ترجمہ و تشریح: تمام کائنات کو مثل آئینہ سمجھ کہ چاند پانی ہی پر عکس ڈالتا ہے۔

صفات کاملین ونفحات غیبیہ

کسے را کش بود خلق خدائی
ازو یابند جاں ہا رہنمائی

ترجمہ و تشریح: جس شخص نے اخلاق الٰہیہ سے اپنے اخلاق کو آراستہ کرلیا ہے ایسے کاملین بندوں سے دوسرے لوگ اپنی جانوں کی راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔

بروز پنج نوبت بر در او
ہمی کوبند کوس کبریائی

اگر افتد بگوشت صفت آں کوس
ز کبر و از حسد یابی رہائی

ترجمہ و تشریح: چند دن کسی اللہ والے کے پاس رہ لو کیوں کہ ان کے پاس حق تعالیٰ کی محبت کا ایسا لذیذ درد ہوتا ہے کہ جس کی آواز سے اگر تمہارے کان آشنا ہو گئے تو روح کی خطرناک بیماریوں مثل تکبر و حسد وغیرہ سے تم خلاصی پا جاؤ گے۔

زمیں خود کے تواند بند کردن
مرض را کش بود روح سمائی

ترجمہ و تشریح: زمین (قبر) کب اس کو اپنے اندر بند کر سکتی ہے جس کی روح آسمانی ہو یعنی جس روح نے حق تعالیٰ سے رابطہ قائم کرلیا اور اپنے مولیٰ کو راضی کرلیا وہ اس جسم سے الگ ہو کر علیین میں مقیم ہو گی جو ساتویں آسمان پر نیک بندوں کی منتظر گاہ ہے۔

عنایت گر ز یزداں بر تو باشد
چہ غم گر تو بہ طاعت کمتر آئی

ترجمہ و تشریح: اگر حق تعالیٰ کی عنایات تیرے اوپر ہیں تو پھر تجھے اپنی طاعت کی کمی کا کیا غم ہے۔ یعنی بیماری اور معذوری میں اگر طاعت کم ہو جاوے تو گھبرائیے نہیں کہ بیمار و کمزور بندوں سے حق تعالیٰ زیادہ قریب ہوتے ہیں جس طرح کہ ماں بیمار بچے کے سرہانے بیٹھی رہتی ہے اور تندرست بچوں پر ایسی عنایت نہیں کرتی۔

الحمد للہ! دیوان شمس تبریز کا انتخاب مع ترجمہ و تشریح آج نہایت مبارک وقت پر مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اور ناظرین سے بھی درخواست دعا ہے کہ اے خدا! اپنی رحمتِ واسعہ کے صدقے اس کتاب کو حُسنِ قبول عطا فرما اور اپنی مخلوق کو اس کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرما اور ہمارے لیے اور ہمارے بزرگوں کے لیے اس کتاب کو صدقۂ جاریہ بنا، آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ
بروزِ جمعہ قبیل مغرب
۲۶ / رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ

مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

زباں سے تو اے دوست شہبازیاں ہیں
بہ باطن مگر آہ خفّاشیاں ہیں

حقارت سے مت دیکھ ان عاصیوں کو
کہ توبہ کی برکت سے درباریاں ہیں

جو پرہیز کرتے نہیں معصیت سے
انہیں راہ میں سخت دشواریاں ہیں

گناہوں کے اسباب سے دُور ہو گے
تو منزل میں ہر وقت آسانیاں ہیں

دوائے دل سالکاں عشق حق ہے
دلوں میں بہت گرچہ بیماریاں ہیں

رہ حق میں ہر غم سے کیوں ہے گریزاں
رہ عشق میں کب تن آسانیاں ہیں

جو پیتا ہے ہر وقت خون تمنّا
اسی دل پہ نسبت کی تابانیاں ہیں

تجلّی ہر اک دل کی اخترؔ الگ ہے
مہربانیاں، جیسی قربانیاں ہیں

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کرکے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَہٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْھَکُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقرہ عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْیَۃِ وَھِیَ مَا دُوْنَ الْقَبْضَۃِ کَمَا یَفْعَلُہٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَۃِ وَمُخَنَّثَۃُ الرِّجَالِ فَلَمْ یُبِحْہُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونا چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسۡفَلَ مِنَ الۡکَعۡبَیۡنِ مِنَ الۡاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بد نظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آبھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا يَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نمازروزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الۡعَيۡنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالۡمَنۡظُوۡرَ اِلَيۡهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بد نظری کرنے والے پر اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بد نظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ و رسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰهُ اَللّٰه پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سات سو سال قبل کے ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم خلیفہ مولانا جلال الدین رومی نے اپنے پیر و مرشد کے سلگتے سینے سے جو سوزِ آتشِ حق حاصل کیا اسے اشعار کی شکل میں مثنوی مولانا روم اور دیوانِ شمس تبریز میں منتقل کر دیا۔ خدا کے عشق میں ڈوبے ہوئے ان اشعار سے اللہ کے عاشق ہمیشہ مستفید ہوتے چلے آرہے ہیں۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرصے سے کمیاب تصوف اور عشقِ حقیقی کے مضامین سے لبریز "دیوانِ شمس تبریز" کے پچاس ہزار اشعار میں سے منتخب کردہ اشعار کا ترجمہ و تشریح کر کے "معارفِ شمس تبریز" کے نام سے شایع کیا۔ اس کتاب کا مطالعہ سالکین و عاشقین کے قلوب میں حق تعالیٰ کی محبت و معرفت کی شراب کو تیز کرنے کا باعث بنتا ہے۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری